
حیات
شیخ العالم
تذکرۂ سجادگان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حق حق حق

حیات شیخ العالم

و

تذکرہ سجادگان

یعنی

شیخ العالم دستگیر بیکساں

شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ

شخصیت اور سیرت

ایک جائزہ

اس میں سلسلۂ عالیہ صابریہ چشتیہ کے مجدد حضرت شیخ العالم احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ صاحب توشہ ردولوی اور ان کے سجادگان کے مختصر مگر مستند حالات پیش کئے گئے ہیں،

: تالیف :

شاہ مبین احمد فاروقی منظر ردولوی

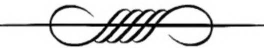
بی اے، ایل ایل بی، ایڈوکیٹ

: تصحیح ، ترتیب جدید و تذکرہ سجادگان

مفتی محمد احمد رضا اشرفی مصباحی حنفی دیناجپوری

مفتی صابری دارالافتاء جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم

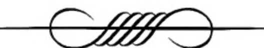
نام کتاب	حیات شیخ العالم وتذکرہ سجادگان
تالیف	شاہ مبین احمد فاروقی منظر ردولوی
ترتیب جدید وتذکرہ سجادگان	مفتی محمد احمد رضا مصباحی حنفی دیناجپوری
پروف ریڈنگ	مولانا انور قادری بدایونی ومولانا فیروز عالم اشرفی دیناجپوری
سنہ اشاعت	۲۰۱۲ء
کمپوزنگ	پرنٹ ایکسپیرز، لکھنؤ موبائل: 08090033444
طباعت	نور پرنٹرس، لکھنؤ موبائل: 9336628735
تعداد اشاعت	500
ناشر	شعبہ نشرواشاعت جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم ردولی شریف، ضلع فیض آباد۔
قیمت	200/-



: ملنے کا پتہ :

جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم ردولی شریف، ضلع فیض آباد۔

موبائل: 9026742301



مختصر فہرست مضامین

فہرست تذکرہ سجادگان

عرض ناشر

شیخ العالم حضرت شیخ مخدوم احمد عبدالحق ردولوی کا نام مشاہیر اولیاء اللہ کی فہرست اور دعوت وارشاد کی تاریخ میں کوئی نیا نہیں ہے۔ آٹھویں صدی ہجری کے نصف اول میں رونما ہونے والی عالم اسلام کی قدآور شخصیتوں میں آپ کا قد کافی اونچا ہے۔

آپ کی ذات سے دین وملت کو جو تقویت ملی اور صوفیا کی تعلیمات کو جو عمومیت نصیب ہوئی نیز سلسلہ چشتیہ کو جو فروغ واستحکام میسر ہوا اس کی ایک الگ تاریخ ہے۔

خداوند قدوس نے جس دن سے اس دھرتی کو آپ کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے مالا مال کیا تب سے لیکر اب تک بھٹکتی ہوئی انسانیت کا ایک طبقہ تسلسل کے ساتھ آپ کے چشمۂ فیوض وتعلیمات سے دائمی سکون حاصل کر رہا ہے۔

یہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ حضرت شیخ العالم کی نسل پاک سے ہر دور میں ایک ایسے فرد کا وجود مسعود آپ کے سجادہ نشین کی حیثیت سے جلوہ گر ہوتا رہا جو آپ کے طریقے کا پابند آپ کی روایات کے امین، آپ کی تعلیمات کے مبلغ اور آپ کی شخصیت کا مظہر کامل ثابت ہوا۔

بحمدہٖ تعالیٰ اس وقت حضرت شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں صاحب قبلہ آپ کے جمال و جلال کا نیر تاباں بن کر زمانہ پر سایہ فگن ہیں۔

حضرت نیر میاں صاحب قبلہ بلا شبہ ایک قابل، جہاں دیدہ، علم دوست اور علماء نواز فرد ہیں۔ اپنے جد امجد حضور شیخ العالم اور خاندان وسلسلہ کے اکابر کی روش پر سختی سے کاربند ہیں۔ جہد مسلسل، عمل پیہم اور یقین محکم آپ کی شخصیت کا جزء لاینفک ہے۔ جب سے آپ مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے اشاعت دین وسنیت کا ایک مشن جاری فرما دیا۔ عصری علوم سے نونہالان قوم کو آراستہ کرنے کے لئے پرائمری اسکول، ہائی اسکول گرلس انٹر کالج (زیر تعمیر) اور دینی علوم کی ترویج واشاعت کے لئے خانقاہ میں ایک عظیم الشان جامعہ ودیگر مقامات پر چھوٹے بڑے مختلف

مکاتب ومدارس کا قیام اور پھر چشتیہ ایجوکیشنل سوسائٹی کے زیر اہتمام مختلف ذیلی شعبہ جات کی بنیاد یہ سب آپ کے ذوق تبلیغ اور خدمت دین کے مثالی نمونے ہیں۔

جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم کا شعبہ نشر واشاعت آپ کی خصوصی توجہ کا دین ہے جس نے اب تک درجن بھر سے زائد کتابیں شائع کرنے کا شرف حاصل کیا۔ زیر نظر کتاب ''حیات شیخ العالم و تذکرہ سجادگان'' اسی شعبے کا ایک اور بڑھتا ہوا قدم ہے جو بہر حال اہم اور قابل صد ستائش ہے۔

یہ کتاب حضرت شیخ العالم کے حالات زندگی پر لکھی جانے والی اب تک کی سب سے منفرد اور جامع دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے جو حضور شیخ العالم کی حیات طیبہ کا مطالعہ کرنیوالوں کو بہت سی کتابوں کی ورق گردانی سے انشاءاللہ بے نیاز کردے گی۔

ہم یہاں قارئین سے اتنی بات اور عرض کریں گے کہ خانقاہ حضرت شیخ العالم کے زیر اہتمام اس وقت جو بھی دینی کام انجام پا رہا ہے مثلاً تقریباً ڈیڑھ سو بیرونی طلبہ کے قیام وطعام کا بندوبست ان کے لئے کتب درسیہ وغیر درسیہ کی فراہمی، مدرسین کی تنخواہیں ہر سال کتابوں کی اشاعت بجلی پانی کا خرچ وغیرہ جس میں روز بروز کثرت آتی جا رہی ہے ان سارے لوازمات کا انحصار مخلص عوام کے چندے پر ہے اس لئے آپ سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم اور اس کے تمام شعبوں کو مد نظر رکھتے ہوئے خود بھی دست تعاون دراز کریں اور اپنے احباب کو بھی متوجہ کریں تاکہ دین کا کام آگے بڑھتا رہے اور آپ کو ثواب ملتا رہے۔

فقط والسلام
نیاز احمد اشرفی
ناظم شعبہ نشر واشاعت جامعہ چشتیہ
۲۳؍جنوری ۲۰۱۲ء

حق حق حق

کلمات تبریک

از: نیر ملت حضرت شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں صاحب قبلہ
سجادہ نشین خانقاہ حضرت شیخ العالم ردولی شریف

نحمدہٗ و نصلی ونسلم علی رسوله الکریم.

حضور شیخ العالم قدس سرہٗ کا شمار ان مقدس شخصیتوں میں ہوتا ہے جو کسی تعارف کی محتاج نہیں ہوتیں بلکہ ہر دور میں اپنا تعارف خور کرا لیتی ہیں۔ البتہ اس حقیقت سے بھی بے اعتنائی نہیں برتی جاسکتی کہ بزرگوں کی تاریخ یا ان کی حیات وخدمات پر لکھی جانے والی کتابیں تبلیغ واشاعت دین میں معاون اور اصلاح امت کے سلسلے میں سنگِ میل ثابت ہوئی ہیں۔

زیر نظر کتاب ''حیات شیخ العالم'' میرے جد امجد حضرت شیخ العالم شیخ احمد عبد الحق صاحب توشہ ردولوی قدس سرہٗ کی حیات طیبہ کے چند گوشوں پر مشتمل ہے جسے تقریباً ۲۵ رسال پہلے میرے خاندان کے ہی ایک ذی علم فرد شاہ مبین احمد فاروقی مرحوم نے تالیف کی تھی اور ''شیخ احمد عبد الحق شخصیت اور سیرت'' کے نام سے چھپوا کر شائع بھی کیا تھا چونکہ کتاب اپنی نوعیت کے اعتبار سے جامع تھی اور کچھ لوگوں کا اصرار بھی تھا اس لئے اب دوبارہ اس کی اشاعت عمل میں آرہی ہے امید کہ تشنگان معرفت اس سے مستفید ہوں گے۔

یہاں میری خصوصی دعاؤں کے مستحق ہیں عزیزم مولانا مفتی محمد احمد رضا اشرفی مصباحی سلمہٗ اللہ تعالیٰ شیخ الحدیث جامعہ چشتیہ کہ انہوں نے بڑی محنت ودلجمعی کے ساتھ اس کی ترتیب اور تزئین جدید کا فریضہ انجام دیا اور تمام کمیاں پوری کردیں۔

خاص طور سے حضرت شیخ العالم کے تمام سجادگان کا تزکرہ شامل کتاب کرکے اس کے وزن میں اور بھی اضافہ کردیا۔

اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل اور اخلاص وجذبہ میں برکت عطا فرمائے اور کتاب کو اس کے جملہ قارئین کے لئے مفید سے مفید تر بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

دعا گو
فقیر شاہ عمار احمد احمدی (عرف نیر میاں)
سجادہ نشین خانقاہ حضرت شیخ العالم
ردولی شریف، ضلع فیض آباد، یوپی
۱۷؍صفر المظفر ۱۴۳۳ھ/ ۱۱؍جنوری ۲۰۱۲ء

حق حق حق

عرض حال

از: مفتی محمد احمد رضا اشرفی مصباحی حنفی دیناجپوری
شیخ الحدیث جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم، ردولی شریف

نحمدہٗ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم.

سال گزشتہ عرس حضرت شیخ العالم کے بعد حضرت قبلہ نیر میاں صاحب سجادہ حضور صاحب توشہ قدس سرہٗ نے اس ناچیز سے فرمایا کہ 'خانوادہ حضور شیخ العالم کا اجمالی تعارف' کتابچہ میں کچھ کمیاں واقع رہ گئیں ہیں میں چاہتا ہوں کہ حضرت شیخ العالم کی حیات مقدسہ کے کچھ اہم گوشے اور جن سجادگان کا تذکرہ کتاب میں سرے سے کیا ہی نہیں گیا ہے حالانکہ مختلف کتابوں میں وہ دستیاب بھی ہے آپ انہیں یکجا کر کے کتاب میں شامل کر دیں۔

حضرت صاحب سجادہ کا حکم میرے لئے نعمت اور اس کی تعمیل بڑی سعادت کی بات تھی چنانچہ میں نے مواد و معلومات کی تلاش شروع کر دی۔ جامعہ چشتیہ کی لائبریری موسوم بہ 'نظامی دار المطالعہ' میں یہاں کے بزرگوں کا بچا کھچا علمی سرمایہ کا ایک حصہ کسی طرح محفوظ ہے۔ جس میں کچھ مخطوطات، کتابی تراشے نا تمام قلمی نسخے اور مختلف کتابوں کے کچھ بوسیدہ اوراق تھے انہیں میں تقریباً ۲۵/۳۰ صفحات پر مشتمل مجھے ایک کتاب ملی جس میں حضور شیخ العالم کا تذکرہ بڑے ہی تحقیقی و دلنشین انداز میں کیا گیا تھا لیکن غور کرنے پر پتہ چلا کہ یہ صرف کتاب کے چند اوراق ہیں اور اس کی دونوں طرف سے تقریباً ۲۰۰ رصفحات ندارد ہیں۔

حضرت قبلہ نیر میاں مدّ ظلہٗ سے جب میں نے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے خاندان کے ایک ذی استعداد فرد جناب شاہ مبین احمد فاروقی مرحوم نے

''حضرت شیخ احمد عبد الحق ردولوی شخصیت اور سیرت'' کے نام سے ایک کتاب لکھی تھی یہ اسی کتاب کے اوراق ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور شیخ العالم کی ذات پر اس سے بہتر کتاب اب اور تالیف نہیں کی جا سکتی سب سے زیادہ مناسب بات یہی ہوگی کہ ترمیم و اضافہ کے بعد اسی کتاب کو دوبارہ شائع کر دیا جائے۔ آپ نے میری اس گزارش کی لاج رکھ لی اور کہیں سے اس کتاب کا ایک مکمل نسخہ حاصل کر کے مجھے دیتے ہوئے فرمایا کہ اسے تراش خراش کر حسین بنانے کی ذمہ داری آپ کی ہے۔ اب یہ قارئین ہی بتا سکیں گے کہ میں اس ذمہ داری سے کتنا سبکدوش ہوا۔

کچھ کتاب اور صاحب کتاب کے بارے میں:

زیر نظر کتاب شاہ مبین احمد فاروقی منظر ردولوی کی تالیف ہے۔ موصوف خانوادہ شیخ العالم کے ایک قابل فخر فرد تھے اور شاہ آفاق احمد احمدی سجادہ نشین حضرت شیخ العالم کے بہت زیادہ فیض یافتہ تھے۔ عصری علوم میں مہارت حاصل کی پھر بی اے، ایل ایل بی کرنے کے بعد وکالت کے پیشہ سے جڑ گئے اور بہت ہی جلد شہرت حاصل کر لی لیکن حضرت شاہ آفاق احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض صحبت نے ان کے اندر جادو کا اثر کیا۔ با ایں ہمہ دینی معلومات خصوصاً سلوک و تصوف پر ان کی گرفت مضبوط تھی جس کی مثال ان کی تالیفات سے بآسانی مل سکتی ہے۔

موصوف نے حضور شیخ العالم، ان کے سجادگان اور ان کے خانوادہ پر بڑا کام کیا ہے اور بالترتیب 'شخصیت و سیرت'، شہر حق حصہ اول، شہر حق حصہ دوم، جاء الحق و زھق الباطل اور کچھ غیر مطبوعہ کتابیں لکھ کر خانوادہ کے تعارف کو محتاج غیر ہونے سے بچا لیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ موصوف ایک بہترین قلمکار اور ایک بلند فکر دلنواز شاعر بھی تھے ان کا مجموعہ کلام 'شاخ سبز و برگ' ۱۹۷۸ء میں شائع ہو چکا ہے جبکہ درجنوں گرانقدر تحقیقی مضامین ہندو پاک کے مختلف رسائل و جرائد کے حصہ بن چکے ہیں۔ خانوادہ شیخ العالم پر ان کا تحقیقی کام جاری تھا مگر افسوس کہ زندگی تنگ پڑ گئی اور ۱۹۹۸ء میں ان کا انتقال ہو گیا اور ساتھ ہی ساتھ ان کا جمع شدہ علمی سرمایہ بھی بکھر کر رہ گیا بعد میں تلاش و جستجو کے بعد جو کچھ ملا وہی اس کتاب کی

ترتیب جدید کی زینت ہے۔

''شیخ احمد عبدالحق ردولوی شخصیت اور سیرت'' موصوف کی پہلی تالیف تھی جو جنوری ۱۹۷۳ء میں پہلی بار منظر عام پر آئی تھی پھر ۱۹۷۹ء میں حذف و اضافہ کرکے اسے دوبارہ شائع کیا اس اعتبار سے اب یہ اشاعت اس کی تیسری اشاعت ثابت ہوگی۔

یوں تو سیکڑوں مصنفوں نے حضور شیخ العالم کے ذکر مبارک سے اپنی کتابوں کے اوراق کو رشک لالہ زار بنایا ہے مگر اردو زبان میں آپ کی حیات طیبہ پر یہ پہلی مستقل تالیف ہے جو تمام پرانے ماٰخذوں کا عطر مجموعہ ہے۔

جناب شاہ صاحب مرحوم نے جن مستند ماٰخذوں کے حوالے سے اپنی کتاب کو مزین کیا ہے اس کی مختصر فہرست یوں ہے:

۱- انوار العیون فی اسرار المکنون (ملفوظات حضور شیخ العالم)	از قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی
۲- اخبار الاخیار فارسی	از شیخ عبدالحق محدث دہلوی
۳- سیر الاقطاب فارسی	از شیخ الہدیہ چشتی
۴- مکتوبات قدوسیہ	از شیخ عبدالقدوس گنگوہی
۵- مرأۃ الاسرار فارسی قلمی	از شیخ عبدالرحمٰن چشتی
۶- خزینۃ الاصفیا فارسی	از مولانا غلام سرور چشتی
۷- فتوحات مکیہ	از شیخ محی الدین ابن عربی
۸- افضل الشمائل	از مولانا عبدالباری فرنگی محلی
۹- حقیقت گلزار صابری	از شیخ محمد حسین صابری رامپوری
۱۰- مثنوی گوہر اسرار فارسی	از شیخ محمد احمد احمدی ردولوی
۱۱- فتاویٰ قیام الملت والدین	از مولانا عبدالباری فرنگی محلی
۱۲- انوار الرحمٰن فارسی	از مولانا عبدالرحمٰن لکھنوی
۱۳- ارمغان مالک	از سید صباح الدین عبدالرحمٰن

۱۴- این ایڈوانسڈ ہسٹری آف انڈیا (انگریزی)	از ڈاکٹر آر، سی مجمدار
۱۵- اسلام کا ہندوستانی تہذیب پر اثر	از ڈاکٹر تاراچند راشٹے۔ ایم اے۔
۱۶- شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات	از مولانا اعجاز الحق قدوسی
۱۷- تاریخ دعوت وعزیمت	از مولانا ابوالحسن علی ندوی
۱۸- آب کوثر	از شیخ محمد اکرام
۱۹- بزم صوفیہ	از سید صباح الدین عبدالرحمٰن
۲۰- تاریخ مشائخ چشت	از پروفیسر خلیق احمد نظامی
۲۱- پانی پت اور بزرگان پانی پت	از سید محمد میاں سہارنپوری
۲۲- رسالۂ ہفت احکام فارسی	از حضرت شیخ محب اللہ الٰہ آبادی
۲۳- سیرت النبی اردو	از شبلی نعمانی

اس کے علاوہ مخطوطات وروایات وغیرہ سے بھی مدد حاصل کی گئی ہے۔

کچھ ترتیب جدید کے بارے میں :

اس کتاب کی ترتیب جدید میں میں نے غیر ضروری چیزوں کو حذف کردیا ہے اور جہاں کہیں ضرورت پڑی وہاں بہت سی چیزوں کا اضافہ بھی کردیا ہے نیز کتاب کی معنویت کو بروئے کار لانے کیلئے صفحات کی تقدیم وتاخیر سے بھی گریز نہیں کیا ہے البتہ تسلسل کو برقرار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔

جناب مؤلف مرحوم نے کتاب کی ابتدا میں ''لمعات تصوف'' نامی عنوان کے تحت تصوف کی حقیقت اور اس کی اہمیت وضرورت پر مختصر گفتگو کی ہے مگر اس میں انہوں نے آیات قرآنیہ اور احادیث طیبہ کے ترجمہ پر ہی اکتفا کیا تھا۔ میں نے آیات قرآنیہ کی نقل اور احادیث طیبہ کی تخریج کردی ہے جس سے اس کی اہمیت دوبالا ہوگئی ہے اور کہیں کہیں جہاں صوفیاء کے نظریات بظاہر فقہا کے نظریات سے متصادم نظر آتے تھے حاشیہ میں اس کی وضاحت کرکے مقصود کو واضح کردیا ہے۔

مؤلف مرحوم نے کتاب کا نام ''شیخ احمد عبدالحق ردولوی شخصیت اور سیرت'' رکھا تھا میں نے آپ کے لقب کی شہرت کے پیش نظر اس کا نام بدل کر ''حیات شیخ العالم'' کر دیا ہے۔

تذکرہ سجادگان:

کتاب کی اس جدید اشاعت میں قارئین کو بالکل ایک نئی چیز یہ ملے گی کہ اس میں تذکرہ سجادگان حضور شیخ العالم کو شامل کر دیا گیا ہے جس سے کتاب کی رہی سہی کسر بھی پوری ہوگئی ہے۔

حضور شیخ العالم قدس سرہٗ کے افق سجادگی پر ایک سے بڑھ کر ایک آسمان ولایت کے درخشندہ ستارے طلوع ہوئے ہیں اور ان کے دم قدم سے سلسلہ چشتیہ صابریہ کو بے انتہا فروغ و استحکام نصیب ہوا ہے مگر ان نفوس قدسیہ کے احوال و کوائف کا تذکرہ اب تک یکجا مرتب نہیں تھا البتہ صاحب مرأۃ الاسرار نے حضرت شیخ حمید قدس سرہٗ تک چھ سجادگان اور صاحب بحر ذخار نے شیخ محمد اشرف عرف پیر اچھے قدس سرہٗ تک نو سجادگان کا ذکر ضرور کیا ہے جب کہ حضرت شاہ پیر بساون رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر حضرت شاہ درویش احمد رحمۃ اللہ علیہ تک پانچ بزرگوں کا تذکرہ بالکل ناپید تھا بحمدہ تعالیٰ راقم نے ان بزرگوں کے عہد میں لکھی جانے والی سیر و تصوف کی کتابوں سے چھان بین کر کے ان کا ذکر خیر بھی ڈھونڈ نکالا جو اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

شاہ مبین احمد صاحب نے حضرت شاہ التفات احمد حضرت شاہ حیات احمد اور حضرت شاہ آفاق احمد احمدی علیہم الرحمہ کے مختصر حالات اپنی کتابوں میں بیان کر دیا تھا البتہ جو باتیں ان سے رہ گئی تھیں تلاش و تتبع سے حاصل کر کے میں نے انہیں اس میں شامل کر دیا اور تقریباً شیخ حمید قدس سرہٗ سے لیکر شیخ آفاق احمد احمدی رحمۃ اللہ تک یہ عمل میں نے اپنے ذوق کے مطابق جاری رکھا۔ ہاں موجودہ صاحب سجادہ حضرت قبلہ نیر میاں مدظلہ العالی کے حالات میں نے خود قلمبند کئے ہیں۔ اس اعتبار سے گویا مجھے یہ بہت بڑی سعادت نصیب ہو رہی ہے کہ حضرت شاہ عارف احمد قدس سرہٗ سے لیکر موجودہ سجادہ نشین حضرت شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں قبلہ تک حضور شیخ العالم کے اب تک اٹھارہ سجادہ نشینوں کا مبارک تذکرہ یکجا مرتب کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔ **فالحمد للہ علی ذالک.**

حضور شیخ العالم کے اٹھارہ سجادگان کا تذکرہ ترتیب دینے میں میں نے جن کتابوں یا حوالوں کی جانب رجوع کیا ہے اس کی فہرست اس طرح ہے۔

۱- مرأۃ الاسرار (اردو)

۲- اخبار الاخیار (اردو)

۳- بحر ذخار (اردو)

۴- انوار العیون (فارسی)

۵- خزینۃ الاصفیا (فارسی)

۶- سیر الاقطاب (فارسی)

۷- نور القلوب (فارسی)

۸- انوار رزاقیہ (اردو)

۹- شہر حق

۱۰- شخصیت و سیرت قدیم نسخہ

۱۱- تذکرہ مشائخ قادریہ برکاتیہ رضویہ

۱۲- ماہنامہ مظہر حق بدایوں کا تاج الفحول نمبر

۱۳- جاء الحق وزہق الباطل مؤلف شاہ مبین احمد احمدی مرحوم

۱۴- خم خانہ تصوف (اردو)

۱۵- مخطوطات و مکتوبات قدیم کرم خوردہ

۱۶- جہان حق

۱۷- خانوادہ شیخ العالم کا اجمالی تعارف

۱۸- مشکوٰۃ حقانیہ

۱۹- بانی درس نظامیہ ملا نظام الدین فرنگی محلی

۲۰- الاسرار العالیہ

۲۱- لطائف اشرفی اردو

۲۲- مکتوبات قدوسیہ اردو

۲۳- لطائف قدوسی وکلید معرفت

۲۴- قصر عارفاں

اس کے علاوہ بھی بہت سی کتب معتبرہ سے میں نے استفادہ کیا ہے۔

قارئین سے گزارش ہے کہ کتاب میں جہاں کہیں انہیں کوئی کمی نظر آئے براہِ خیر مطلع کرنے کی زحمت کریں تاکہ اس کا ازالہ کیا جاسکے اور خانوادہ حضور شیخ العالم پر اگر کسی کے پاس کچھ معلومات ہوں تو اطلاع بخشیں تاکہ آئندہ مزید اس میں اضافہ ہو۔

چلتے چلتے میں یہ عرض کردوں کہ حضور شیخ العالم کے شجرہ نسب کے تعلق سے اس کتاب میں اس سے قبل صرف رسمی گفتگو کی گئی تھی میں نے کوشش یہ کی ہے کہ اس بارے میں بھی کوئی خفا نہ رہ جائے چنانچہ اس پر مجھ سے جو کچھ بن پڑا میں نے کردیا۔

آخر میں اتنی گزارش اور کروں گا کہ حضور شیخ العالم اور خانوادہ شیخ العالم پر میں نے یہ چند سطور صرف آپ کی دعا اور فیض شیخ العالم کے لالچ میں کیا ہے لہٰذا غلطیاں درگزر فرمائیں اور دعاؤں سے نوازتے رہیں۔ واللہ المستعان و علیہ التکلان.

فقط والسلام

گدائے اشرفی سگ بارگاہ شیخ العالم محمد احمد رضا اشرفی مصباحی حنفی دیناجپوری

خادم التدریس والافتاء جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم

ردولی شریف، ضلع فیض آباد، یوپی

۱۸/ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ/ ۱۲/ جنوری ۲۰۱۲ء

۷۸۶

دیباچہ

حق حق حق

بنام جہاندار جان آفریں
حکیم سخن بر زبان آفریں   شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ العالم احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کو ایک عالم جانتا ہے مگر ان کے بارے میں صحیح واقفیت بہت ہی کم لوگوں کو ہے۔

زیر نظر کتاب کی ترتیب کا مقصد ہے کہ ان کے مختصر مگر مستند حالات سامنے آجائیں۔

اس کی بنیاد حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور و معروف تصنیف ''انوار العیون فی اسرار المکنون'' ہے۔ اور بعض دوسری کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے۔

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں سیاحت نے ایک اہم کردار ادا کیا ہے اس کو چار ادوار میں تقسیم کر کے تفصیل بیان کر دی گئی ہے۔

سلسلۂ عالیہ صابریہ چشتیہ کی خانقاہ کا قیام آپ کی زندگی کا اہم ترین کارنامہ ہے۔ اس ضمن میں لب کشائی کرنے سے قبل یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس وقت کے سیاسی اور سماجی حالات کا مختصر جائزہ لیں تاکہ قیام خانقاہ کی اہمیت ظاہر ہو جائے۔

آپ کے پیر و مرشد حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء عثمانی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۷۶۵ھ/۱۳۶۴ء اور آپ کا وصال ۸۳۷ھ/۱۴۳۴ء میں ہوا۔ دونوں کے سالہائے وصال کے

درمیان دہلی اور جونپور میں درج ذیل افراد حکمراں ہوئے۔

تخت دہلی

۱-	سلطان فیروز شاہ	المتوفی ۱۳۸۸ء
۲-	غیاث الدین تغلق دوئم	۱۳۸۹ء قتل کر دیا گیا۔
۳-	ابوبکر	۱۳۹۴ء تخت سے اتار لیا گیا۔
۴-	ناصر الدین محمد	المتوفی ۱۳۹۰ء
۵-	ناصر الدین محمود	المتوفی ۱۴۱۳ء
۶-	خضر خان	المتوفی ۱۴۲۱ء
۷-	مبارک شاہ	۱۴۳۴ء قتل کر دیا گیا۔

تخت جونپور

۱-	ملک سرور - خواجۂ جہاں	المتوفی ۱۳۹۹ء
۲-	مبارک شاہ - ملک قرنفل	المتوفی ۱۴۰۲ء
۳-	سلطان ابراہیم شرقی	المتوفی ۱۴۳۶ء

دہلی کے تاجداروں میں فیروز شاہ ایک مہربان، قابل اور منصف مزاج بادشاہ تھا۔ اس کے دور میں بڑا امن رہا اور خوش حالی رہی۔ اس نے سڑکیں، پل سرائے، نہریں، شہر اور مدرسے بنوائے اور رشوت، خیانت، چوری وغیرہ کا سدّ باب کیا۔ انصاف کے ترازو کو بلند رکھنے کی کوشش کی اور نظام حکومت کی بنیاد قرآن حکیم کی تعلیمات پر رکھی، اس کے انتقال کے بعد نظام حکومت بگڑ گیا۔ اس کے جانشینوں نے اس کی روش چھوڑ دی اور تخت کے لئے آپس میں برسر پیکار ہو گئے۔

آخری تغلق بادشاہ ناصر الدین محمود کے دور میں امیر تیمور نے ۱۳۹۸ء میں ہندوستان پر حملہ

کیا۔ دہلی میں ایک لاکھ قیدی کے علاوہ ہزاروں افراد تہہ تیغ ہوئے لوٹ مار، قتل وغارت گری کا طوفان برپا رہا۔ اس تباہی میں ہزاروں افراد وبائی امراض اور قحط کا شکار ہوگئے۔ دہلی اور اس کے اطراف بالکل ویران ہوگئے۔

جونپور کی حالت

تیمور کے حملے کے وقت جونپور میں ملک سرور کی حکومت تھی۔ اس کے بعد قلیل مدت کے لئے اس کا متبنّیٰ بیٹا مبارک شاہ سر برآرائے سلطنت ہوا اس کی وفات پر سلطان ابراہیم ۸۰۴ھ/ ۱۴۰۲ء میں تخت نشین ہوا۔

سلطان ابراہیم سلاطین شرقیہ کا قابل ترین فرمانروا تھا۔ اس کے زمانہ میں پورا امن وامان رہا۔ رعایا خوش اور مطمئن رہی، ابراہیم شرقی کی علم نوازی سے جونپور علوم وفنون کا مرکز بن گیا۔ دور دور کے علما کھینچ کھینچ کر جونپور میں جمع ہوگئے تھے اور وہ شیراز ہند کہلایا جانے لگا تھا۔ تیمور کے حملے سے متأثر بہت سے لوگ وہاں آباد ہوگئے تھے۔ شرقی سلطنت میں قنوج، کٹرہ، اودھ، سندیلہ، ڈالمئو، بہرائچ، بہار اور ترہٹ کے علاقے شامل تھے۔

چشتیہ سلسلے کی خانقاہیں

تیمور کے حملے کے بعد دہلی اور اس کے اردگرد کا علاقہ چشتی سلسلہ کے بزرگوں سے تقریباً خالی ہوگیا تھا انہوں نے مالوہ، گجرات، دکن وغیرہ میں خانقاہیں قائم کی تھیں اودھ میں سلسلۂ نظامیہ کے مشہور بزرگ حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۰۸ھ اور پنڈوہ شریف بنگال میں حضرت نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۸۱۲ھ (۱) / ۸۱۸ھ (۱) کا فیض جاری تھا۔

ان دونوں بزرگوں کے وصال کے بعد دہلی سے لے کر بنگال تک حضرت شیخ العالم احمد عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اور کوئی بلند شخصیت باقی نہیں رہی تھی۔ اگر آپ نے ردولی میں

(۱) مرأۃ الاسرار، بموجب تاریخ نور بہ نور رشد

خانقاہ نہ قائم کی ہوتی تو اس دور میں یہ علاقہ سلسلۂ چشتیہ کی تاریخ سے خالی رہتا۔ اس دور میں نہ صرف اودھ بلکہ پورے ملک میں آپ کی شخصیت ممتاز تھی، آپ اس عہد کے قطب تھے اور اس زمانے کے تمام اولیاء آپ کے سلسلۂ ارادت یا غلامی سے منسلک تھے۔ (۱)

ردولی شریف میں قیام خانقاہ

ان سیاسی اور سماجی حالات میں حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے سلسلۂ عالیہ صابریہ چشتیہ کی خانقاہ نویں صدی ہجری کے پہلے ربع کے تقریباً نصف میں قائم کی اور وہ چند ہی دنوں میں بہت بڑا روحانی مرکز بن گئی اور پورے ملک میں اس کا فیض جاری ہوگیا۔ ہزاروں بندگان خدا مستفیض ہوئے اور تاریک قلوب نور حق سے جگمگا اٹھے، آپ نے تربیت کے اصول مقرر کئے۔ جن میں سے چند یہ تھے:

۱- عبادت حق تعالیٰ وحدہٗ لاشریک لہٗ۔
۲- شریعت کے مطابق اصلاح وتربیت۔
۳- حسن عمل۔
۴- خلوص وایمانداری۔
۵- حق کا بیباکانہ اظہار۔

پروفیسر خلیق احمد نظامی اپنی مشہور کتاب ''تاریخ مشائخ چشت'' میں لکھتے ہیں:

''شیخ احمد عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے سیاحت کے دوران نظامیہ سلسلہ کی بعض خانقاہوں کو دیکھا تھا اور حالات کا جائزہ لیا تھا۔ ردولی میں ان کی خانقاہ رشد و ہدایت کا بڑا اہم مرکز بن گئی۔'' (۲)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خانقاہ نظامیہ خانقاہوں کے نمونے پر قائم کی تھی، راقم کو اس سے اختلاف ہے کہ بعض مشترک باتوں کو چھوڑ کر آپ کی خانقاہ قدرے الگ تھی۔ مثلاً آپ اس بات پر زور دیتے تھے کہ مرید یا طالب اپنی شرعی ذمہ داریوں سے

(۱) انوار العیون، صفحہ ۲۵ (۲) تاریخ مشائخ چشت، صفحہ ۱۱۷

عہدہ برآ ہو کر خانقاہ شریف میں اصلاح وتربیت کے لئے آئے۔

آپ سے ان مقاصد کی تکمیل ہوئی۔

۱- سلسلۂ عالیہ صابریہ مستحکم اور جاری ہوا۔

۲- سلسلۂ چشتیہ کو مزید فروغ حاصل ہوا۔

حصول علم ظاہری

آپ نے اپنے زمانے کے مانے ہوئے علما مثلاً قاضی شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ مہریا اور شیخ فتح اللہ اودھی رحمۃ اللہ علیہ سے نہ صرف گفتگو کی بلکہ اپنا معترف بنالیا ان حضرات سے بحث و مباحثہ کرنا ایک معمولی آدمی کے بس کی بات نہیں تھی، سوال یہ ہے کہ آپ نے ظاہری علوم کہاں اور کس سے حاصل کئے۔ انوار العیون میں تفصیل نہیں ہے مگر اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت آپ کے بڑے بھائی شیخ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ مقیم دہلی نے کی تھی۔ مزید علم پیرو مرشد حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیا پانی پتی سے حاصل کیا ان کے وصال کے بعد آپ نے ذاتی طور پر دوران سیاحت اپنے علم میں اضافہ کیا۔

فنافی اللہ

آپ روحانیت کے اس درجہ پر فائز تھے جہاں ہر نظر، نظر حق اور ہر قدم، قدم حق ہوجاتا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کی رزاقیت اور اس کی قدرت کاملہ پر نہ صرف یقین کامل رکھتے تھے بلکہ اس کے مبلّغ بھی تھے۔ آپ کا فرمانا تھا کہ حق تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کو نہ کچھ دے سکتا ہے اور نہ کسی سے کوئی چیز لے سکتا ہے اس نظریے کی بنا پر آپ نے سلطان ابراہیم شرقی جونپوری اور محمد خاں مقطع ردولی کے گرانقدر عطیات ٹھکرا دیئے اور فرمایا کہ تم نے یہ زمین کہاں سے پائی، یہ لاؤلشکر تم کو کس نے دیئے۔؟ تم دینے والے کون ہوتے ہو؟ انوار العیون میں ایک اہم واقعہ یہ تحریر ہے کہ جب آپ کے خوردسال فرزند شیخ عبدالعزیز کا انتقال ہوا تو آپ جنازے کے آگے آگے شربت، کھانا، مٹھائی اور پان لے کر چلے اور دفن کرنے کے بعد ان چیزوں کو تقسیم کیا۔

بوقلمونی شخصیت

آپ کی شخصیت میں عجیب وغریب بوقلمونی تھی۔ ایک طرف تو آپ سلطان وقت عالی مرتبت مشائخ اور جلیل القدر علماء سے ملاقات کرتے تو دوسری طرف مجذوب قلندر، دیوانے اور نہایت معمولی لوگوں کے ساتھ وقت گزارتے۔ ایک طرف امرا وسلاطین کے عطیات سے انکار کرتے تو دوسری طرف حضرت مخلص رحمۃ اللہ علیہ جیسے عام آدمی کھانا پیش کرتے تو آپ بے تکلف تناول فرماتے۔

تبلیغ واشاعت

آپ نے ہدایت وتربیت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔ کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوتے قدم استوار رکھتے، بلند ہمت اور بے خوف تھے، ردولی میں شور ہوا کہ ودھجیہ نامی سردار نے حملہ کردیا ہے آپ اپنی خانقاہ سے عصا لیکر نکل آئے۔ گاؤں بہریلہ (جو ردولی سے کچھ دور ہے)۔ میں جاکر تن تنہا اذان دیا، اسی طرح پنڈوہ شریف (بنگال) کے قیام میں لوگوں کے لاکھ منع کرنے پر بھی بادشاہ کی ڈیوڑھی پر یہ کہتے ہوئے بیٹھ گئے کہ اس نے قلندروں کو شہر بدر کرنے کا حکم کیوں صادر کیا؟

کرامات

اس کتاب میں کچھ خوارق عادات وکرامات کا بیان کیا گیا ہے۔ حالانکہ اس اختلافی دور میں بعض لوگ کہتے ہیں کہ کرامات کا بیان ہیرامن طوطے کا افسانہ کہنا ہے مگر جہاں تک شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے کرامت بھی آپ کی شخصیت کا جز ہے۔ جہاں تک آپ کے فیض روحانی کا تعلق ہے ہر شخص معترف ہے کرامت سے قطع نظر آپ بلند کردار صاحب علم وفضل غیر معمولی قوت ارادی اور اعلیٰ تنظیمی صلاحیت کے مالک تھے۔

سلسلہ عالیہ صابریہ اور نظامیہ

ہر سلسلے کے لوگ آپ کی ولایت کو تسلیم کرتے ہیں۔ آپ کے سجادگان اور اولاد کو قدرو

منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان حضرات کی برابر آمد و رفت ہوتی رہتی ہے۔ سلسلۂ نظامیہ کے بزرگ سجادگان عرس شریف کے موقع پر حضرت شاہ حیات احمد احمدی سجادہ نشین کے زمانہ میں کثرت سے تشریف لاتے تھے اور محفل سماع میں شرکت فرماتے تھے۔

آج بھی جس کثرت اور عقیدت سے سلسلہ نظامیہ کے مشائخ یہاں آتے ہیں ضبط بیان سے باہر ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ دونوں سلسلے کے بانی رشد و ہدایت کے آفتاب ہیں، ایک سے یعنی حضرت خواجہ علاء الدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ صابریہ اور دوسرے سے یعنی خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ نظامیہ جاری ہوا۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ دونوں طرف کے لوگ چشتیہ تعلیمات کا اچھا نمونہ پیش کریں اور متحد ہو کر تبلیغ کا کام انجام دیں۔

درگاہ اور قومی یکجہتی

آج کل قومی یکجہتی پر بڑا زور دیا جاتا ہے۔ صوفیوں کی خانقاہیں اور درگاہیں اس گئی گزری حالت میں بھی اس کا بہتر نمونہ ہیں۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ اور عرس شریف میں ہر مذہب و ملت کا آدمی بغیر کسی روک ٹوک کے شرکت کرتا ہے اور فیض سے مالا مال ہوتا ہے ہندوستان میں آزادی کے بعد جا بجا فرقہ وارانہ فسادات ہوئے۔ مگر ردولی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے محفوظ رہی۔ فرقہ پرستی نے اگر امن و امان میں خلل ڈالنا بھی چاہا تو حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے فیض ولایت سے کامیاب نہیں ہوئی۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو رسول اکرم ﷺ اور ان کے غلاموں کی برکت سے اپنے غضب سے محفوظ رکھے۔

پیران کلیر اور ردولی

ردولی کا جو تعلق پیران کلیر سے ہے محتاج بیان نہیں۔ حضرت صابر پاک رحمۃ اللہ علیہ سلسلۂ صابریہ کے آفتاب ہیں اور حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اس کی بے مثل ضیا، اس کے علاوہ حضرت شاہ حیات احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ کی دختر افسر النساء کی شادی شاہ مسعود احمد کلیری خلف شاہ عبدالرحیم سجادہ نشین پیران کلیر سے ہوئی تھی۔ ان سے دو لڑکے ہوئے۔ شاہ اقبال احمد اور شاہ

اخلاق احمد۔ (یہ دونوں لڑکے اپنے نانا کے یہاں رہتے ہیں۔(۱) یہ قدوسی نعمانی ہیں)۔ اس سے دونوں خانوادوں کے درمیان اور بھی قربت پیدا ہوئی۔

پانی پت اور ردولی

ردولی کا پانی پت شریف سے تعلق اظہر من الشمس ہے کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے پیرومرشد حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء عثمانی پانی پتی تھے۔

ردولی اور گنگوہ

ردولی کا جو تعلق گنگوہ سے ہے وہ بھی محتاج تعارف نہیں۔ حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ گنگوہی صفوی نعمانی ردولوی حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اس کے علاوہ حضرت شیخ عارف احمد رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی یعنی حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی پوتی بھی آپ کو بیاہی تھیں۔

ردولی اور دیگر مقامات

ردولی کا خاص تعلق گنگوہ، الہ آباد، لکھنؤ، تھانیسر، ایٹہ، امروہہ، بنارس، اجودھیا، مین پوری، دہلی، پاک پٹن شریف، حیدرآباد دکن، چٹاگانگ، بہار شریف، بریلی اور دیگر مقامات سے ہے۔ فرنگی محل لکھنؤ اور الہ آباد سے ذاتی تعلق بھی ہے۔ یعنی شاہ حیات احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے چھوٹی بیٹی اثر النساء کی شادی مولانا جمال میاں فرنگی محلی سے ہوئی۔ اسی طرح حضرت شیخ ولایت حسین رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت شیخ احمد الفاروقی کی بیٹی بی بی رابعہ کی شادی شاہ تمیم احمد فرزند اکبر شاہ آفاق احمد احمدی سجادہ نشین کے ساتھ ہوئی۔

اعتراف

راقم الحروف نہ تو عالم ہے اور نہ صاحب قلم، لازمی ہے کہ اس کتاب میں صدہا غلطیاں ہوں

---

(۱) دونوں حضرات اپنی طبعی عمر پوری کر کے انتقال فرما چکے ہیں۔۱۲

گی۔آپ حضرات سے دست بستہ التماس ہے کہ عفو کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں غلطیوں کی طرف توجہ دلائیں تاکہ درست کرلی جائیں۔ایک گزارش ہے کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر کوئی جامع کتاب نہیں ہے اس لئے اہل تحقیق اور اہل قلم اس طرف بھی توجہ مبذول کریں۔راقم الحروف نے حتی المقدور معلومات کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کی ناکام کوشش کی ہے تاکہ لوگ ایک نظر میں حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کے بارے میں مختصر طور پر جان لیں اس سے پہلے اس طرح کی کوئی کوشش غالباً نہیں کی گئی۔

اس کتاب کی تدوین میں کئی حضرات نے کتابیں عطا کیں، مفید مشورے دیئے اور ہمت افزائی کی۔مولیٰ تعالیٰ ان سب حضرات کو فیضان شیخ العالم سے بہرہ ور فرمائے۔

فقط

یکے از ننگ خاندان حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ

شاہ مبین احمد فاروقی ردولوی

۵/جون ۱۹۷۲ء

ردولی شریف

ضلع بارہ بنکی، یوپی

۸۷۶

حق حق حق

لمعات تصوّف

صوفیاء کرام امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو قبلۂ ارباب طریقت وحقیقت تسلیم کرتے اور علم روحانیت کا امام مانتے ہیں کتاب مجید وسنّت مطہرہ کی روشنی میں آپ کے وسیلے سے سرکار دو عالم ﷺ اور حق تعالیٰ تک پہنچتے ہیں یعنی معرفت رسالت والوہیت کے حصول کی سعی کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ختم المرسلین ﷺ نے خرقۂ خلافت فقر آپ کو عطا فرمایا۔اور بہ طور خاص علوم باطنی سے نوازا جس کی تفصیل یہ ہے۔

حدیث پاک

مَنْ كُنْتُ مَولاه فعلی مولاه — میں جس کا مولیٰ ہوں علی اس کے مولا ہیں۔

اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا — میں شہر علم ہوں اور علی اس کے باب ہیں۔

(مشکوٰۃ صفحہ-۵۶۴)

خرقۂ فقر

ایک روز چاروں اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خدمت اقدس صاحب قاب قوسین اوادنیٰ حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ میں حاضر تھے۔حضور پرنور ﷺ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ شب معراج میں درگاہ ربّ العزت سے یہ خرقۂ فقر مجھ کو عطا کیا گیا ہے۔

اگر میں تم کو عطا کروں تو تم کیا حق ادا کرو گے؟ عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میں صدق وصداقت اختیار کروں گا۔ بعدہٗ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے یہی سوال کیا۔ وہ عرض گذار ہوئے کہ میں شیوۂ عدل کو شعار بناؤں گا اور مظلوم کو ظالم کے ظلم سے نجات دلانے کی سعی کروں گا۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر یہی سوال کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں حیا اور تحمل کو پیش پیش رکھوں گا۔ آخر میں آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے وہی سوال کیا۔ انہوں نے عرض کیا میں اس عنایت کے شکریہ میں پردہ پوشی کی صفت اپناؤں گا۔ حتی الامکان بندۂ خدا کے عیوب چھپاؤں گا اور خلق کی خطاؤں پر عفو کی نظر ڈالوں گا۔ اس جواب سے خوش ہو کر آپ ﷺ نے حکم الٰہی کے بموجب وہ خرقۂ فقر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مرحمت فرمایا۔(۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ، خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ، اور خواجہ کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہ نے علم باطن حاصل کیا۔ ان کو چار پیر کہا جاتا ہے۔ خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے چودہ شاخیں نکلی ہیں۔ جس کی ایک بہت ہی مقبول شاخ سلسلۂ چشتیہ ہے۔

حضرت سیّد الانبیاء ﷺ سے جنہوں نے ظاہری و باطنی تربیت پائی ان کو صحابہ کہا جاتا ہے رضی اللہ عنہم اور جنہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فیوض حاصل کئے ان کو تابعین کہا جاتا ہے اور جنہوں نے تابعین کرام سے اکتساب کیا ان کو تبع تابعین کہا جاتا ہے اور جنہوں نے تبع تابعین سے ظاہری و باطنی علوم حاصل کئے ان کو صوفی کہا جانے لگا۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق شیخ ابوالہاشم کوفی۔ وصال ۱۵۰ھ نے سب سے پہلے صوفی کا لقب اختیار کیا۔ بعض نے جابر بن حیان کو پہلا صوفی کہا ہے یہ دونوں کوفے کے رہنے والے تھے اور دوسری صدی ہجری میں پیدا ہوئے۔

(۱) خزینۃ الاصفیا۔ جلد اول صفحہ ۱۶

اولین صوفیاء

حضرت نبی الامّی ﷺ پر اولین ایمان لانے والوں میں سے ایک گروہ اصحاب صفّہ کے نام سے مشہور ہے ان لوگوں نے مسجد نبوی کے سامنے قطعۂ زمین پر چبوترہ بنالیا تھا اور اسی پر شب و روز گزارتے تھے۔ یہ چبوترہ ان کا مکان تھا۔ ان کے اوصاف یہ تحریر کئے گئے ہیں کہ:

۱- ان لوگوں نے گھر بار چھوڑ دیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے تھے۔

۲- روز و شب طاعت وعبادت وذکر وفکر الٰہی اور تعمیل فرمان رسالت میں بسر کرتے تھے۔

۳- ان کی آنکھیں روئے زیبا کا طواف کرتیں اور جنبش ابرو کی منتظر رہتیں، اذن رسول اللہ ﷺ کے بغیر کچھ نہ کرتے، وہ فنافی الرسول ہو گئے تھے۔

۴- وہ مفلس و نادار تھے، نہ صحیح لباس تھا نہ خورد و نوش کا انتظام تھا۔ مگر جو کچھ دربار نبوی ﷺ سے عطا ہوتا۔ یا مخیّر اصحاب رضی اللہ عنہم حسن سلوک کرتے۔

۵- وہ صاحب غیرت تھے۔ کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کرتے، نہ اپنے چہرے بشرے سے ظاہر ہونے دیتے کہ ان کو کسی چیز کی ضرورت ہے۔

۶- وہ محنت اور مزدوری سے رزق حلال حاصل کرتے، اپنے اوپر صرف کرتے اور دین اسلام کے فروغ پر خرچ کرتے۔

۷- دین کی تعلیم حاصل کرتے، اس تعلیم کو دوسروں تک پہنچاتے۔ اور راہِ خدا میں جہاد کرتے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں ارشاد فرمایا ہے۔

"لِلْفُقَرَاءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِي سَبِيْلِ اللهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْباً فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ. اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ الحافاً.

(سورہ بقرہ۔ آیت ۲۷۳)

ترجمہ: (صدقہ) ان فقیروں کیلئے جو راہ خدا میں روکے گئے زمین میں چل نہیں سکتے نادان انہیں تونگر سمجھے بچنے کے سبب، تو انہیں ان کی صورت سے پہچان لے گا، لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے۔

صوفیوں کی جتنی صفات بعد والوں نے بیان کی ہیں۔ اصحاب صفّہ ان سے بدرجہا اوصاف حمیدہ سے موصوف تھے۔ صوفیوں کا مقصد کیا تھا؟ فنافی الرسول ہونا، اصحاب سے بڑھ کر فنافی الرسول کون ہوسکتا ہے؟ قرآن پاک اور حدیث شریف میں ان کی پیروی کی صاف صاف تلقین کی گئی ہے۔

آیت شریف

"وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْاهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْعَنْهُ." (التوبہ آیت ۱۰۰)

ترجمہ: اور سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔

حدیث شریف

"قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَصْحَابِیْ كَالنُّجُوْمِ فَبِاَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ"
(مشکوٰۃ باب مناقب صحابہ صفحہ-۵۵۴)

"میرے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین تاروں کی طرح ہیں تم ان میں سے جس کسی کی پیروی کروگے ہدایت یاب ہوجاؤ گے۔"

حق تعالیٰ نے امت محمدیہ پر وہ احسان عظیم کیا ہے کہ جس کا شکر ادا کرنا ناممکن ہے۔ قیامت تک کے لئے سند جاری فرمادی کہ جو بھی مہاجرین اور انصار رضی اللہ عنہم اجمعین کی پیروی کرے گا اللہ اس سے راضی اور وہ اللہ سے راضی، ایسا انعام کسی قوم کو عطا نہیں کیا گیا اس فرمان پر صوفیوں کے سلسلے وجود میں آئے جو برحق ہیں۔ اللہ اور رسول ﷺ کے فرمان کے عین مطابق

ہیں۔ جو شخص کسی بھی سلسلے سے منسلک ہوا وہ ہدایت یاب ہوا۔

شیخ وقت قائم مقام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے

شیخ کا مرید ہونا اطیعوا اللہ واطیعوا الرّسول کے حکم کے بموجب ہے۔ اور نجات اخروی کی بشارت ہے اہل علم و اہل عشق کہتے چلے آئے ہیں کہ کتاب وسنّت کی پیروی کرنے والے کو شیخ وقت سے منسلک ہوجانا چاہئے کیوں کہ اس وسیلے سے بچت ہے۔ دین اسلام ہر مسلمان کو فرائض و واجبات بجالانے کا حکم دیتا ہے۔ جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کی تعمیل کرے اور جن باتوں سے منع کیا ہے ان سے رُک جائے۔ آخرت کا انحصار اسی پر ہے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ان تعلیمات کے جامع تھے لہٰذا ان کی پیروی کرنے سے اور ان کے پیروی کرنے والوں کی پیروی کرنے سے تسلسل یعنی وسیلے کی طاقت پیدا ہوجاتی ہے خامیوں اور کمیوں پر حق تعالیٰ عفو کی نظر ڈالتا ہے اور پردہ پوشی فرماتا ہے اس کے برعکس اللہ تعالیٰ نوازے یا نہ نوازے۔

فنافی اللہ وفنافی الرّسول

طاعت وعبادت ومعرفت الٰہی حضرت ختم المرسلین ﷺ پر ختم ہوگئی ہے۔ فنافی اللّٰہی آپ پر تمام ہوچکی ہے۔ لہٰذا کوئی بھی شخص اس درجہ تک فنافی اللہ نہیں ہوسکتا۔ رہ گئی بات فنافی الرسول ﷺ کی تو یہ بات طے ہے کہ اصحاب کرام سے زیادہ فنافی الرّسول بعد کے آنے والے نہیں ہوسکتے۔ البتہ ان کی پیروی کرنے سے حسب ظرف معرفت رسالت ومعرفت حق تعالیٰ حاصل ہوسکتی ہے اور یہ انعام جاری ہے دوسرے لفظوں میں فنافی الرسول ﷺ ہونا ہی فنافی اللہ ہونا ہے۔ یعنی معرفت رسول کا حاصل ہونا ہی معرفت الٰہی ہے۔

حدیث شریف از عبدالرحمٰن بن عابس واز معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما

"حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کہ میں نے اپنے پروردگار کو حسن صورت میں دیکھا۔ مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ملائکہ کس بات میں جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ تو ہی عالم ہے۔ پس حق تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے

درمیان رکھا۔ پس میں نے حق تعالیٰ کے ہاتھ کی سردی دونوں پستانوں کے درمیان محسوس کی پس جان لیا میں نے جو کچھ آسمان میں تھا اور ہر چیز جو زمین میں تھی۔ اور دوسری حدیث شریف میں ہے کہ ہر چیز جو آسمان میں تھی اور ہر چیز جو زمین میں تھی مجھ پر روشن ہوگئی۔'' (۱)

اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فنافی الرّسول ﷺ ہونے کی ایک مثال

حجۃ الوداع کے ۱۰ھ/۶۳۲ء موقع پر منیٰ کے میدان میں آپ ﷺ ناقہ پر سوار تھے۔ شمع نبوت کے گرد ایک لاکھ مسلمانوں کا ہجوم تھا آپ ﷺ نے لوگوں سے مخاطب ہوکر پوچھا :

''کچھ معلوم ہے کہ آج کون سا دن ہے؟'' لوگوں نے عرض کیا کہ خدا اور اس کے رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے۔'' آپ ﷺ نے دیر تک سکوت کے بعد فرمایا۔ ''کیا آج قربانی کا دن نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں! بے شک ہے۔ آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا۔ یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے پھر اسی طریقے سے جواب دیا۔ خدا اور رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے۔ آپ ﷺ نے دیر تک سکوت کیا اور فریاما کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ ہاں! بے شک ہے۔

آپ ﷺ نے پھر پوچھا یہ کون سا شہر ہے؟ لوگوں نے بدستور جواب دیا۔ یعنی خدا اور رسول ﷺ کو زیادہ علم ہے۔ آپ نے دیر تک سکوت کے بعد فرمایا۔ کیا یہ بلدۃ الحرام نہیں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہاں! بے شک ہے۔'' (۲)

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جانتے تھے کہ کون سا دن ہے؟ کون سا مہینہ ہے اور کون سا شہر ہے۔ مگر اپنی زبان سے کہنا سوئے ادب جانا۔ اگر حضرت سیّد الانبیا ﷺ فرمادیتے کہ یہ دن ہے۔ یہ مہینہ ہے اور یہ شہر ہے تو صحابہ سرِ تسلیم خم کردیتے اور عرض کرتے کہ بے شک یہی دن ہے۔ یہی مہینہ ہے۔ یہی شہر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا کہ :

(۱) فتاویٰ قیام الملۃ والدین صفحہ ۵۶ (فارسی)، از مولانا عبدالباریؒ فرنگی محلی
(۲) سیرت النبی ﷺ جلد دوم صفحہ ۱۲۸، از مولانا شبلی نعمانی

ذَالِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرَاۃِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ. (الفتح آیت-۲۹)

ترجمہ: ان کی صفت توریت میں اور ان کی صفت انجیل میں ہے۔

لفظ ''صوفی'' کے مآخذ

لفظ صوفی کس سے نکلا؟ اس کے بارے میں مختلف آرا ہیں:

۱- بعض کے نزدیک لفظ ''صفا'' سے نکلا ہے جس کے معنیٰ صفائی، طہارت، پاکیزگی قلب و روح و عمل کے ہیں۔

۲- مورخ بیرونی کے مطابق صوفی یونانی لفظ ہے جس کے معنی قریب قریب فلسفی کے ہیں۔

۳- عام رائے کے مطابق ''صوف'' سے نکلا ہے جس کے معنی اُون کے ہیں۔ انبیاء و اولیاء برگزیدہ ہستیوں کا اون کے کپڑے پہننا نشان امتیاز تھا اسلامی فقرا نے اس سنّت کو برقرار رکھا کہ وہ سیاہ اُون کا خرقہ پہنتے تھے اور اپنے خلفاء کو مرحمت فرماتے۔ نیز اُون کی سیاہ کملی رکھتے تھے۔

۴- لیکن اس کا فطری مآخذ اہل صفّہ ہیں۔ صوفی کا لفظ سن کر دماغ فطری طور سے اہل صفّہ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے کیوں کہ اہل اسلام اہل صفّہ اور ان کے اوصاف سے واقف ہیں۔

صوفیاء کے اوصاف

حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: وَذَرُوْا ظَاھِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَہٗ (انعام آیت-۱۲) اور چھوڑ دو کھلا اور چھپا گناہ۔ ظاہری گناہ کو چھوڑنا نفس پر شاق گزرتا ہے مگر باطنی گناہوں کا چھوڑنا بہت مشکل ہے۔ یہ حق تعالیٰ کی رحمت بے پایاں پر منحصر ہے۔ سینے سے بغض وحسد، بخل وریا، غیبت وکدورت۔ حرص وطمع، حُبّ جاہ وشہرت، کبرونخوت کو دور کرکے خوش خلقی، سخاوت حلم ومروت، عجز وانکساری، شوق ومحبت، عفوواحسان کی صفات پیدا کرنا ہی تصوّف ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

بعثت لِاُتمّم حسن الاخلاق (مشکوٰۃ صفحہ-۴۳۲)

۱- ''میں حسن اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں۔''

''اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَاناً اَحْسَنُھُمْ خُلُقاً. (ایضاً)

۲- ''مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو۔''

صوفیاء حسن اخلاق پیدا کرنے کے لئے قرآن مبین کی اس آیت شریفہ پر خاص عمل کرتے ہیں۔

''قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِی یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ الرَّحِیْمٌ. (آل عمران آیت-۳۱)

ترجمہ: اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

پس صوفیاء کا اصل الاصول اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت پیروی کرنا ہے تا کہ حق کی رضا حاصل ہو جائے یہی مرتبۂ یقین کے مترادف ہے جب صوفی مرتبہ یقین پر فائز ہوتا ہے تو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے مطابق:

''تو وہ جو کچھ کہتا ہے یا کرتا ہے یقین سے کہتا اور کرتا ہے مقامات عالیہ اس کے سینے میں پیدا ہوتے ہیں اور دو امور ظاہر ہوتے ہیں۔ کرامات خارقہ اور تربیت مریداں۔'' (مقصد دوئم)

علم مکاشفہ

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق علم مکاشفہ ہی علم باطن ہے۔ علوم کی انتہا اور مقصد بھی یہی علم ہے۔ علم باطن ایک ایسا نور ہوتا ہے جو دل میں تمام برائیوں سے پاک ہونے کے بعد آتا ہے اسی نور سے انسان بہت سی چیزوں کی حقیقت کو پالیتا ہے ہر نیکی کی اصلیت سمجھ میں آ جاتی ہے یہاں تک کہ خدا کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔(۱)

علم اسرار

حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے علم مکاشفہ کو علم اسرار سے تعبیر کیا ہے ان کے مطابق یہ علم

(۱) خلاصہ احیاء علوم الدین

مرتبۂ عقل سے بالاتر ہے یہ وہ علم ہے جس کو روح القدس دل میں ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

۱-''وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ.

(البقرہ آیت-۲۸۲) اور اللہ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے۔

۲-یَااَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَتَّقُوْا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَکُمْ فُرْقَاناً. (انفال آیت-۲۹)

ترجمہ: اے ایمان والو اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو تمہیں وہ (چیز) دے گا جس سے حق کو باطل سے جدا کرلو۔

۳-یَااَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰہَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِہٖ یُؤْتِکُمْ کِفْلَیْنِ مِنْ رَحْمَتِہٖ وَیَجْعَلْ لَکُمْ نُوْراً تَمْشُوْنَ بِہٖ.

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت کے دو حصے تمہیں عطا فرمائے گا اور تمہارے لئے نور کر دے گا جس میں چلو۔(۱)

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت خاصہ کو علم، فرقان اور نور فرمایا ہے۔ اسی کو علماء صوفیا یقین، علم مکاشفہ اور علم اسرار کہتے ہیں۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ صوفیا کے اقوال و افعال کتاب اور حدیث کے مطابق ہوتے ہیں۔ ان کے حالات زندگی ان کی تشریح ہیں۔

عوام اور علما و صوفیا کا ایمان و یقین

قلب میں ہدایت و یقین حاصل ہونے کے تین درجے ہیں۔

۱- ایک ایمان و یقین عوام کا ہے جس کی بنیاد تقلید ہوتی ہے جو نص پر قائم ہے۔ مثلاً کتاب الٰہی اور سنّت رسول اللہ ﷺ اور اکابر امت کی تصدیق پر ایمان رکھتے ہیں کہ لا الٰہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ ﷺ۔

۲- دوسرا ایمان علما کا ہوتا ہے جو غور و فکر اور علمی دلائل پر اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ محمد رسول اللہ ﷺ۔

۳- تیسرا ایمان صوفیا کا ہوتا ہے جو نورِ باطن سے اس یقین پر پہنچتے ہیں کہ لا الٰہ اِلّا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ۔ اس درجے میں لغزش کا بہت کم امکان رہتا ہے کیوں کہ معرفت قطعی حاصل ہو جاتی ہے۔

فقہا و صوفیا

نماز صحیح ارکان کے ساتھ ادا ہو جائے تو فقہا کے نزدیک نماز ہو جائے گی۔ مگر صوفیا خشوع و خضوع اور اخلاص کا بھی مطالبہ کرتے ہیں۔ صوفیا کی عبادت و ریاضت کی بنیاد علم و یقین پر ہے۔ فقہا ظاہری امور پر حکم لگاتے ہیں قلب کا حال ان کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ مثلاً سو روپیہ پر ڈھائی روپیہ زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ مگر صوفیا سو کے سو روپیہ حق تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دینا فرض حقیقت سمجھتے ہیں۔

(۱) فتوحات مکیہ جلد اول - دیباچہ صفحہ ۸

مومنین کے اوصاف میں چند آیات قرآنیہ

۱- اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللہَ قِیَاماً وَّ قُعُوْداً وَّ عَلٰی جُنُوْبِہِمْ. (آل عمران آیت ۱۹۱)

ترجمہ: اور جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔

۲- تَتَجَافٰی جُنُوْبُہُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّہُمْ خَوْفاً وَّ طَمْعاً. (السجدہ ۱۶)

ترجمہ: ان کی کروٹیں جدا ہوتی ہیں خواب گاہوں سے اور اپنے رب کو پکارتے ہیں ڈرتے اور امید کرتے۔

۳- رِجَالٌ لَا تُلْہِیْہِمْ تِجَارَۃٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللہِ. (النور آیت-۳۷)

ترجمہ: وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور خرید فروخت اللہ کے ذکر سے۔

۴- وَالَّذِیْنَ صَبَرُوْا ابْتِغَاءَ وَجْہِ رَبِّہِمْ وَاَقَامُوْا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوا مِمّا رَزَقْنَا ہُمْ سِرّاً وَّ عَلَانِیَۃً وَّ یَدْرَؤُنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃِ. (الرّعد آیت-۲۲)

ترجمہ: اور صبر کیا اپنے رب کی رضا چاہنے کو اور نماز قائم رکھی اور ہمارے دیئے سے ہماری راہ میں چھپے اور ظاہر کچھ خرچ کیا اور برائی کے بدلے بھلائی کر کے ٹالتے ہیں۔

۵- اَلتَّائِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللہِ وَبَشِّر الْمُؤْمِنِیْنَ. (التوبہ آیت-۱۱۲)

ترجمہ: توبہ والے عبادت والے سراہنے والے روز والے رکوع والے سجدہ والے بھلائی کے بتانے والے اور برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدیں نگاہ رکھنے والے اور خوشی سناؤ

مسلمانوں کو۔

۶- اِنَّمَا یُؤمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِّرُوۡا بِهَا خَرُّوۡا سُجَّداً وَّ سَبَّحُوۡا بِحَمۡدِ رَبِّهِمۡ وَهُمۡ لَا یَسۡتَکۡبِرُوۡنَ. (السجدہ آیت-۱۵)

ترجمہ: ہماری آیتوں پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ جب وہ انہیں یاددلائی جاتی ہیں سجدہ میں گر جاتے ہیں اوراپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے اس کی پاکی بولتے ہیں اورتکبرنہیں کرتے۔

۷- وَیُطۡعِمُوۡنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسۡکِیۡناً وَّ یَتِیۡماً وَّ اَسِیۡراً اِنَّمَا نُطۡعِمُکُمۡ لِوَجۡهِ اللهِ لَا نُرِیۡدُ مِنۡکُمۡ جَزَآءً وَّ لَا شُکُوۡراً. (الدھر آیت-۸)

ترجمہ: اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر اور مسکین اور یتیم اور اسیر کو ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گذاری نہیں مانگتے۔

۸- اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَتَطۡمَئِنُّ قُلُوۡبُهُمۡ بِذِکۡرِ اللهِ. اَلَا بِذِکۡرِ اللهِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ. (الرّعد آیت-۲۸)

وہ جوایمان لائے اوران کے دل اللہ کی یاد سے چین پاتے ہیں سن لواللہ کی یاد میں ہی دلوں کا چین ہے۔

۹- لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ. وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَیۡءٍ فَاِنَّ اللهَ بِهٖ عَلِیۡمٌ. (آل عمران آیت-۹۲) تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو اور تم جو کچھ خرچ کرو اللہ کو معلوم ہے۔

صوفیااور جہاد

۱- حق تعالیٰ نے ارشادفرمایا ہے کہ:

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللهِ وَرَسُوۡلِهٖ ثُمَّ لَمۡ یَرۡتَابُوۡا وَجَاهَدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللهِ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوۡنَ. (الحجرات آیت-۱۵)

ترجمہ: ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اوراس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنی جان اور مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی سچے ہیں۔

۲- وَالَّذِیۡنَ جَاهَدُوۡا فِیۡنَا لَنَهۡدِیَنَّهُمۡ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللهَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ. (العنکبوت۶۹)

ترجمہ: اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھادیں گے اور بے شک اللہ نیکو کے ساتھ ہے۔

۳- وَجَاهِدُوۡا فِی اللهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَاجۡتَبٰکُمۡ وَمَا جَعَلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِیۡکُمۡ اِبۡرَاهِیۡمَ. (الحج ۷۸)

اوراللہ کی راہ میں جہاد کروجیسا حق ہے جہاد کرنے کا اس نے تمہیں پسند کیا اورتم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی تمہارے باپ ابراہیم کا دین۔

یہ اللہ کی راہ میں محنت کرنا اور جہاد کرنا وہی جہاد اکبر ہے۔جس پر ملت ابراہیمی کی بنا ہے۔یعنی حق کی راہ میں عیش وآرام، اہل وعیال اور جان ومال ہر چیز کو قربان کردینا۔

صوفیاواولیا کے اقسام

حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ''تذکرۂ اولیا'' کے دیباچے میں تحریر فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ مختلف طور کے ہوتے ہیں۔

(۱) اہل معرفت۔ (۲) اہل معاملت۔ (۳) اہل محبت

(۴) ہمہ صفات (۵) ادنیٰ صفات سے متّصف۔

(۶) اور بے صفت۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کو خود نہیں معلوم ہوتا کہ وہ ولی اللہ ہیں۔(تذکرۃ الاولیاء دیباچہ (اردو ترجمہ)

سلسلہ

سلسلہ کے لغوی معنی ہیں زنجیر، زنجیر کڑیوں سے عبارت ہوتی ہے ایک کڑی دوسری کڑی سے منسلک ہوتی ہے۔اسی طرح صوفی یا کسی نظام تصوف سے وابستہ افراد کے جاری تسلسل کو اصطلاح میں سلسلہ یا خاندان کہتے ہیں۔ہندوستان میں صوفیوں کے بہت سے خاندان اور سلسلے ہیں۔جن میں قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، اور نقشبندیہ مشہور ہیں۔تمام صوفیوں کا مقصد معرفت الٰہی کا

حصول ہے اور یہ مقصد کتاب مجید اور سنّت رسول اللہ ﷺ کی ظاہری اور باطنی پیروی واطاعت سے حاصل ہوتا ہے بس فرق ماحول و زمانہ کے اعتبار سے طریقۂ حصول اور تعلیم میں ہے۔ اشاعت اسلام بطریق عشق ومحبت ان کا اصل الاصول ہے۔

ولایت

ان کے حلقۂ تبلیغ کو ولایت کہتے ہیں۔اس کے علاوہ صوفی روحانی مرتبہ حاصل کرتا ہے جس کے خواص کو ولایت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ کے ارشاد خداوندی کے مطابق صوفیاء مختلف مدارج کے ہوتے ہیں۔ درجے کے اعتبار سے فیض ولایت میں کمی وبیشی ہوتی ہے۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت میں پورا برصغیر ہے تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ آپ مرتبہ یقین یا روحانیت کے اس درجہ پر فائز ہیں جس کا فیضِ اثر سارے برصغیر پر پڑتا ہے۔

حضرت شیخ ابوالحسن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات:

آپ نے فرمایا کہ تصوف۔صوفی ازم،علوم ورسوم کا نام نہیں ہے۔اس کی بنیاد علم ربّانی اور اس کی رہنمائی سے ایک خاص مذہبی طور وطریقہ مراد ہے اگر اس کی بنیاد علم ہوتی تو یہ عام معلومات سے حاصل ہوجاتی اور اگر رسم ہوتی تو مجاہدہ سے مل جاتی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں ہے جس پر وہ نازل فرمادے کہ انسان دنیاوی علائق سے منھ موڑ کر اللہ کی عبادت اور اس کی مخلوق کی ہدایت کی طرف متوجہ ہوجائے۔

الحمد للہ ربّ العالمین بحق سرکار دوعالم ﷺ

عاجز ترین
شاہ مبین احمد منظر ردولوی
۱۳رجنوری ۱۹۸۷ء منگل

۷۸۶
حق حق حق

سلسلۂ عالیہ صابریہ چشتیہ کے مشائخ عظام

(۱)

سلسلۂ چشتیہ کے سربراہ امام الاصفیاء والعارفین، مجتہد وفقیہہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ کی ذات منبع البرکات ہے۔آپ کی اس فضیلت و بزرگی کا سبب امام المتقین امیر المؤمنین باب شہر علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے علوم ظاہری و باطنی کا حاصل کرنا ہے۔امیر المؤمنین نے آپ کو وضو کرنا سکھایا نیز بصرہ کی مسجد میں تمام واعظین کرام کو وعظ وتلقین سے روک دیا مگر آپ کو اجازت عطا فرمائی۔آپ نے جس کو ہدایت فرمائی وہ منزل پر پہنچا۔آپ کی مجلس میں غنی آتا تو دنیا سے بیزار ہوجاتا۔کافر آتا مسلمان ہوجاتا۔ خوف الٰہی عروج پر تھا ہمیشہ عرض کرتے ، یاالٰہی حسؔن گنہ گار ہے، رحم فرما، شرمسار نہ کر، آپ نے فرمایا کہ معرفت یہ ہے کہ خصومت کا ایک ذرّہ بھی دل میں نہ ہو۔آپ نے ۱۱۱ھ میں پردہ فرمایا۔(۱)

(۲)

آپ کے خلیفہ وقائم مقام حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ ہوئے۔آپ صاحب سماع تھے۔راہ الٰہی میں سب کچھ لٹا دینا آپ کا وصف تھا۔ ۱۷۷ھ میں پردہ فرمایا۔(۲)

(۳)

آپ کے قائم مقام حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ ہوئے۔لقب سراج الواصلین ہے۔حضرت بوعلی رازی تیس سال آپ کی خدمت میں رہے اور تربیت حاصل کی۔فقر و فاقہ و

---
(۱) سیر الاقطاب صفحہ۱۱۔ (۲) ایضاً صفحہ۱۳۔

راضی بحق ہونا اصول درویشی تھا۔ ۱۸۷ھ میں پردہ فرمایا۔ اور جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔(۱)

(۴)

آپ کے قائم مقام وخلیفہ حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم بلخی رضی اللہ عنہ ہوئے آپ نے بادشاہت کو خدا حافظ کہا۔ مملکت فقیری کے غوث الاعظم ہوئے جس جگہ قیام فرماتے وہ جگہ مشکبو ہوجاتی، ایثار وشکر حق تعالیٰ کا پیہم ادا کرنا آپ کی شان فقیری تھی، ملک شام میں پردہ فرمایا۔ بعض کے نزدیک سال وصال ۲۸۰ھ اور بعض کے نزدیک ۲۶۵ھ ہے۔(۲)

(۵)

آپ کے خلیفہ وقائم مقام حضرت خواجہ حذیفہ المرعشی رضی اللہ عنہ ہوئے۔ فقیہہ وعالم وعامل تھے۔ آپ نے فرمایا کہ قوت روح درویشاں ذکر لا الٰہ الاّ اللہ ہے اہل زر سے دور رہتے اور فقیروں کی صحبت میں وقت گذارتے۔ فرمایا کہ جس پیر کے پاس دولت دیکھو اس سے کنارہ کش ہوجاؤ۔ آپ نے سرکار دوعالم ﷺ سے بشارت پائی کہ جو بھی تیرے وسیلے سے آئے گا۔ بہشت میں جائے گا۔ آپ نے ۲۵۲ھ میں پردہ فرمایا۔(۳)

(۶)

آپ کے خلیفہ وقائم مقام ہوئے حضرت خواجہ ہبیرہ البصری رضی اللہ عنہ آپ خلوت نشین تھے۔ اہل زر سے بہت اجتناب کرتے ایک مرتبہ از راہ عقیدت ایک شخص نے ہزار درہم پیش کئے آپ بے ہوش ہوگئے۔ ہوش آنے پر فرمایا کہ اہل محبت کے سامنے غیر مطلوب چیز لائی جائے تو یہی حال ہوگا۔ آپ نے ۲۸۷ھ میں پردہ فرمایا۔(۴)

(۷)

آپ نے خرقۂ فقر حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری کو عطا فرمایا انہوں نے حضرت شیخ معروف رضی اللہ عنہ کرخی اور حضرت شیخ عبداللہ خفیف رضی اللہ عنہ سے بھی خلافت پائی آپ صاحب سماع تھے۔ اعراس مشائخ طریقت منعقد کرتے اور طعام پیش کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ خاموشی اور

(۱) سیر الاقطاب صفحہ ۲۸۔ (۲) ایضاً صفحہ ۲۹ و خزینۃ الاصفیاء صفحہ ۲۳۰

(۳) خزینۃ الاصفیاء جلد اوّل صفحہ ۲۳۶۔ (۴) ایضاً صفحہ ۲۳۷

مراقبہ سے شیشۂ دل مصفّا اور روشن ہوجاتا ہے۔ ایک نے سوال کیا کہ خدا کہاں ہے؟ فرمایا جہاں تو نہ ہو۔ آپ نے ۲۹۹ھ میں پردہ فرمایا۔(۱)

(۸)

آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ ابواسحاق شامی رضی اللہ عنہ ہوئے۔ آپ سلسلۂ چشتیہ کے سرچشمہ ہیں پیر ومرشد نے آپ کو چشت روانہ فرمایا وہاں آپ نے خانقاہ قائم فرمائی اور خواجۂ چشت کہلائے بہت بڑے صاحب سماع تھے آپ کی مجلس سماع کی تاثیر سے مریض کو شفا ہوجاتی۔ قلوب حق کی طرف مائل ہوجاتے لیکن ارباب دنیا کو محفل میں نہ آنے دیتے اور فرماتے سماع کے لئے اجتماع اخوان شرط ہے۔ آغاز سماع سے پہلے اہل سماع کو اطلاع دیتے اور خود روزہ رکھتے اور قوالوں کو تائب کرتے آپ کی خدمت میں دو مرتبہ بادشاہ وقت آیا تو اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یا الٰہی اسحاق سے کیا گناہ سرزد ہوگیا ہے؟ فقرا کی صحبت اختیار کرتے۔(۲)

(۹)

آپ کے خلیفہ قطب المتقین حضرت سیّد شیخ ابو احمد رضی اللہ عنہ چشتی ہوئے۔ آپ فرسناقہ کے سلطان کے فرزند تھے۔ سلسلۂ نسب حضرت امام حسن علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے۔ صاحب سماع تھے دوران سماع جس پر نظر پڑتی صاحب کرامت ہوجاتا۔ جس بیمار پر توجہ فرماتے شفایاب ہوجاتا۔ سماع کی حالت میں پیشانی منور ہوجاتی اور شعاعِ نور نکلتی دکھائی دیتی۔ آپ نیا کپڑا زیب بدن نہ کرتے۔ مشہور واقعہ ہے کہ فضل بن یحییٰ برمکی نے آپ کے ذوق سماع پر اعتراض کیا تو بخار کے مرض میں مبتلا ہوگیا اور عالم رویا میں سرکار دوجہاں ﷺ نے عتاب ظاہر فرمایا کہ تیرا سماع سے انکار درحقیقت مجھ سے انکار ہے جا اور ابو احمد سے معافی مانگ، چنانچہ آپ کی چشم عنایت سے وہ فی الفور شفایاب ہوگیا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مسلمان صدق دل سے کلمۂ لا الٰہ الاّ اللہ محمد رّسول اللہ ﷺ کہے تو آگ کا اثر نہیں ہوسکتا۔ ہزاروں افراد آپ کے فیض اثر سے حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے بلکہ چشت میں کوئی کافر نہیں رہا جو آپ کے دور میں مسلمان نہ ہوگیا ہو۔ قول وفعل کا اثر تمام

(۱) سیر الاقطاب صفحہ ۵۵۔ (۲) سیر الاقطاب صفحہ ۵۸۔

رکھتے تھے۔ ۳۵۵ھ آپ کا سال وصال ہے۔(۱)

(۱۰)

آپ کے فرزند حضرت سیّد شیخ ابو محمد چشتی رضی اللہ عنہ آپ کے قائم مقام ہوئے اور خرقۂ فقر پہنا آپ کی تاثیر نگاہ کا یہ عالم تھا کہ جس شخص کے لئے منظور ہوتا چشم زدن میں ولی ہو جاتا آپ کی ولادت باسعادت کے لئے آپ کے والد نے بارگاہ حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ میں بشارت پائی اور حسب الحکم نام سرکار ﷺ کے نام پر رکھا گیا۔ آپ کے والد نے سماع کی تلقین کی اور فرمایا کہ صد سالہ عبادت وریاضت سے جو مطلوب حاصل ہوگا وہ سماع کی ایک محفل سے حاصل ہو جائے گا۔ یہ راز پوشیدہ ہے چنانچہ والد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے سماع کی اعلیٰ درجے کی محفلیں آراستہ فرماتے جس سے حاضرین کو فیض پہنچتا۔ سلطان سبکتگین ارادت کیشوں میں داخل ہو کر کامیابیوں سے ہمکنار رہا۔ ۴۱۱ھ سال وصال ہے۔(۲)

(۱۱)

آپ کے قائم مقام آپ کے سگے بھانجے حضرت سیّد ناصر الدین خواجہ ابو یوسف چشتی الحسنی رضی اللہ عنہ ہوئے۔ آپ جامۂ پیوند پہنتے۔ فقرا کی از حد تعظیم کرتے۔ ارشاد فرماتے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے دوست فقرا ہیں، نذر فقرا میں تقسیم فرما دیتے، صاحب سماع تھے۔ آپ نے فرمایا کہ صد سالہ عبادت یک ساعت سماع کے سامنے گرد ہے۔ آپ کی محفل سماع میں فقرو علما و صلحا و مشائخ ہی شریک ہوتے۔ ۴۵۹ھ سال وصال ہے۔(۳)

(۱۲)

آپ نے خرقہ خلافت اپنے فرزند حضرت سیّد خواجہ مودود چشتی رضی اللہ عنہ کو عطا فرما کر اپنا قائم مقام بنایا۔ آپ میں خلق وتواضع کی صفت تھی۔ سلام کرنے میں سبقت کرتے، فرماتے معراج شریف میں ربّ العالمین نے سرکار دوعالم ﷺ کو سلام فرمایا۔ السّلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ! سرکار دوعالم ﷺ کا معجزہ تھا کہ کوئی بھی سلام میں آپ سے سبقت نہ کرسکا۔ صاحب سماع تھے آغاز

(۱) سیر الاقطاب صفحہ ۶۴۔ (۲) ایضاً صفحہ ۷۰۔
(۳) ایضاً صفحہ ۸۹۔

محفل سے پہلے تلاوت قرآن پاک ہوتی اور ختم محفل تلاوت قرآن پاک پر ہوتی، اعلیٰ درجے کا طعام کھلاتے، آپ نے فرمایا کہ تصرف روح اولیا واثر ولایت ایشاں ہمہ جاست یعنی روح اولیا کا تصرف اور اثر ولایت ہر جگہ ہے۔ بسیار سفر کیا بیت المقدس سے نواح چشت و بلخ تک آپ کے دو ہزار سے زائد خلفا اور بے شمار مرید تھے۔ آپ کے نام مبارک کی برکت سے مصائب اور مشکلات رفع ہو جاتیں۔ صاحب کرامات عالیہ تھے۔ حسن کے ساتھ وصال فرمایا۔ ۵۲۷ھ میں۔(۱)

(۱۳)

آپ نے خرقۂ فقر و ارادت حضرت شیخ حاجی شریف زندنی رضی اللہ عنہ کو عطا فرما کر اپنا جانشین بنایا۔ آپ فقرا کی تعظیم میں مبالغہ فرماتے۔ یہاں تک ان کے پاؤں کی خاک آنکھوں سے لگا لیتے اور فرماتے فقرا اگر مجھ کو بیچ ڈالیں تو میں راضی ہوں، صاحب سماع تھے۔ پیوند لگا ہوا لباس پہنتے، فاقہ ہوتا تو سو رکعت نماز شکرانے کی ادا کرتے، مشہور واقعہ ہے کہ جب سلطان سنجر کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے خواب میں اس سے پوچھا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میرے پاس کوئی چیز راہ آخرت کی نہیں تھی البتہ ایک بار مسجد میں حضرت شیخ زندنی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اس کی برکت سے بخش دیا گیا۔ سال وصال ۶۱۲ھ ہے۔ (۲)

(۱۴)

آپ کے خلیفہ وقائم مقام حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ عنہ ہوئے آپ علوم شریعت و طریقت میں یگانۂ روزگار تھے، مشائخ کے مسلک عبودیت (غلامی) سے منسلک تھے آپ کو عبادت میں کمال استغراق حاصل تھا اور صاحب سماع تھے۔ ایک بار خلیفۂ وقت معترض ہوا، اور درباری علماء سے سماع کے جواز پر بحث کرنے کے لئے آپ کو طلب کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کسی کو فتح اہل سماع پر حاصل نہیں ہوئی ہمارے خلفاء اور مریدوں میں یہ سنّت تا قیامت جاری رہے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ آپ صاحب کلام تھے آپ کی ایک مشہور غزل کا یہ مقطع اسرار سے پُر ہے۔

منم عثمان ہارونی کہ یار شیخ منصورم

(۱) سیر الاقطاب صفحہ ۸۹۔ (۲) ایضاً صفحہ ۹۳۔

ملامت می کند خلق و من برادر می رقصم

پنجم شوال المکرّم تاریخ وصال ہے۔(۱)

(۱۵)

آپ کے قائم مقام حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی رضی اللہ عنہ ہوئے۔ ہندوستان میں سلسلۂ چشتیہ حضرت سید خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ عنہ سے جاری ہوا۔ آپ کی نگاہ کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ جس فاسق پر پڑ جاتی وہ تائب ہوجاتا اور فرمانبردار ہوجاتا آپ نے ۶/رجب ۶۳۳ھ میں بمقام اجمیر پردہ فرمایا۔ آپ کے ممتاز خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رضی اللہ عنہ ہوئے۔(۲)

(۱۶)

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی نے سلسلہ کی نشر و اشاعت و استحکام کا کام کیا۔ آپ ہمہ وقت خوف خشیت الٰہی میں مستغرق رہتے۔ سنت نبوی کے بے انتہا پابند اور عشق الٰہی سے مغلوب تھے۔ مریدین کے تزکیہ و تربیت میں کمال رکھتے تھے وصال دہلی میں ۶۶۱ھ میں دوران سماع حضرت جام کے اس شعر پر ہوا تھا۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جان دیگر است (۳)

(۱۷)

آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ عنہ المتوفی ۶۶۴ھ نے سلسلے کو منظّم کیا اور چار چاند لگا دیئے۔(۳)

آپ کے تین خلفا سے تین سلسلے جاری ہوئے۔

الف- حضرت شیخ جمال الدین رضی اللہ عنہ ہانسوی سے سلسلۂ جمالیہ جو بعد میں نظامیہ میں مدغم ہوگیا۔

ب- حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ سے سلسلۂ نظامیہ، آپ صاحب

(۱) سیر الاقطاب صفحہ ۱۰۰۔ (۲) ایضاً صفحہ ۱۴۱۔ (۳) ایضاً صفحہ ۱۶۰۔

جمال تھے اور خلق منتظر جمال۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سلسلہ مشک کی طرح مہک اٹھا اور ہندوستان کے گوشے گوشے میں خوشبو پھیل گئی آپ کا وصال دہلی میں ۷۲۵ھ میں ہوا۔ جنازے کے ساتھ قوالان خوش آواز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی غزل گا رہے تھے جس کے اس شعر نے حشر برپا کر دیا۔

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو،
تو کجا بہر تماشا ...... می روی

ج- حضرت سیّد خواجہ علاء الدین علی احمد صابری حسنی و حسینی کلیری رضی اللہ عنہ سے صابریہ سلسلہ جاری ہوا۔ آپ صاحب جلال تھے۔ گرمیٔ نگاہ سے بتان آذری فضا میں تحلیل ہو گئے۔ برق جلال چھپی تو مشام جان کو معطّر کرنے والی نسیم سبک رو چلنے لگی، ویرانے میں بہار آئی، عالم میں شور برپا ہوا اور خلق زیارت کے لئے ٹوٹ پڑی۔ آپ نے ۶۹۰ھ میں پیران کلیر میں پردہ فرمایا۔(۱) آپ کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی جو پیہم ترقی پذیر ہے۔

آپ کے جلال کا اثر سلسلہ پر پڑا۔ آپ کے خلفاء مجاہد ہوئے، فروغ اسلام کی خاطر ہر قسم کا جہاد کیا اور آج سلسلۂ صابریہ صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ اس کے باہر بھی شریعت و طریقت کا محافظ سمجھا جاتا ہے۔

آپ کے واحد خلیفہ حضرت سیّد خواجہ شمس الدین رضی اللہ عنہ ترک پانی پتی المتوفی ۷۱۵ھ ہوئے،(۲) اور آپ کے خلیفہ و قائم مقام حضرت مخدوم المشائخ شیخ محمد جلال الدین کبیر الاولیاء عثمانی پانی پتی رضی اللہ عنہ المتوفی ۷۶۵ھ ہوئے اور آپ کے خلفاء میں حضرت شیخ العالم احمد عبد الحق صاحب توشہ ردولوی رضی اللہ عنہ المتوفی ۸۳۷ھ کو ممتاز درجہ حاصل تھا۔ آپ نے سلسلہ کی اشاعت میں غیر معمولی مجاہدہ کیا اور اسے پوری دنیا میں روشناس کر دیا۔ آپ کا خاص وصف یہ تحریر ہوا ہے کہ جو بھی آپ کے ذہن میں آتا چند ساعت میں ظہور ہو جاتا۔

آپ کے خلیفہ و قائم مقام آپ کے واحد فرزند حضرت شیخ عارف احمد رضی اللہ عنہ المتوفی ۸۵۵ھ ہوئے اور آپ کے خلیفہ و قائم مقام آپ کے واحد فرزند حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ ہوئے

(۱) سیر الاقطاب صفحہ ۱۸۴۔ (۲) ایضاً صفحہ ۱۹۷۔

جن سے خانقاہ شیخ العالم میں استحکام پیدا ہوا اور اس کے اثر میں اضافہ ہوا۔ آپ[1] کے ممتاز خلیفہ حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ گنگوہی ابن حضرت شیخ محمد اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ ابن حضرت شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ نعمانی ردولوی ہوئے آپ نے شاہ آباد پھر گنگوہ کو مرکز بنا کر سلسلہ کی اشاعت کا کام سرانجام دیا۔ اس میں ترتیب اور تنظیم پیدا کی اور اسے خواص میں مقبول بنایا۔ آپ کا وصال گنگوہ شریف میں ۹۴۴ھ میں ہوا۔

آپ کے خلفا اور خلفاء کے خلفاء نے نہایت جانفشانی کے ساتھ اور نامساعد حالات میں تبلیغ کے مشکل کام سے عہدہ برآ ہوتے رہے۔ پھر ایک اور بڑی شخصیت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۳۱۰ھ کی صورت میں ظاہر ہوئی جس نے سلسلہ کو غیر ممالک میں روشناس کرایا۔

ان کے علاوہ سجادہ نشینان حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ مع حضرت شاہ التفات احمد رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۹۰۸ء حضرت شاہ حیات احمد المتوفی ۱۹۶۴ء وشاہ آفاق احمد المتوفی ۱۹۸۰ء پیران کلیر کے سجادہ شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہم نیز مولانا شیخ احمد میاں الفاروقی المتوفی ۱۹۸۵ء الٰہ آبادی حضرت شاہ خاموش رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ سیّد قطب میاں رحمۃ اللہ علیہ حیدر آباد دکن

---

[1] آپ کے ممتاز ترین خلفاء میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور آپ کے فرزند حضرت مخدوم شیخ اولیا عرف شیخ بدھ اولیا قدس سرہما مشہور زمانہ ہوئے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی علیہ الرحمہ سے سلسلہ چشتیہ صابریہ احمدیہ قدوسیہ چلا اور حضرت شیخ اولیا سے سلسلہ چشتیہ صابریہ احمدیہ چلا۔ آپ حضور شیخ العالم کے تیسرے سجادہ نشین تھے۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند شیخ پیر اولیا ان کے بعد شیخ قطب الدین ان کے بعد شیخ حمید ان کے بعد شیخ سلیم ان کے بعد شیخ عارف ثانی ان کے بعد شیخ محمد اشرف عرف پیرا چھے ان کے بعد شیخ پیر بساون ان کے بعد شیخ حاجی احمد زماں ان کے بعد شیخ فقیر احمد ان کے شیخ علی احمد ان کے بعد شاہ درویش احمد ان کے بعد شیخ التفات احمد ان کے بعد شیخ حیات احمد ان کے بعد شیخ آفاق احمد علیہم الرحمہ یہ سب حضرات یکے با دیگرے اپنے اپنے والد کے بعد حضور شیخ العالم کے سجادہ نشین ہوتے رہے اور سلسلے کو فروغ دیتے رہے۔ فی الحال حضرت شاہ آفاق احمد احمدی علیہ الرحمہ کے حقیقی پوتے نیر ملت حضرت شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں صاحب قبلہ حضور شیخ العالم کے موجودہ سجادہ نشین کی حیثیت سے سلسلہ چشتیہ صابریہ احمدیہ کی خدمت میں مصروف ہیں۔ ۱۲رمحمد احمد رضا مصباحی

[2] موصوف وفات پا چکے ہیں۔ ۱۲رمحمد احمد رضا مصباحی

حضرت قطب علی شاہ بنارس کے جانشین شاہ مصطفیٰ احمد مرحوم گنگوہ شریف کے موجودہ سجادہ حضرت شاہ قریش[2] احمد اور ان سب کے خلفاء مریدین اور اہل خاندان نے سلسلہ اور نظام خانقاہ و درگاہ کے وقار میں غیر معمولی اضافہ کیا۔

ہندوستان کی آزادی کے بعد اہل درگاہ کا عوام کو اپنی طرف کھینچ لینا اور صاحبان مزار کی عقیدت کو کم نہ ہونے دینا کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے۔

ہم ہیں وابستگان زلف و راز
دور تک سلسلہ ہمارا ہے (وسیم ردولوی)

شاہ مبین احمد فاروقی

سلسلۂ نسب حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ صاحب توشہ ردولوی

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب خلیفہ دوئم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت شیخ عبداللہ رضی اللہ عنہ

حضرت شیخ ناصر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ منصور رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ ادہم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ سلطان ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ ابوالفتح رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ عبداللہ محمد واعظ الاکبر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ عبداللہ واعظ الاصغر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ مسعود رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ خواجہ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ فخرالدین محمود رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ شہاب الدین فرخ کابلی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ احمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد اکبر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ محمد یوسف رحمۃ اللہ ثانی

حضرت شیخ محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ شعیب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ عمر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ احمد عبدالحق صاحب توشہ ردولوی رحمۃ اللہ علیہ

حق حق حق

منقبت

درشان حضرت شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ ردولوی

مطلوب دل مقصود جاں مخدوم عبدالحق توئی
آرام جان سالکاں مخدوم عبد الحق توئی
اے در خطر مارا سپر در نیم شب مارا سحر
ہم دستگیر بیکساں مخدوم عبد الحق توئی

فخر جلال الدین توئی، سرّ علاء الدین توئی
آئینہ دار گلر خاں مخدوم عبد الحق توئی
انعام آوردہ علی یعنی دعائے حیدری
آمدند از لامکاں مخدوم عبد الحق توئی
محو جمال ایزدی، عکس حیاتِ احمدی
ممتاز خیلِ چشتیاں مخدوم عبد الحق توئی

از حضرت شاہ حیات احمد احمدی مرحوم
سجادہ نشیں مخدوم عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ
ردولوی

حالات زندگی

حضرت شیخ العالم احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ صاحب توشہ

احمد والی مددگار جہاں
قطب عالم دستگیر بیکساں

۷۸۶

حق حق حق

نام وخطابات

آپ کا اصل نام شیخ احمد ہے پیر طریقت حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے ربّ العزت کے حکم سے شیخ عبد الحق نام رکھا۔عوام وخواص میں شیخ العالم اور ''مخدوم صاحب'' کے بزرگ خطابات سے مشہور ہیں۔ صاحب انوار العیون نے آپ کے ملفوظات شریف ''شیخ العالم'' کے نام سے تحریر فرمائے ہیں۔ جونپور اور اس کے نواح کے لوگ آپ کو ''مخدومین'' کہتے ہیں۔

القاب

صاحب انوار العیون نے ان القاب کے ساتھ خراج عقیدت پیش کیا ہے ''قطب الاقطاب، تاج الاولیاء، ہادی الاصفیاء'' سلطان العارفین، برہان الواصلین حضرت شیخ العالم شیخ احمد عبدالحق ردولوی صاحب توشہ قدس سرّہ العزیز(۱)

صاحب سیر الاقطاب نے عقیدت کے پھول ان الفاظ کے ساتھ نچھاور کیے ہیں ''آں حجت الاولیا، آں برہان الاتقیاء، آں آفتاب سپہر توحید، آں معدن گوہر تحریر، آں مہر فلک مشاہدہ، آں ماہ چرخ مجاہدہ، آں در بحر عرفان وحقیقت مستغرق قدوۃ الاولیاء حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس اللہ تعالیٰ سرّہ العزیز۔(۲)

نسب وخاندان بموجب مرأۃ الاسرار

آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی شیخ عمر اور دادا کا شیخ داؤد تھا شیخ عمر مشائخ صورت زیور صلاح وزہد وتقویٰ سے آراستہ تھے ان کے دو فرزند ہوئے۔ شیخ تقی الدین اور شیخ احمد، شیخ تقی

(۱) انوار العیون صفحہ۳ (۲) سیر الاقطاب صفحہ۲۱۵

الدین بڑے تھے۔ اکتساب علم کی غرض سے دہلی کو اپنا وطن بنایا اور وہیں انتقال کیا۔ انہوں نے درس و تدریس اور علماء و فضلاء کی محبتوں میں زندگی بسر کی مگر شیخ احمد نے ردولی نہیں چھوڑی اور یہیں واصل بحق ہوئے۔ یہی شیخ احمد آگے چل کر حضرت شیخ احمد عبدالحق صاحب توشہ ردولوی کے نام نامی سے تمام عالم میں روشن ہوئے۔ آپ ہی کی ذات سے ردولی چشمۂ حق بنی اور آپ کی خانقاہ عالم پناہ سلسلہ صابریہ چشتیہ کا اہم ترین مرکز قرار پائی۔

حضرت شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ

شیخ داؤد حسب و نسب میں ممتاز تھے۔ سلسلہ نسب براہ راست امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر منتہی ہوتا ہے آپ شہر بلخ (افغانستان) کے رہنے والے تھے۔ سلطان علاء الدین خلجی کے دور حکومت میں کچھ لوگوں کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔ سلطان نے بہت ہی تعظیم و تکریم کے ساتھ خوش آمدید کہا اور صوبۂ اودھ میں جاگیر عطا کی۔ ردولی کو آپ نے اپنا وطن بنایا۔ سلوک و معرفت کی تعلیم و تربیت حضرت نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت کر کے حاصل کی اور خلیفہ ہوئے۔(۱)

ردولی میں سکونت

ردولی میں سکونت اختیار کرنے کی وجوہات حسب ذیل ہوسکتی ہیں:

(۱) جاگیر کا بڑا حصہ ردولی کے اطراف میں تھا۔ سلطان علاء الدین کے عہد حکومت کی تحریر فی الحال دستیاب نہیں مگر نوابین اودھ کے دور کے فرامین راقم الحروف کے پیش نظر ہیں جو شاہ احمد زماں سجادہ نشین کے حق میں مواضعات کے سلسلے میں جاری کئے گئے تھے، ہر ایک فرمان میں یہ جملہ اہمیت رکھتا ہے۔ کہ: ہر سال سند مجدّد نطلبند'' ہر سال جدید سند نہ طلب کریں، یعنی مواضعات کی معافیاں مستقل طور سے دے دی گئیں۔ تفصیل یہ ہے:

۱- فرمان نواب شجاع الدولہ۔ مرقوم ۲۹ رشوال ۱۱۸۶ھ برائے نصف موضع بنگاواں پرگنہ

(۱) انوار العیون، صفحہ ۶۱

ردولی۔

۲- فرمان نواب آصف الدّولہ۔ مرقوم بست محرم الحرام ۱۱۹۰ھ برائے موضع انبیٹھ پرگنہ ردولی۔

۳- فرمان نواب آصف الدّولہ۔ مرقوم سوم ذیقعدہ ۱۱۹۳ھ برائے مواضعات سعید خان پور و چک آلہ پور پرگنہ ردولی۔ اب یہ دونوں گاؤں تحصیل بیکاپور ضلع فیض آباد میں شامل ہیں۔

ان فرامین کی بنیاد پر ہم قیاس کرتے ہیں کہ یہ وہی مواضعات تھے جو سلطان علاء الدین کی حکومت میں حضرت شیخ داؤد کو دئے گئے تھے، ہر بادشاہ کے دور میں تجدید سند کی ضرورت ہوتی تھی ان مواضعات بشمول دیگر مواضعات کی معافیاں خاتمہ زمینداری قانون تک برقرار ہیں اور جن کی انیوٹی عطیہ بحالی افسر کے حکم سے جاری ہوئی جو سالانہ صاحب سجادہ کو ملتی ہے۔

(۲) شیخ داؤد کے ایک پیر بھائی یعنی حضرت چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ردولی کے رہنے والے شیخ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ ان کا مزار محلّہ شیخانہ قصبہ ردولی میں اس وقت بھی ہے۔

حضرت چراغ دہلوی رحمۃ اللہ سے بیعت ہونے کا باعث یہ افراد بھی ہو سکتے ہیں۔

۱- شیخ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ ۲- شیخ سلیمان ردولوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت چراغ دہلوی کے خلیفہ حکیم شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ۔ وصال ۷۵۹ھ(۱) تھے۔ ان کے خلیفہ شیخ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ تھے، شیخ داؤد اور شیخ بدرالدین میں قرابت داری تھی۔ شیخ داؤد اکثر ان کے ہاں رہا کرتے تھے۔(۲) شیخ داؤد کب مرید ہوئے؟ جاگیر پانے سے پہلے یا بعد میں دونوں صورتیں ممکن ہیں لیکن جاگیر پانے سے پہلے کی صورت زیادہ قرین قیاس ہے۔

چنداین کی تصنیف

چنداین نامی منظوم کہانی پوربی زبان کی تا حال قدیم ترین تصنیف سمجھی جاتی ہے اس کے کوی/ شاعر ملّا داؤد ہیں۔ ان کے بارے میں جناب ڈاکٹر محمد انصار اللہ ریڈر شعبہ اردو مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کی رائے ہے کہ وہ حضرت شیخ العالم احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کے دادا تھے۔ ثبوت میں انہوں نے مشہور مؤرخ ملّا عبدالقادر کی تصنیف سے یہ اقتباس پیش کیا ہے۔(۳)

(۱) خزینۃ الاصفیا صفحہ ۳۵۸۔ (۲) انوار العیون صفحہ ۶۱ (۳) چنداین اور منیاست صفحہ ۱۱۰

’’در۷۷۲ھ خانجہاں وزیر وفات یافت و پسرش جونا شاہ بہ ہماں خطاب مخاطب گشت و کتاب چنداین را کہ مثنوی است بہ زبان ہندوی در بیان عشق لورک و چندا نام عاشق و معشوق، والحق خیلے حالت بخش است، مولانا داؤد بنام اُونظم کردہ و ازنہایت شہرت دریں دیار احتیاج بہ تعریف ندارد و مخدوم شیخ تقی الدین واعظ ربانی در دہلی بعضے از ابیات تقریبی اورا بر سر منبر خواند و مردم را از استماع آں حالت غریب روئے میداد، چوں بعضے از افاضل آں عہد شیخ را پرسیدند کہ سبب اختیار این مثنوی ہندوی چیست؟ جواب داد کہ تمام حقائق و معانی ذوقیست و موافق بہ وجدان اہل شوق و مطابق تفسیر بعضے از آیات قرآنی وخوش آوازان ہند حال ہم بہ سواد خوانی آن صید دلہا می ربایند‘‘۔منتخب التواریخ صفحہ ۲۵۰۔

اُردو ترجمہ از مؤلف

’’وزیر خانجہاں کی وفات ۷۷۲ھ میں ہوئی، اس کا بیٹا جونا شاہ اسی خطاب سے مشہور ہوا۔ زبان ہندوی، پوربی، میں کتاب ’’چنداین‘‘ جو لورک و چندا نام کے عاشق و معشوق کی داستان عشق ہے بہت ہی حالت بخش یعنی پر از تاثیر ہے۔ مولانا داؤد نے جونا شاہ کے نام پر اسے نظم کیا تھا۔ دیار دہلی میں شہرت یافتہ ہے۔ جس کی تعریف۔تعارف کی ضرورت نہیں۔ واعظ ربانی مخدوم شیخ تقی الدین نے دہلی میں اسکے چند اشعار بر سر منبر پڑھے تو لوگوں پر اسکے سننے سے حالت غریب طاری ہوگئی۔ اس عہد کے چند فضلا نے شیخ تقی الدین سے بر سر منبر پڑھنے کا سبب دریافت کیا تو اُنہوں نے جواب دیا کہ مثنوی ذوق حقیقی کے حقائق و معارف سے لبریز ہے۔ اہل عشق کے وجدان کے مطابق ہے نیز بعض آیات قرآن کی تفسیر پیش کی گئی ہے۔‘‘

موجودہ ہند کے خوش آواز اس کی سواد خوانی پڑھنے سے دلوں کا شکار کرتے رہتے ہیں۔‘‘

انوار العیون، مرأۃ الاسرار، خزینۃ الاصفیاء میں شیخ داؤد کو حضرت چراغ دہلوی کا مرید لکھا گیا ہے۔ مگر چنداین میں شیخ داؤد نے خود کو حضرت چراغ دہلوی کے بھانجے شیخ زین الدین سے

راہ سلوک پانے کا ذکر کیا ہے:

سیکھ جنیدی ہوں پتھ لاوا   دھرم پنتھ جتہ پاپ گنوایا
شیخ زین الدین نے مجھے راہ پر لگایا   مذہب کی راہ جتائی، گناہ دور کردیئے(۱)
برس سات سے ہوئے اناسی   تبہا یہ کبی سر سے بھاسی
۷۷۹ برس ہوئے..........   تب کوی سرشار ہو کے بولا
ساہ پھیروج دلّی سرتانا   جونا شاہ اوجیر بکھانا
شاہ فیروز سلطان دلّی ......   جونا شاہ اس کا وزیر کہلاتا ہے (۲)

ان ابیات کے مطابق شیخ داؤد نے چنداین کو ۷۷۹ھ میں نظم کا جامہ پہنایا۔ فاضل محقق کا کہنا ہے کہ حضرت شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ گنگوہی نے اس کتاب کا فارسی میں ترجمہ کرنا شروع کیا تھا۔ بلکہ بڑا حصہ مکمل کرلیا تھا۔(۳) شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ گنگوہی کی شادی کے وقت جو ہندی اشعار گائے گئے تھے وہ چنداین کے تھے فاضل مقالہ نگار نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت عبد القدوس کا ہندی تخلّص الکھ داس تھا۔کوئی صاحب ’’ایسر داس‘‘ تھے۔ یہ عبد القدوس سے قدیم ہیں کہیں خود حضرت احمد عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ نے تو اپنے نام کا یہ ترجمہ نہیں کیا؟(۴)

اس مقالے سے اہم ترین سوالات پیدا ہوگئے ہیں جن کا تسلی بخش جواب مزید تحقیق ہی دے سکتی ہے۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ ملّا عبد القادر کے اقتباس میں شیخ تقی الدین کا ذکر کیا گیا ہے اگر وہ واقعی حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بھائی تھے تو پھر چنداین کے شاعر یقیناً حضرت شیخ داؤد تھے۔ یہ بات طے شدہ ہے بلکہ اس میں شبہ کی گنجائش نہیں کہ شیخ تقی الدین عالم تھے اور دہلی میں رہتے تھے۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا ابتدائی زمانہ ان کے پاس گزرا اور آپ نے ان سے تعلیم حاصل کی۔

ہم فاضل مقالہ نگار کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک نئ جہت سے روشناس کرایا۔ ہم سلسلۂ صابریہ چشتیہ کے خوانوادوں اور سجادہ نشینوں اور تمام حضرات سے بہ نفس نفیس گزارش

(۱) چنداین دسنیاست صفحہ ۹۔ (۲) ایضاً صفحہ ۱۱ (۳) مکتوب گرامی مورخہ ۱۹؍مارچ ۱۹۸۶ء (۴) ایضاً

کرتے ہیں کہ وہ اپنی معلومات سے راقم الحروف کو آگاہ کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں۔ یہ بہت ہی نیک کام ہوگا۔

مدفن حضرت شیخ داؤداور حضرت شیخ عمر

حضرت شیخ عمراور شیخ داؤد کا وصال ردولی میں ہوا۔ حضرت مخدوم چھوٹے رانا (چوٹی رانا) کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔ سالانہ قل شریف ہوتا ہے۔(۱) تفصیل فٹ نوٹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

سن ولادت حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت باسعادت کس سن میں ہوئی صحیح پتہ نہیں چلتا۔ نہ تو انوارالعیون میں تحریر ہے اور نہ اخبارالاخیار میں۔ اغلب یہی ہے کہ کسی تذکرہ یا کتاب مستند میں مذکور نہیں البتہ بزم صوفیہ میں مجموعی عمر شریف ۱۰۸/ ایک سو آٹھ سال دی گئی ہے۔(۲) لیکن یہ قطعی تو نہیں مگر قرین قیاس ہے۔اس کے بموجب سن پیدائش ۷۳۰/ ۷۲۹ھ نکلتا ہے۔

مرأۃ الاسرار کی پیش نظر نقل میں عمر شریف ''صدو بست'' یعنی ۱۲۰ سال ہے۔ اس کے برخلاف حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے موجودہ سجادہ نشین حضرت شاہ قریش احمد کے بموجب تاریخ پیدائش ۲۱ ماہ ذیقعدہ ۷۳۷ھ ہے۔

بذریعہ مکتوب گرامی ۲۶؍دسمبر ۱۹۷۷ء

(۱) مرأۃ الاسرار (۲) بزم صوفیہ، صفحہ ۶۲۳

فٹ نوٹ: جیٹھ کے پہلے اتوار کو زہرہ بی بی کا میلہ محلّہ میراپور کی صحبت باغ میں ہوتا ہے۔ صبح کو حضرت شاہ حیات احمد احمدی سجادہ نشین جن کا عہد سجادگی ۱۹۶۴ء سے ۱۹۰۸ء تک رہا۔ اقرباء اور اہل خاندان کے ساتھ چوٹی رانے جاتے تھے شیرینی پر فاتحہ ہوتا تھا۔ شیخ داؤد اور شیخ عمر رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو ثواب بخشا جاتا تھا۔ چوٹی رانا امانی گنج جانے والی سڑک کے پچھّم میں واقع ہے۔ پرانے برگد کے پیڑ ہیں، چہار دیواری کے اندر چار مزارات ہیں، اور ایک برگد کا پیڑ لگا ہواہ۔ وہاں سے مغرب کی طرف تالاب کے ٹیلے پر شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند شیخ عبدالعزیز کی قبر پر فاتحہ پڑھنے جاتے تھے، ہم لوگ بھی یہی طریقہ برتتے ہیں۔ چوٹی رانا کے پچھّم میں صحبت باغ ہے جہاں زہرہ بی بی سے منسوب گنبد نما روضہ ہے۔

پیر کامل حضرت کبیر الاولیاء کا وصال ۷۶۵ھ میں ہوا۔ اور شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے ۸۳۷ھ میں پردہ فرمایا۔ یعنی حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے پیر کے وصال کے بعد تقریباً ۷۲/۷۳ برس تک تبلیغ وارشاد کی محفلیں آراستہ رکھیں، بارہ سال کی عمر میں دہلی تشریف لے گئے، دہلی میں کم ازکم آپ کا قیام تا سن بلوغیت ضرور رہا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آپ کے بڑے بھائی شیخ تقی الدین نے انوارالعیون کے مطابق آپ کی شادی کا پیغام دہلی میں کسی کے یہاں دیا۔ معلوم ہونے پر آپ دہلی سے چلے گئے اس لئے کتنے سال آپ دہلی میں رہے اور کس عمر میں پہلے پہل پانی پت شریف میں پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے کہا نہیں جاسکتا لیکن قیاس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیعت ورشد وہدایت کے وقت آپ کی عمر ۲۱؍سال یا کچھ اوپر رہی ہوگی یعنی ۹۰ سال سے زائد عمر ہوئی اتنی بات تو یقینی ہے مگر کامل کتنی عمر ہوئی قطعی طور سے نہیں بتایا جاسکتا۔

بچپن کا ایک واقعہ

آپ اپنی دایہ کی گود میں تھے کہ دفعتاً اس کی گود سے اڑ کر آفتاب کے مقابل سیماب کی طرح بیقرار ہوئے اس واقعہ سے دایہ متحیر، خوف زدہ اور پریشان ہوکر رونے لگی لیکن تھوڑی دیر بعد خدا کی مہربانی سے آپ پھر اس کی گود میں واپس آگئے۔(۱)

ابتدائی تعلیم وتربیت

آپ ابھی بچے ہی تھے کہ والد ماجد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ پرورش وپرداخت تعلیم وتربیت کی ذمہ داری مادر مہربان اور بڑے بھائی شیخ تقی الدین کے سر آئی، دہلی میں آپ شیخ تقی الدین کے یہاں ایک عرصہ تک رہے۔ شیخ تقی الدین نے آپ کی ظاہری تعلیم کے سلسلے میں سعی بلیغ کی مگر آپ نے اس کی طرف رغبت نہیں کی۔ شیخ تقی الدین جب پڑھاتے تو آپ کہتے ہیں کہ مجھ کو باری تعالیٰ کی معرفت کا علم سکھایئے۔ ایک بار پریشان ہوکر جمعہ کے دن دہلی کے اساتذہ کے پاس لے گئے اور گذارش کی کہ یہ لڑکا مجھ سے نہیں پڑھتا شاید آپ ہی لوگوں کا کہنا مانے چنانچہ میزان

(۱) تحفۃ المتقین، بحوالہ ضمیمہ انوارالعیون صفحہ-۱۴۔

الصرف سامنے رکھی گئی جب ضَرَبَ یَضْرِبُ ضَرْباً کی گردان تک پہنچے اور اس کے معنی بتائے تو شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مارنا اور مارا جانا خاص و عام کے اعزاز کا راستہ ہے انتقال کے لئے نہیں۔ آپ لوگ مجھ کو ایسا علم سکھائیں جس سے خدا تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو۔(۱)

اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ آپ رسمی علوم سے بیگانہ تھے درست نہیں۔ آپ کی زندگی کے واقعات بتاتے ہیں کہ علم باطن کے ساتھ ساتھ علم ظاہر میں بھی کمال حاصل کیا تھا۔ بعض اہل نظر نے آپ کو نویں صدی ہجری کا مجدّد بھی شمار کیا ہے۔(۲) آپ کے ارشادات بھی مجدّدانہ اہمیت کے حامل ہیں۔

شیخ کی سعادت مندی

شیخ تقی الدین اور ان کی بیوی کو آپ سے بے انتہا محبت تھی دونوں دل و جان سے چاہتے تھے کہ آپ علم حاصل کریں۔ آپ کی بھاوج شیخ تقی الدین سے کہتیں کہ میاں احمد کو پڑھاتے کیوں نہیں؟ وہ تمہارا چھوٹا بھائی ہے، تم نہیں پڑھاؤ گے تو کس کے پاس جائے گا۔ شیخ تقی الدین فرماتے کہ یہ ایسے علم میں مستغرق ہیں کہ اس کے مقابلے میں ہمارے علم کی پرواہ نہیں کرتے آؤ میں تم کو مشاہدہ کرائے دیتا ہوں۔(۳)

آپ بھی بھائی اور بھاوج کے انتہائی مطیع و فرمانبردار تھے، بھائی کے پاؤں داب تے اور مکّیاں لگاتے۔(۴)

شادی کا پیغام

شیخ تقی الدین نے آپ کی شادی کا پیغام دہلی میں کسی کے یہاں دیا۔ تو لڑکی والوں سے جاکر کہا کہ مجھ کو اپنی لڑکی نہ دینا! میں شادی کے قابل نہیں ہوں۔(۵) لیکن دیر عمر میں سنت نبوی ﷺ کی پیروی کی، اس واقعہ کے بعد دہلی سے "حق" کی تلاش و تجسس میں نکل کھڑے ہوئے۔

(۱) انوار العیون صفحہ-۹ (۲) تاریخ دعوت و عزیمت فٹ نوٹ صفحہ ۴۸
(۳) انوار العیون صفحہ ۱۱-۱۰ (۴) ایضاً صفحہ-۱۱ (۵) ایضاً صفحہ-۱۱

آستانۂ پیرومرشد

جس زمانہ میں آپ باطنی تشنگی سے مجبور ہو کر شہر و صحرا کی خاک چھان رہے تھے۔ منزل مقصود کی راہ نہیں مل رہی تھی۔ اسی دور میں حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا آفتاب ولایت نصف النہار پر تھا۔ جس سے ایک عالم منور ہو رہا تھا اور بے شمار طالبان حق کو راہیں مل رہی تھیں۔ اس کی کرنیں آپ کے اوپر پڑیں اور آپ کا رخ پانی پت شریف کی طرف ہو گیا۔

آپ آستانۂ عالیہ صابریہ پر حاضر ہوئے۔ شیخ المشائخ نے بے اندازہ لطف و کرم فرمایا اور حضرت صمدیت کے حکم اور حضرت احدیت کی اجازت سے اپنے فرق مبارک سے کلاہ اتار کر پہنائی اور فرمایا "کہ یہ سب خدا کے حکم سے ہوا ہے" "صاحب فضیلت مہمان" کی آمد میں طعام کا بندوبست ہوا۔ دسترخوان پر محذورات شرعیہ وممنوعہ اشیاء دیکھ کر کبیدہ خاطر ہوئے، ہاتھ کھینچ لیا اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ سرکارِ عالیہ میں جا کر ٹوپی واپس کردی اور اپنی راہ لی۔(۱)

آستانۂ عالیہ پر دوبارہ حاضری بموجب سیر الاقطاب

چلتے چلتے شام ہوگئی۔ ایک شہر کے نزدیک پہنچے وہاں ایک شخص سے دریافت کیا کہ یہ کون سا شہر ہے؟ اس نے جواب دیا۔ "پانی پت" رات گذری اور صبح کو چل کھڑے ہوئے شام کے وقت خود کو پھر پانی پت کے قریب پایا۔ حیرت میں رات بسر کی اور صبح کے وقت پھر روانہ ہوئے۔ راستہ میں جنگل پڑا اور دیکھا کہ ایک صاحب جمال درخت پر بیٹھا ہے۔ اس سے راستہ دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ راستہ تو تم نے در جلال الدین پر گم کر دیا ہے اور اگر یقین نہ آئے تو وہ دو آدمی آرہے ہیں ان سے دریافت کرلو۔ ان لوگوں نے بھی یہی جواب دیا۔ اب شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں یہ بات راسخ ہوگئی کہ منزل مقصود آستانۂ عالیہ کے علاوہ اور کہیں نہیں ہے، یہ سمجھ کر راست عقیدہ کے ساتھ پیرومرشد کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔(۲)

واپسی میں آپ کے دل میں تمنّا پیدا ہوئی کہ پیرومرشد کلاہ کے ساتھ ساتھ کوئی شیرینی بھی

(۱) انوار العیون صفحہ-۱۲- (۲) سیر الاقطاب صفحہ ۲۱۶/ ۲۱۷

مرحمت فرماتے تو کیا خوب ہوتا، حضرت کبیر الاولیا رحمۃ اللہ علیہ روضہ حضرت خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ میں آپ کا انتظار کررہے تھے۔ایک ہاتھ میں کلاہ تھی اور دوسرے ہاتھ میں نان وحلوہ تھا، دونوں تبرکات آپ کو عطا کر دیئے۔(۱)

آستانۂ عالیہ پر دوبارہ حاضری بموجب انوار العیون

کلاہ واپس کرنے کے بعد آپ چل کھڑے ہوئے اور ایک جنگل میں پہنچے وہاں راستہ نہ ملا تو ایک درخت پر چڑھ گئے۔ دور سے دو آدمی آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ اتر کر اُن سے پوچھا راستہ کدھر ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ راستہ تو تم نے شیخ المشائخ جلال الحق والدین کے آستانے پر گم کر دیا۔آپ نے تین بار پوچھا اور تینوں بار ان لوگوں نے یہی جواب دیا شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کو یقین ہو گیا کہ مقصود حیات آستانۂ شیخ المشائخ کے سوا اور کہیں نہیں ہے لہٰذا توبہ کیا اور خضوع وخشوع کے ساتھ واپس ہوئے دیکھا تو پیرومرشد آپ کا انتظار کررہے تھے۔آپ ان کے قدموں پر گر پڑے۔(۲)

اس بار پیرومرشد نے پہلے سے بھی زیادہ پذیرائی فرمائی۔ ظاہری لطف اور باطنی نظر سے فرمایا عبدالحق آج تم میرے مہمان رہو شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ عبودیت (غلامی) کے طور پر زمین بوس ہوئے۔ شیخ المشائخ نے خادم کو حکم فرمایا کہ کھانے کی جتنی چیزیں بھی ممکن ہوں مہیا کرو نیز ممنوعہ اشیاء بھی لے آؤ پھر دسترخوان بچھایا گیا اور ممنوعہ اشیاء بھی چنی گئیں۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت پھر گریزاں ہوئی۔اس وقت پیرومرشد نے فرمایا۔عبدالحق جس برتن کو حضرت احدیت سے جدا جانتے ہو۔اس سے دور رہو، ہاتھ نہ لگاؤ اور اعراض کرو۔(۳) اور جس چیز کو غیر حق اور غیر نعمت حق سمجھتے ہو اس سے باز رہو،(۴) ارشاد سن کر شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے وسواس دور ہو گئے اور قلب مطمئن ہو گیا۔

(۱) سیر الاقطاب صفحہ۔۲۱۷ (۲) انوار العیون صفحہ۔۱۳۔
(۳) ایضاً صفحہ۔۱۱ (۴) سیر الاقطاب صفحہ۔۲۱۷

خرقۂ خلافت

آپ نے خانقاہ عالیہ میں ایک مدّت تک ریاضت ومجاہدہ کیا، سلوک اور معرفت کی منزلیں پیرومرشد کی رہنمائی میں طے کیں، پیر کامل نے صوری ومعنوی تعلیم وتربیت کے بعد خرقہ خلافت عطا فرمایا۔(۱)

عبدالحق کا خطاب بموجب انوار العیون

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے۔

”آپ نے سید الاولین والآخرین ﷺ کی پیروی میں انتہائی سعی وکوشش کی اس لئے بارگاہ الٰہی سے عبدالحق کا معزز خطاب پایا، زہے کمال کی پیر کی پیروی میں مثال پائی۔“(۲)

عبدالحق کا خطاب بموجب سیر الاقطاب

جب آپ دوسری بار خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے تو پیرومرشد کو دیکھ کر بے ساختہ ”تین بار، حق“ کہہ کر سر کو قدموں میں ڈال دیا۔اس وقت سے سلسلہ عالیہ میں تین بار ”حق حق حق“ کہنے اور لکھنے کی رسم پڑی جو اصول میں تبدیل ہوگئی۔آپ نے اٹھنے، بیٹھنے، کھانے، پینے وغیرہ میں ”حق حق حق“ کہنے کی مداومت کی۔ یہ دیکھ کر پیر روشن ضمیر نے رب العزت کے حکم سے آپ کو ”عبدالحق“ کا خطاب عطا فرمایا۔(۳)

پیرومرشد کی دعا

حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء کے بہت سے خلفاء تھے، جن میں افضل ترین اور کامل ترین تین اشخاص، شیخ احمد عبدالحق ردولوی، شیخ نظام سنّامی اور شیخ بہرام بیڈلوی تھے۔(۴) لیکن سر فہرست آپ ہی کا نام تھا، قطب ربّانی نے خطاب عطا کرنے کے بعد رب العزت سے بے انتہا

(۱) سیر الاقطاب صفحہ۔۲۱۸ (۲) انوار العیون صفحہ۔۵
(۳) سیر الاقطاب صفحہ ۲۱۷ (۴) ایضاً صفحہ۔۲۰۹

رقت آمیز دعا کی اور آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے خدائے عزوجل سے درخواست کی ہے کہ ہمارا سلسلہ تم سے جاری ہو۔ تمام عالم تمہارے نور معرفت سے روشن ہو جائے۔ جس کا اثر تا قیامت باقی رہے اور غلغلہ کبھی کم نہ ہو۔(۱)

شیخ المشائخ کی نگاہ میں آپ نہایت بلند مقام رکھتے تھے۔ یہ اس بات سے ظاہر ہے کہ آپ نے اپنے وصال سے پہلے اپنے صاحبزادے خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے وصیت کی تھی کہ میرا خرقہ اور تمام متعلقات شیخ احمد عبدالحق کے حوالے کر دینا اور فرمایا کہ ضرورت کے وقت احمد عبدالحق تمہاری دستگیری کے لئے کافی ہیں۔(۲)

وطن کی واپسی

خرقۂ خلافت حاصل کرنے کے بعد آپ ردولی واپس ہوئے۔(۳)

شیخ صلاح درویش رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حاضری

پانی پت شریف سے واپس آنے کے بعد حضرت شیخ صلاح درویش۔ عرف شیخ سیاح بابا رحمۃ اللہ علیہ کے روضے میں جا کر ان کی روح کو فاتحہ کا ثواب بخشا۔ پھر حضرت رسالت پناہ ﷺ پر درود شریف بھیج کر اور وہاں بیٹھ کر عرض کیا اگر ایک مصلیٰ اور سبوچہ مل جائے تو سکونت اختیار کروں! قبر سے آواز آئی کہ شیخ احمد حوض کھندو کر کے تالاب میں جا کر مصلّی اور سبوچہ لے لو۔ آپ نے ہاتھ ڈالا تو پہلے سبوچہ ملا اور دوبارہ ہاتھ ڈالنے پر پرانی چارپائی کا جھلنگہ ملا۔

چنانچہ دونوں چیزیں لے کر اپنے آبائی مکان میں فروکش ہوئے۔(۴)

واضح رہے کہ ردولی کے صاحب ولایت حضرت شیخ سیاح رحمۃ اللہ بابا تھے۔ اس لئے اصول درویشی کے مطابق سکونت کی اجازت مانگی۔

(۱) سیر الاقطاب صفحہ-۲۱۸ (۲) بزم صوفیاء و مرأۃ الاسرار فارسی

(۳) سیر الاقطاب صفحہ-۲۰۸ (۴) انوار العیون صفحہ-۳۱ واخبار الاخیار صفحہ ۱۸۵

۷۸۶

حق حق حق

سیر و سیاحت

ردولی میں مستقل سکونت اختیار کرنے کے بعد سیاحت کے لئے نکلتے اور پھر واپس آجاتے۔ تقریباً تمام ہندوستان کی سیاحت کی، سیاحت کے دائرے میں خاص طور سے سندھ، پنجاب، دہلی کا علاقہ اور بہار و بنگال تھے۔ پانی پت سنام، دہلی، بھکر، رائڑی، قنوج، اودھ، جونپور اور دوسرے مقامات میں برابر آمد و رفت رہتی، کبھی مغرب کی طرف جاتے اور کبھی مشرق کی سمت اختیار کرتے آمد و رفت حالات کے جائزے پر منحصر تھی۔

دوران سیاحت، علماء و فضلا، درویش و فقراء، بادشاہ و گدا، عام اور خاص سے ملاقات کرتے، تبادلۂ خیالات اور بحث و مباحثہ کرتے، آپ کے دوستوں میں قلندر، دیوانے اور مجذوب بھی تھے۔ بے خوف و خطر تنہا سفر کرتے۔ آخری دور میں کبھی کبھی اپنے عزیز مرید بختیار جونپوری کو ہمراہی کا اعزاز عطا فرماتے۔

ادوار

آپ کی سیاحت کو چار ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱- پیر و مرشد کی تلاش سے پہلے۔

۲- پیر و مرشد کی تلاش کے بعد۔

٣- قیام خانقاہ سے پہلے۔

٤- قیام خانقاہ کے بعد۔

مقاصد

١- ظاہری وباطنی علوم وتجربات میں اضافہ۔

٢- سلسلۂ عالیہ صابریہ کا تعارف اور اشاعت وتوسیع۔

٣- حالات کا جائزہ تاکہ قیام خانقاہ میں معاون ہو۔

٤- اتباع شریعت کی تلقین وتبلیغ۔

٥- عوام وخواص کی اصلاح وتربیت۔

طریقۂ کار

ان مقاصد کے حصول کا طریقۂ کار یہ تھا:

١- مختلف مقامات پر عارضی قیام۔

٢- ممتاز مشائخ اور دانشوروں سے ملاقات اور مختلف موضوعات پر گفتگو۔

٣- سربرآوردہ حضرات کے علاوہ دیگر اشخاص سے جمہوری سطح پر رابطہ اور درویشانہ طرز رہائش۔

پہلا دور

یہ وہ زمانہ تھا جب آپ پیر کی تلاش میں سرگرداں تھے۔اس تلاش وتجسس میں کہاں کہاں گئے پتہ نہیں چلتا۔یہ دور آپ کا شیخ المشائخ شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ پر ختم ہوگیا۔

دوسرا دور

اس دور کا آغاز خرقۂ خلافت پانے کے بعد ہوا۔اس میں وطن کی واپسی قیام سنام اور اس

کے اردگرد کے علاقوں کی سیاحت شامل ہے۔

سنّام میں قیام

سنّام میں آپ نے مزید ریاضت ومجاہدہ کیا۔سنّام میں ایک بیوہ خاتون بی بی فاطمہ کے یہاں رہتے تھے۔ان کے لڑکے سفید بافی کرتے تھے۔بی بی فاطمہ صوم وصلوٰۃ کی پابند اور تہجد گزار تھیں، شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ فقیر کبھی ان سے قیام لیل میں سبقت نہ کرسکا۔جب یہ فقیر اس خیال سے اٹھتا کہ بی بی صاحب کو زحمت نہ ہو۔تو ان کو یاد خدا میں مشغول پاتا وہ محبت سے فرماتیں بیٹا احمد! گرم پانی موجود ہے۔ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے کی ضرورت نہیں اللہ اکبر کیسی پارسا بی بی تھیں۔(١)

ایک دیوانہ کا واقعہ

سنّام میں ایک صاحب کمال دیوانے سے آپ کی دوستی تھی اس کا قیام ایک مسجد میں تھا۔ایک دن ایک دراز قد خراسانی دیوانہ آیا اور اس دیوانے سے غضب آلود لہجے میں کہنے لگا کہ تم میری ولایت ویران کرنے پر تلے ہوئے ہو میں بھی اسی وقت تمہاری ولایت ویران کرتا ہوں۔یہ کہہ کر چلا گیا۔(٢)

خواب اور تعبیر

اس واقعہ کے بعد ایک رات کو بی بی فاطمہ نے خواب دیکھا کہ ایک حوض میں لوگ مچھلیاں پکڑ رہے ہیں۔اسی رات مخدوم صاحب نے خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑے حوض میں جو دریا کے برابر ہے۔بے شمار مچھلیاں ماری جارہی ہیں آپ نے بی بی فاطمہ کے خواب کی تعبیر بیان فرمائی کہ سنّام تباہ ہوگا اور اپنے خواب کی تعبیر بتائی کہ دلی تباہ ہوگی۔

تھوڑے ہی دنوں میں شورش برپا ہوگئی اور شہر میں ہنگامہ ہوا کہ مغل آگئے۔بی بی فاطمہ کی تلاش میں آپ نکلے۔وہ سوت لینے بازار گئی ہوئی تھیں مگر وہ نہ ملیں تو مسجد میں اس دیوانے کے

(١) انوار العیون (٢) ایضاً

پاس گئے اس نے کہا کہ قہر خداوندی نازل ہوا ہے۔ آپ پھر بی بی فاطمہ کے گھر آئے لیکن وہاں کوئی نہ تھا اور کھچڑی کی پتیلی بدستور چولھے پر چڑھی تھی۔ آپ نے کھچڑی کا ایک لقمہ لیا اور تکبیر کہہ کر عالم حیرت میں زبان حال سے فرما کر ''لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمُ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھّارْ'' گھر سے نکل آئے۔ (۱)

''اس خواب کے چند ہی دنوں کے بعد ۸۰۱ھ میں تیمور کا حملہ ہوا اور قتل و غارتگری کا بازار گرم ہو گیا اور آپ سنّام سے پانی پت روانہ ہو گئے جہاں پیر و مرشد نے چاول کا ایک طباق محبوب مرید کو دیا۔''

التماس: حضرت جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۷۶۵ھ/۱۳۶۴ء میں ہو گیا تھا صاحب خزینۃ الاصفیا کے مطابق آپ کی وفات ''بتاریخ سیزدہم ماہ ربیع الاوّل سال ہفت صد و شصت و پنج ہجری ست'' صفحہ ۳۶۵ جلد اول۔ مؤلف سیر الاقطاب نے تاریخ وصال سیزدہم ماہ ربیع الاول لکھا ہے مگر سال وصال نہیں دیا۔ (۲)

پانی پت شریف کی طرف مراجعت

اس افراتفری میں آپ سنّام سے پیر و مرشد کے یہاں چلے آئے وہاں دیکھا کہ شیخ المشائخ کے خدّام رخت سفر باندھ رہے ہیں اور کسی پہاڑ کی طرف جانے کی تیاری ہے شیخ المشائخ نے چاول کا ایک طباق محبوب مرید کو دیا اور فرمایا ''یہاں سے چلے جاؤ خدا کا قہر نازل ہوا ہے، کچھ ساتھی دہلی کی طرف چلے تو آپ نے کہا کہ خدا کا قہر دہلی پر نازل ہوا ہے۔ چنانچہ آپ نے بدایوں کا رخ کیا۔ (۳) صاحب مرأۃ الاسرار نے اس طبق برنج کی تشریح فرمائی:

حضرت شیخ نور قطب رحمۃ اللہ علیہ کے بموجب مشائخ چشت مریدوں کو طعام، شیرینی وغیرہ کے ساتھ نعمت دو جہاں بھی عطا کرتے تھے چنانچہ اس طبق برنج کی برکت کا یہ اثر ہے کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں نعمت دو جہاں وافر

(۱) انوار العیون صفحہ-۱۶/ ۱۷ و مرأۃ الاسرار فارسی۔ (۲) سیر الاقطاب-صفحہ ۲۱۵۔
(۳) انوار العیون صفحہ-۱۷۔

ہے اور قیامت تک اس کا سلسلہ انشاء اللہ جاری رہے گا۔ جو دولت لوگوں کو سو سال تک حاصل نہ ہوئی شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک لمحہ میں مل گئی۔

شب جمعہ کی سات اذانیں

راہ میں ایک بستی کی مسجد میں ٹھہرے شب جمعہ تھی، بلاؤں کی دوری کی غرض سے بستی کے لوگ سات اذانیں دے رہے تھے ان لوگوں نے آپ سے بھی اذانوں کے لئے کہا آپ نے جواب دیا کہ میری نیت محض اس غرض کے لئے تکرار اذان کی اجازت نہیں دیتی۔ لوگوں نے سوال کیا کیوں؟ آپ نے فرمایا جو بندہ اپنی بھلائی کے لئے عبادت کرتا ہے اور بلاؤں سے دوری چاہتا ہے وہ بندہ حقیقت میں اپنی بھلائی کا بندہ ہے خدا کا نہیں۔ خدا کا بندہ خالص خدا کا بندہ ہوتا ہے منافق نہیں ہوتا اور اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ بندے کا مقصود مطلوب حضرت صمدیت کی ذات کے سوا کچھ نہ ہو۔ وَاعْبُدُ وا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنْ. (۱)

تیسرا دور

یہ دور کافی اہم ہے اس میں آپ نے پنجاب سے لے کر بنگال تک کا سفر کیا۔ اہم اشخاص سے ملاقاتیں کیں۔ غیر معمولی عبادت و ریاضت و مجاہدہ کیا اور منزل مقصود ملی، پھر وطن لوٹے۔

وصال پیر و مرشد اور مخدوم زادوں کی تعلیم و تربیت

حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی قدس اللہ سرہٗ کا وصال پانی پت شریف میں ۷۶۵ھ میں ہوا۔ (۱) آپ کے کئی فرزند تھے مگر صاحب سجادہ حضرت خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے۔ شیخ المشائخ نے مخدوم صاحب سے فرمایا تھا کہ مجھے تمہارے کمال ولایت کی زندگی اور موت میں کوئی انتہا نہیں نظر آتی۔ میرے فرزندوں کی خبر گیری کرتے رہنا۔ خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے وصیّت کی تھی کہ میرا خرقہ اور اس کے تمام متعلقات شیخ احمد عبد الحق کے سپرد کر دینا۔ پیر و مرشد کے وصال کے تھوڑے دنوں بعد آپ پانی پت شریف گئے خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام

(۱) انوار العیون صفحہ-۱۷۔ (۲) پانی پت اور بزرگان پانی پت ۲۰۷/۲۲۳۔

امانتیں آپ کے سپرد کردیں آپ نے ان کو پہنا اور پھر اپنی طرف سے خواجہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو تمام تبرکات عنایت کیئے اور وہاں کچھ دن ٹھہر کر مخدوم زادوں کو صوری و معنوی تعلیم و تربیت دے کر واپس ہوئے۔(۱) آپ نے فرمایا افسوس اگر میں نہ آتا تو مخدوم زادے اسی طرح رہ جاتے۔

صاحب مرأۃ الاسرار تحریر فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ آج تک شیخ المشائخ کی اولاد حضرت شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلے میں مرید ہوتی ہے اور ظاہری و باطنی نعمت سے بہرہ مند ہوتی ہے۔حضرت شیخ جلال الدین کی بہترین کرامت حضرت شیخ احمد عبدالحق جیسے شہباز کا مرید ہونا ہے۔(۲)

پنجاب کا سفر

پھر آپ پنجاب گئے وہاں دریائے سندھ کے نزدیک آباد شہر بھکّر کی ایک مسجد میں قیام فرمایا۔عبادت و مجاہدے میں مشغول ہوئے جنگل سے لکڑیاں لا کر فروخت اور آذوقہ حاصل کرتے ،خود کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے۔چندروز یہ حال رہا بعد ازاں خورد و نوش سے بے نیاز ہوگئے اور حالات عجیبہ منکشف ہونے لگے:

''روزے در عالم سکر بر زبانش گذشت واللہ محمد ﷺ حجاب آمد ورنہ ذات پاک حق تعالیٰ حجاب نبودے وبعضے الفاظ شطحیات دیگر ہم زبان راند۔''

''ایک دن عالم سُکر میں آپ کی زبان سے یہ جملہ ادا ہوا کہ واللہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بصورت حجاب جلوہ گر ہوئے ورنہ ذات کبریائی میں حجاب نہ تھا اور اسی قبیل کے دیگر الفاظ زبان پر جاری ہوئے۔''

جب ہوش میں آئے تو لوگوں نے عرض کیا کہ ایسے ایسے کلمات آپ کی زبان سے نکلے ہیں آپ نے سن کر فرمایا ''اعوذ باللہِ مِنھَا'' میں گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگیا اور اس کے کفارے میں سخت سردی کے موسم میں دریائے سندھ کے پانی میں اتر کر کئی مہینے رات سے صبح تک ''دین محمد ﷺ قائم دائم ، دین محمد قائم دائم'' کا ورد کرتے رہے جب تک تصفیہ قلب حاصل نہ ہوا یہ کفارہ

(۱) ضمیمہ انوار العیون صفحہ-۵۵ (۲) ومرأۃ الاسرار فارسی در بیان حضرت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ

جاری رہا۔

صاحب مرأۃ الاسرار لکھتے ہیں کہ آپ کی زبان سے یہ جملہ خلاف اصطلاح صوفیاء نہیں جاری ہوا تھا کیونکہ ان کے نزدیک مراتب وجود یعنی احدیت، وحدت اور وحدانیت مقرر ہیں۔ احدیت مرتبۂ ذات حق تعالیٰ ہے، وحدت مرتبۂ صفات و حقیقت محمدی ﷺ اور وحدانیت عالم کون ومکاں ہے۔اگر وحدت درمیان میں نہ ہوتی تو ذات احدیت کا مشاہدہ بے حجاب ہوتا۔

چونکہ عوام ان رموز واسرار سے واقف نہیں اور ان کی تاویل غلط راہ پر لے جاسکتی ہے جب کہ حفظ شریعت ہر حال میں لازم ہے اس لئے آپ پر کفارہ لازم آیا۔اس مجاہدے کے بعد کثرت سے خوارق عادات کا اظہار ہونے لگا اور شہرت عظیم برپا ہوئی۔(۱)

نوٹ: شہر بھکر اس زمانے میں سیاسی خلفشار کا مرکز تھا جہاں فوجی چھاؤنی تھی اور پھر امیر تیمور لشکر جرار کے ساتھ دریائے سندھ پار کر کے لاہور پہنچا بعد ازاں وہاں سے دہلی پر حملہ آور ہوا اور قتل و غارت گری کا طوفان برپا کر کے واپس چلا گیا۔

کلیر شریف میں حاضری

سلسلۂ عالیہ صابریہ کے بانی حضرت خواجہ علاءالدین علی احمد صابر قدس اللہ سرّہٗ کا وصال پیران کلیر ضلع سہارنپور یوپی میں ۶۹۰ھ میں ہوا۔آپ کے والد کا اسم گرامی سید عبدالرحیم بن سید سیف الدین عبدالوہاب بن غوث الاعظم حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔والدہ ماجدہ حضرت بابا فریدالدین فاروقی گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی سگی بہن تھیں جن کا سلسلۂ نسب امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تمام ہوتا ہے۔پیدائش بمقام ہرات ہوئی،کم سنی میں والد ماجد کا وصال ہوگیا، والدہ آپ کو اپنے بھائی کے یہاں اجودھن لے آئیں اور ان کے حوالے کر کے اس جہان سے کوچ کیا۔حضرت بابا صاحب رضی اللہ عنہ نے خاص توجہ سے تعلیم فرمائی، لنگر خانہ کا مہتمم بنایا نیز اپنی بیٹی کی شادی آپ کے ساتھ کردی لیکن اولاد ہوئیں کہ نہیں صحیح پتہ نہیں چلتا لیکن وصال کے وقت کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ بابا صاحب رضی اللہ عنہ نے خرقۂ

(۱) ومرأۃ الاسرار فارسی در بیان حضرت شیخ جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ

خلافت عطا فرما کر پیران کلیر کی سند ولایت مرحمت فرمائی۔ پیر ومرشد فرماتے تھے کہ:

''علم سینۂ من بہ شیخ نظام الدین بدایونی رسید وعلم دل من بشیخ علاء الدین علی احمد صابر فائز گردید۔''

''میرے سینے کا علم شیخ نظام الدین بدایونی کو اور میرے دل کا علم علی احمد صابر کو ملا۔''

آپ صاحب کشف وکرامات عالیہ اور صاحب مقامات جلیلہ تھے۔(۱) قول وفعل میں اثر تمام رکھتے تھے۔ آپ کے واحد خلیفہ حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی ہوئے اور ان کے واحد خلیفہ حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی اور ان کے خلیفہ حضرت شیخ العالم احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے جن سے سلسلۂ صابریہ چشتیہ میں استقامت پیدا ہوئی اور اس کا فیض جاری ہوا۔

کہتے ہیں کہ حضرت صابر پاک کی جلالی کیفیت کی وجہ سے پیران کلیر اتنا ویران ہوگیا تھا کہ لوگ جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے خلفاء بھی نہیں گئے۔ ایک زمانے تک مزار مبارک خلق سے روپوش رہا، ایک دراز عرصہ کے بعد جو ایک صدی کے قریب ہوتا ہے سب سے پہلے حضرت احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت مخدوم کبیر الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ پیران کلیر تشریف لے گئے پھر ان کے بعد ان کے خلیفہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خانقاہ کو آباد کیا۔(۲)

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب سجادہ حضرت شاہ قریش احمد صاحب کا فرمانا ہے کہ حضرت صابر صاحب رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک کی بازیافت اور تعمیر کا سہرا شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے۔ سب سے پہلے وہی تشریف لے گئے قل شریف کیا اور اس کے دروازے خلق کے لئے کھول دیئے۔

درگاہ صابریہ کے سب سے پہلے متولی بے شک حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے ان کے وصال کے بعد یہ منصب ان کی اولاد میں باقی رہا۔ ان کی ایک شاخ خاندان

(۱) سیر الاقطاب صفحہ-۱۷۸۔ (۲) پانی پت اور بزرگان پانی پت صفحہ-۲۳۶۔

گنگوہ میں آباد ہوئی اور ایک شاخ خاندان کلیر شریف میں۔

ایک تبصرہ

سلسلہ عالیہ صابریہ چشتیہ شہر پانی پت اور اس کے نواح میں محدود تھا شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اہم سوال تھا کہ کس طرح صابریہ سلسلے کو پورے ملک سے روشناس کرایا جائے آپ نے پنجاب سے لے کر بنگال تک سفر کیا۔ اس دور کے علماء ومشائخ وسجادہ نشینان سے ملاقات کی اور ملکی حالات کا جائزہ لینے کے بعد قصبہ ردولی میں خانقاہ صابریہ قائم کی۔ مورخین کے نزدیک یہ پہلی خانقاہ تھی جس سے صابریہ سلسلے کی تعلیمات عام ہوئیں اور سلسلہ پہلی بار تاریخ کی نگاہ میں آیا۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے پوتے حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی ہوئے۔ انہوں نے شمالی ہندوستان میں شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کی تکمیل کی بہ الفاظ دیگر صابری سلسلے کو مستحکم بنیاد عطا کی اور آخر عمر میں بانی سلسلہ کے مزار کی طرف توجہ فرمائی گویا سارے کام مکمل ہوچکے تھے صرف یہ کام باقی رہ گیا تھا البتہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ بارگاہ صابری میں سب سے پہلے حاضر ہوئے تھے۔(۱) اور فیوض وبشارت پا کر سلسلے کو متعارف کرانے کے لئے سفر اختیار کیا تھا لیکن مستقل طور سے رہنے کا موقع ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ یہ کام شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں انجام پذیر ہونا تھا۔

مولوی سید محمد میاں صاحب ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند نے اپنی تصنیف ''پانی پت اور بزرگان پانی پت'' میں تحریر کیا ہے کہ سب سے پہلے بارگاہ صابری میں شیخ احمد عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ حاضر ہوئے۔ بعد ازاں شیخ عبدالقدوس گنگوہی اس کے علاوہ قیاس بھی یہی کہتا ہے کہ سلسلے کی تبلیغ سے پہلے شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا فیوض وبرکات حاصل کرنے کے لئے مزار مبارک پر حاضر ہونا لازمی تھا چونکہ وہ وقت اس کی آبادکاری کا نہیں تھا اور شیخ عبدالقدوس کے آخری دور میں وہ وقت آ گیا لہٰذا یہ کارنامہ انہیں کا تسلیم کیا جائے گا۔

(۱) حقیقت گلزار صابری۔

بنگال کا سفر

پیران کلیر کی حاضری کے بعد حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اودھ اور بہار ہوتے ہوئے بنگال گئے۔شہر پنڈوہ کے دانشمند[1] اور حضرت نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی۔

دانشمند سے ملاقات

پنڈوہ شریف میں اکابر شہر سے ملنا چاہا اور ایک شخص سے پوچھا کہ اس شہر میں کون سب سے زیادہ فاضل اور دانشمند ہے۔اس نے پتہ بتایا۔آپ اس کے پاس گئے،اس وقت وہ درس وتدریس میں مشغول تھے۔طلبہ تعلیم حاصل کررہے تھے۔آپ کو دیکھ کر تھوڑی دیر کے لئے پڑھانا موقوف کردیا اور آپ سے گفتگو شروع کی۔آپ نے ذات صمدیت حق تعالیٰ کی معرفت کا علم پوچھا۔اس موضوع پر سوالات کئے مگر وہ کسی سوال کا جواب نہ دے سکے۔اپنی دستار گردن میں ڈال کر آپ کے قدموں پر گر پڑا اور بصد عجز اعتراف کیا اتنی عمر تحصیل وتدریس علم میں گذری کتنے بندگان خدا کو درس دیا مگر اس علم کو نہ سمجھا اور نہ معلوم کیا شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر توجہ فرمائی۔(۱)

ایک واقعہ

آپ اس شہر میں ایک کوتوال کے یہاں رہتے تھے اس کی ماں مہمان نواز،خدمت گزار اور آپ کی معتقد تھیں وہاں ساتھ میں ایک دیوانہ بھی رہتا تھا۔ایک رات کو وہاں کا حکمراں بھیس بدل کر شکستہ حالوں کی طرح شہر کا حال دریافت کرنے نکلا ایک جگہ قلندروں کی جماعت اتری ہوئی تھی وہ ان کے پاس گیا۔وہ وقت ان کے کھانے کا تھا۔ان لوگوں نے کہا کہ فقیر یہاں سے دور ہو کھانے میں نظر لگا رہا ہے حکمراں اپنی غربت کا اظہار کرتا رہا مگر ان لوگوں نے اس کو ہٹا کر ہی دم لیا وہاں سے نکل کر وہ جوگیوں کی فرودگاہ کی طرف گیا اتفاق سے ان کے کھانے کا بھی یہی وقت تھا وہ لوگ کھانا لائے اور آپس میں برابر تقسیم کیا ایک حصّہ حکمراں کو بھی دیا تو اس نے کہا کہ میں ایک بیگانہ آدمی ہوں میرے لئے برابر کا حصّہ کیوں لگاتے ہو؟ جوگی بولے بابا ہمارا طریقہ یہی ہے صبح کو

[1] یہ ایک بزرگ تھے جو دانش مند کے لقب سے مشہور تھے۔ (۱) انوار العیون-صفحہ ۱۰۸

حکمراں نے فرمان جاری کردیا کہ کوئی قلندر شہر میں رہنے نہ پائے۔حسب الحکم خدّام ان قلندروں کو پکڑ پکڑ کر کشتی کے ذریعہ پار اُتارنے لگے اور شہر میں ہنگامہ برپا ہوگیا۔شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے سنا تو دیوانے سے کہا کہ چلو ہم بھی اس کی ڈیوڑھی پر چلیں اور دیکھیں کہ وہ قلندروں اور درویشوں کو کیوں شہر بدر کرارہا ہے۔کوتوال اور اس کی ماں نے بہت روکا کہ مخدوم آپ مت جائیے لیکن آپ نے کہنا نہ مانا اور دیوانے کو ساتھ لے کر گئے۔حالات معلوم کرنے کے بعد آپ اس حکمراں کی ڈیوڑھی پر خاک ڈال کر بیٹھ گئے اور مدت تک انتظار کرتے رہے مگر کسی نے کوئی تعرض نہ کیا حالانکہ ملازمین اس راستے سے آرہے تھے اور جارہے تھے آپ کچھ توقف کے بعد واپس ہوئے اور فرمایا کہ بادشاہ قلندروں اور درویشوں کو نہیں بلکہ بے خبروں کو شہر بدر کرارہا ہے۔(۱)

سیاسی حالات

سلطان شہاب الدین پرتھوی راج کو شکست دے کر اپنے معتمد غلام قطب الدین کو قائم مقام بنا کر غزنی چلا گیا قطب الدین ملک بختیار کو مشرقی صوبوں پر فتوحات کے لئے بھیجا اس نے اودھ، بہار اور بنگال پر قبضہ کرلیا اور اسلام کو رائج کیا۔اس کی وفات سے غیاث الدین تغلق تک حکمرانی سلاطین دہلی کی رہی۔غیاث الدین تغلق نے بنگال کے گورنر غیاث الدین بہادر شاہ کو شکست دے کر صوبۂ بنگال کو تین آزاد حصّوں میں تقسیم کردیا جن کے دار السلطنت بالترتیب لکھنوتی، ست گاؤں اور سونار گاؤں ہوئے اس نے قادر خاں کو لکھنوتی،اعظم الملک کو ست گاؤں اور غیاث الدین بہادر شاہ کو سونار گاؤں کا حکمراں مقرر کیا۔ساتھ میں بہرام خاں کو منسلک کردیا۔غیاث الدین نے بغاوت کا پرچم بلند کرکے اپنے نام کے سکّے جاری کردیئے لیکن وہ مار ڈالا گیا۔بہرام خاں سونار گاؤں کا تنہا گورنر ہوا اس کی موت ۱۳۳۶ء میں ہوئی۔اس کی جگہ فخر الدین مبارک شاہ گورنر ہوا۔تھوڑے دنوں کے بعد علاء الدین علی شاہ- ۱۳۳۹/۴۵ء نے پورے شمالی بنگال کو اپنے قبضے میں کرلیا۔اس نے لکھنوتی کے بجائے پنڈوہ کو دار السلطنت قرار دیا۔اس کے بعد حاجی الیاس پورے بنگال کا حکمراں ہوا اور سلطنت کو وسعت دی اس کا انتقال پنڈوہ میں

(۱) انوار العیون صفحہ-۱۹-۲۰

۱۳۵۷ءمیں ہوگیا۔ اس کا لڑکا غیاث الدین اعظم نے حکومت سنبھالی وہ قابل اور قانون کی پیروی کرنے والا بادشاہ ہوا۔ فارسی کے مشہور شاعر حافظ شیرازی سے اس کی خط وکتابت تھی۔ اسی کے دور میں شہنشاہ چین ہیوتی کے مخالف گروپ کا وفد آیا اور اس سے ملاقات کی یہ وفد ۱۴۰۸ءمیں آیا غیاث الدین نے ۱۴۰۹ءمیں خود بھی چین کو سفارت بھیجی اس کا انتقال ۱۴۱۰ءمیں ہوا اس کا لڑکا سیف الدین ہمزہ شاہ جانشین ہوا پھر برہمن زمیندار راجہ گنیش کا عروج ہوا اور حکومت کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں آگئی وہ اہل اسلام کی دشمنی پر آمادہ ہوا بعدہٗ اپنے بیٹے جادو کو تخت پر بٹھا کر کنارہ کش ہوگیا۔ جادو نے اسلام قبول کرلیا اور اپنا نام جلال الدین محمد شاہ رکھا۔ اس کی وفات ۱۴۳۱ءمیں ہوئی۔(۱)

صاحب مرأۃ الاسرار کے مطابق جادو شاہ مسلمان ہونے کے بعد حضرت شیخ نور قطب عالم کا مرید ہوگیا۔(۲)

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ غیاث الدین اعظم کے دور حکومت میں بنگال گئے۔ مذکورہ بالا واقعہ اسی کے عہد سے تعلق رکھتا ہے۔

(۱) این ایڈوانسڈ ہسٹری آف انڈیا صفحہ-۴۵-۳۴۳ (۲) مرأۃ الاسرار در بیان علاء الحق والدین

حضرت شیخ نور قطب عالم پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ

ملاقات کا واقعہ

آپ ان ممتاز اور صاحب کمال بزرگوں میں سے ہیں جن سے شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ نفس نفیس خود جا کر ملاقات کی اس ملاقات کا بیان صاحب انوار العیون وصاحب اخبار الاخیار دونوں نے کیا ہے حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ ہر اس شخص سے ملاقات کرتے تھے جس سے منزل مقصود کی راہ کا کچھ بھی پتہ چلتا۔ پنڈوہ شریف میں آپ دریا کے کنارے کھڑے تھے شیخ نور الحق والدین قدس اللہ سرّہٗ سے ملاقات کرنے کا جی چاہا اور یہ سوچ کر کہ درویش کے پاس خالی ہاتھ نہ جانا چاہئے ہری گھاس لے کر شیخ نور رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گئے اس وقت وہاں دسترخوان بچھا ہوا تھا اور احباب تشریف فرما تھے حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے گھاس شیخ نور الحق رحمۃ اللہ علیہ کے زانو پر رکھ کر کہا ''بابا صفا ہے'' حضرت شیخ نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ''بابا عزت ہے'' دونوں ولی تھوڑی دیر تک خاموشی کے ساتھ ایک دوسرے کو دیکھتے رہے اور کوئی گفتگو نہیں ہوئی پھر حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ واپس آئے۔(۱)

نوٹ: صاحب اخبار الاخیار حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس اللہ سرّہٗ نے واقعہ کی تشریح فرمائی کہ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ مرتبہ صفا پر تھے جو مرتبۂ عزت سے بلند ہے

(۱) انوار العیون صفحہ-۲۰ واخبار الاخیار صفحہ ۱۸۳۔

اس لئے خبر مطلوب شیخ نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ سے نہیں ملی اور آپ لوٹ آئے۔

حالات زندگی حضرت نور قطب عالم پنڈوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ نور الحق والدین المعروف بہ نور قطب عالم رحمۃ اللہ سلسلۂ نظامیہ کے مشہور بزرگ حضرت شیخ علاء الحق والدین المتوفی ۸۰۰ھ کے فرزند خلیفہ تھے ہندوستان کے مشاہر اولیاء میں آپ کا شمار تھا۔ آپ صاحب عشق ومحبت وذوق وشوق وتصرف وکرامات تھے۔(۱) خانقاہ شریف جس کو آپ کے والد نے قائم کی تھی بنگال میں سلسلۂ نظامیہ کی اہم ترین مرکز تھی جس دور میں آپ مسند آرائے رشد وہدایت ہوئے بنگال کی سیاست بڑے نازک دور سے گزر رہی تھی مجبوراً آپ نے اس میں حصہ لیا۔ اس کے علاوہ آپ نے بعض اہم علمی خدمات بھی کی تھیں۔ آپ کے مکتوبات ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔(۲) آپ کا وصال پنڈوہ شریف میں ۸۱۳ھ میں ہوا اور وہیں مزار شریف ہے۔(۳)

آب کوثر کے مصنف نے لکھا ہے کہ ''نور نبور شد'' کی تاریخ وفات کے مطابق آپ نے ۱۴۱۵ء کو وفات پائی۔ یعنی ۸۱۸ھ میں پردہ فرمایا۔(۴)

آپ کا شجرۂ طریقت

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا قدس اللہ سرّہٗ	وصال ۷۲۵ھ
حضرت شیخ اخی سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ	〃 ۷۵۸ خزینۃ الاصفیا صفحہ-۳۵۰
حضرت علاء الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ	〃 ۸۰۰ھ اخبار الاخیار صفحہ-۱۴۱
حضرت نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ	〃 ۸۱۳/ ۸۱۸ھ

(۱) اخبار الاخیار صفحہ-۱۴۹ (۲) تاریخ مشائخ چشت صفحہ-۲۰۲
(۳) اخبار الاخیار صفحہ ۱۴۹ (۴) مرأۃ الاسرار فارسی

بہار شریف کا سفر

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کو خبر مقصود حضرت نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ سے نہ ملی اور افسردہ ہوکر لوٹ آئے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اگرچہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر دستگیر شیخ المشائخ جلال الحق والدین رحمۃ اللہ علیہ کی بدولت وحدت کے دریا کے دریا نوش کر چکے تھے لیکن باطن کی سخت تشنگی کے باعث سیراب نہ ہوئے اور ہر دم ''ھل من مزید'' کی صدا لگاتے تھے، ہر چند آپ مقام کبریٰ پر فائض ہوکر سب کو عبور کر چکے تھے۔ لیکن اپنے فائدے کے میدان میں جس چیز کی طلب تھی اس کے مراحل وحدود میں امتیاز نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ شور انگیز دم بھرتے اور فرماتے اے احمد! عالم گردی کرتے اور ذات حقیقی کو طلب کرتے پچاس سال گذر گئے مگر اب تک دل کا مقصد حاصل نہ ہوا اور دنیا میں کوئی ایسا نہ ملا جو مقصود حقیقی کا پتہ دیتا۔''

آپ شہر پنڈوہ سے وطن کی طرف چلے اور بہار آئے یہاں دو دیوانوں سے ملاقات ہوئی۔

دو دیوانے سے ملاقات

ایک کا نام سلطان علاء الدین تھا اور دوسرے نیم لنگوٹی کے نام سے مشہور تھے ایک دن سلطان علاء الدین لکڑی ہاتھ میں لئے نمودار ہوئے۔ راستہ روک کر آپ کو گلے سے لگایا اور کہا کہ بابا احمد! مردوں نے دیگ پکائی اور کھانے کے وقت کیوں چھوڑ گئے؟ اس جملہ کو تین بار کہہ کر چلے گئے۔ اس کے بعد نیم لنگوٹی آئے انہوں نے بھی راستہ روک کر آپ کو سینے سے لگایا اور یہی جملہ

تین بار کہہ کر چلے گئے۔ صاحب مرأۃ الاسرار نے اس جملے کی تشریح کی کہ دیوانوں کا مقصد یہ تھا کہ مردانِ حق پرواز کرتے ہیں وقت ضائع نہیں کرتے اور حالات سے افسردہ خاطر نہیں ہوتے منزل ملے گی لیکن کوشش شرط ہے۔''

آپ نے دل میں کہا کہ احمد! حضرت صمدیت کے دیوانے خبر اور شہادت دیتے ہیں کہ تم اپنے دلی مقصد اور منزل مقصود کو پہنچو گے اور اپنے فائدے کی نعمت سے آگاہ ہو گے۔ اس واقعہ کے بعد حال کی افسردگی گرمی سے تبدیل ہوگئی۔ طلب کی تڑپ بڑھ گئی اور وہاں سے شہر اودھ پہنچ گئے۔ (۱)

شہر اودھ میں قیام

شہر اودھ (اجودھیا) میں قیام آپ کی مبارک زندگی میں ایک اہم ترین سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں صاحب حال بزرگوں سے ملاقات ہوئی۔ یہیں آپ نے غیر معمولی عبادت کی جس کے ثمرہ میں وہ منزل الٰہی ملی جس کے لئے عمر شریف کے تقریباً پچاس سال ویرانوں، بیابانوں، آبادیوں اور قبرستانوں میں گزارے تھے۔

شہر میں داخل ہونے کا حال

انوارالعیون کے مطابق جب آپ شہر اودھ میں داخل ہوئے تو سردی کا زمانہ تھا اور شام کا وقت تھا محلّہ شیخ پورہ کی مسجد میں جو لب دریا تھی فروکش ہوئے سرد ہوا چل رہی تھی اور کڑاکے کی ٹھنڈک تھی۔ سردی سے بے قرار ہو کر ہندوؤں کے مرگھٹ سے بچی کھچی لکڑیاں بٹور لائے۔ ان کو جلایا اور تاپ تاپ کر جاڑا دور کرنے لگے۔ لباس اس قابل نہیں تھا کہ سردی سے محافظت کا سبب ہوتا۔ ایک سید صاحب نماز پڑھنے آئے اور خفا ہوئے آپ نے کہا کہ میں فقیر آدمی ہوں میرے پاس کپڑا نہیں ہے اس لئے میرے لئے یہ لکڑیاں پاک ہیں۔ (۲)

تجزیہ

آپ نے حق تعالیٰ کی راہ میں غیر معمولی مجاہدہ کیا، واقعہ بالا صرف ایک مثال ہے۔ آپ

(۱) انوارالعیون صفحہ ۲۱/۲۰ و مرأۃ الاسرار طبقۂ بست وسیوم (۲) انوارالعیون صفحہ ۴۱/۴۲

مفلوک الحال نہیں تھے۔ سلطان علاء الدین خلجی کی دی ہوئی کافی بڑی جاگیر تھی۔ عرفان الٰہی کے لئے فقر و فاقہ اختیار کیا اور ''واذکر واسم ربک و تبتل الیہ تبتیلا. کے فرمان کے مطابق دنیا سے قطع تعلق کر کے اپنا رخ اللہ کی طرف کر لیا تھا۔ واقعے کا تجزیہ ہم اس طرح کرتے ہیں:

۱- آپ پا پیادہ سفر کرتے ہوئے شہر اودھ پہنچے۔
۲- سرجوندی کے کنارے واقع مسجد میں ٹھہرے۔
۳- یہ عشاء کا وقت تھا۔
۴- یہ جاڑے کا موسم تھا اور پانی پر سے گزرتی ہوئی ہوا نے سردی کی شدت دوبالا کر دی تھی۔
۵- جو لباس آپ پہنے ہوئے تھے وہ سردی سے بچانے کے لئے ناکافی تھا۔
۶- خورد و نوش کا کوئی انتظام نہیں تھا۔
۷- سردی سے بے قرار ہو کر شمشان کی جلی ہوئی لکڑیاں جلا کر جاڑا دور کرنے لگے تھے۔
۸- سیّد صاحب کے جواب میں آپ کی فقہی معلومات ظاہر ہوتی ہیں۔

ایک حدیث شریف کا مفہوم

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا محبت کرنے والا میری طرف بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف بڑھتا ہوں یہاں تک کہ اس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے اور پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔''

یہ منزل ابھی شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کو نہیں ملی تھی اور ابھی سعی اس درجے میں داخل نہیں ہوئی تھی جہاں حقیقت کبریٰ بے حجاب ہو جایا کرتی ہے لہٰذا ابھی اور ریاضت کی ضرورت تھی کیونکہ عشق ابھی مزید قربانیوں کا طلب گار تھا۔

شیخ فتح اللہ اَوَدھی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

شہر اودھ میں سلسلۂ عالیہ نظامیہ کے بزرگ حضرت شیخ فتح اللہ اودھی رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ

تھی۔ آپ ان کی خدمت میں گئے اوران کے سامنے سایۂ چتر کو گھمایا شیخ موصوف متعجب ہوئے مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔ ایک دوسری روایت ہے کہ سایہ چتر کا کھیل کسی دوسرے کو کھیلتے دیکھ کر کہا کہ یہ ایسا کاریگر ہے جس نے اپنے فن کو کمال تک پہنچا دیا ہے شیخ فتح اللہ اپنے وقت کے زاہد تھے اوران کا مشرب مشرب عشق تھا۔ ممکن ہے اس سے یہ مراد ہو کہ وہ عشق الٰہی کے رموز کھولیں۔(۱) دوسری توضیح یہ بھی ہوسکتی ہے کہ تیز گردش سے اشیاء ٹھہری ہوئی معلوم ہوتی ہیں فی الواقع ایسا نہیں ہوتا، ساری کائنات کا نظام کشش اور گردش پر قائم ہے اور قائم صرف ذات الٰہی ہے جو کشش اور گردش کا خالق ہے لہٰذا شیخ موصوف قائم بالذات وحکیم مطلق کے بارے میں اپنے مشاہدات کا اظہار کریں مگر وہ خاموش رہے۔ نا امید ہو کر شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ لوٹ آئے۔

آداب گفتگو

علم، عجز وانکسار اور ادب وشائستگی سے حاصل ہوتا ہے۔ اپنے زمانے پر اثر انداز ہونے والی شخصیتوں نے علم اسی طرح سے حاصل کیا ہے۔ اس معیار کو حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے ملحوظ رکھا کہ شیخ فتح اللہ اودھی جیسے عالم وفاضل شخص سے براہ راست معلومات کے لئے سوالات نہیں کئے جو ناگوار خاطر ہوتے بلکہ لطیف اشارے سے ان کی توجہ منعطف کرانی چاہی۔ اسی طریقے کا اظہار آپ سے پنڈوہ شریف بنگال میں سلسلۂ نظامیہ کی ایک ممتاز شخصیت حضرت نور قطب عالم کے سامنے سبزۂ نوخیز کے خوش نظر تحفہ کو پیش کرتے ہوئے ہوا۔ اس سے آپ کی ذہنی بلندی نفسیاتی شائستگی، آداب محفل اور جمالیاتی ذوق کا اظہار ہوتا ہے علاوہ ازیں آپ کے اعلیٰ کردار کی ایک اور اعلیٰ خوبی کی نشاندہی ہوتی ہے کہ اگرچہ ان دونوں بزرگوں سے مفید معلومات نہیں حاصل ہوئیں لیکن آپ کے قول وفعل سے ناگواری اور تنگ نظری نہیں ظاہر ہوئی۔

شجرۂ طریقت حضرت شیخ فتح اللہ اودھی رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ حضرت خواجہ شیخ نظام الدین اولیا قدس اللہ سرہٗ

۲۔ حضرت خواجہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی قدس اللہ سرہٗ

(۱) انوار العیون صفحہ-۲۳

۳۔ حضرت خواجہ شیخ صدر الدین قدس اللہ سرہٗ

۴۔ حضرت خواجہ شیخ فتح اللہ اودھی قدس اللہ سرہٗ وصال ۸۲۱ھ(۱)

حضرت شیخ فتح اللہ اودھی کا شمار دہلی کے علماء میں تھا آپ برسوں جامع مسجد دہلی کے نیچے منار شمسی کے مدرسہ میں تدریس وتعلیم کی مسند پر رونق افروز رہے۔(۲) آپ حکیم شیخ صدر الدین کے مرید ہوئے اور مرید ہونے کے بعد مجاہدات میں مشغول ہوئے مگر شرح صدر حاصل نہیں ہوا۔ پیر ومرشد نے ہدایت فرمائی کہ درس وتدریس سے کنارہ کش ہو۔ آپ نے اس فرمان پر بہت سی کتابوں کو خدا حافظ کہا مگر چند اعلیٰ درجہ کی کتابیں جدا نہیں کیں اس کے باوجود عرفان دور رہا۔ پیر ومرشد نے فرمایا کہ ان کتابوں کو بھی علاحدہ کرو۔ آپ نے بادل نخواستہ ان کو بھی پانی میں پھینک دیا۔ دل ماسویٰ سے پاک اور مطلوب حاصل ہوگیا۔ خرقۂ خلافت عطا فرما کر پیر ومرشد نے شہر اودھ کی جانب روانہ کیا جہاں خانقاہ قائم کرکے آپ مریدوں کی تربیت میں مشغول ہوئے اور حلقۂ مشائخ میں ممتاز درجہ حاصل کیا۔(۳)

تاریخ صوفیاء کا ایک نادر المثال کارنامہ

قبر میں چھ مہینے کی چلہ کشی

حضرت شیخ العالم کو شیخ فتح اللہ سے آگے کی منزل کا پتہ نہ ملا۔ نا اُمید ہو کر اکابر کے مقبروں، غربا کے گورستانوں، بیاباں اور ویرانوں میں ایک تشنہ کام کی طرح پردرد و بے قرار، دائم الحال شب وروز گھومتے اور یاہادی یاہادی کا جگر خراش نعرہ بلند کرتے رہے۔(۴) (ہادی اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کے لغوی معنی ہدایت کرنے والے، نیک راہ دکھلانے والے رہنما کے ہیں اس کے ذکر سے بصیرت اور فہم صحیح پیدا ہوتی ہے۔(۵)

ایک دن خود سے مخاطب ہو کر فرمایا ''اے حمد! اب مرجا اور مردوں کی طرح قبر میں دفن ہو کر

(۱) خزینۃ الاصفیاء صفحہ-۳۸۰۔ (۲) اخبار الاخیار صفحہ-۱۶۳۔
(۳) مرأۃ الاسرار فارسی طبقہ-۲۲ (۴) انوار العیون صفحہ-۲۱
(۵) لغات کشوری باب پانزدہم صفحہ-۵۶۳ واعمال قرآنی مطبوعہ ۱۹۶۳ء صفحہ-۱۴۲

زندگی بسر کر چنانچہ اپنے ہاتھوں سے قبر کھودی پھر اس میں لیٹ کر دنیا اور اہل دنیا سے قطع تعلق کر کے مشغول بحق ہوئے اور مسلسل چھ مہینے تک رہے عالم باطن کے مختلف ادوار اور کوائف سے گزر کر ایسے عالم اور بحر بیکراں میں پہنچے جو کیفیت اور کمیت سے پاک اور اس سے ماوراء تھا اس عالم میں بے حرف وصوت تالو اور زبان کی مدد سے بے نیاز فاعلم انہٗ لا الٰہ الا اللہ کی ندا سنی۔ ہوش سے بے خود ہو کر قبر سے نکل آئے۔ محویت کے سکر اور معیت کے سرور میں سرشار ہو کر معارج وصول میں کمال تک پہنچ گئے اس کے بعد پھر خلق اللہ کی ہدایت میں مصروف ہوئے۔(۱)

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

۱-"وَجَاهِدُوْا فِي اللهِ حَقَّ جِهَادِهٖ." الحج-۱۰

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے۔

۲-اور جنہوں نے ہمارے بارے میں جہاد کیا ہم ان کو اپنا رستہ آپ دکھائیں گے۔(عنکبوت)

حدیث شریف: مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے۔

حدیث شریف: اللہ مجھ کو کھلاتا ہے پلاتا ہے"......تم میرے جیسے نہیں ہو سکتے۔ حضرت خواجہ حسن بصری نے فرمایا ہے کہ مردان حق کی غذا "عشق" ہے۔

حضرت ابن عربی نے فتوحات مکیّہ میں تحریر کیا ہے کہ:

"خدا کا کلام بغیر حروف بغیر آواز بغیر لحن اور بغیر لغات کے ہے۔

وہ حروف اور آوازوں کا خالق ہے۔ اس کا کلام بغیر تالو اور زبان کے ہے۔"(۲)

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنا راستہ دکھا دیا اور آپ کو معرفت تمام حاصل ہوگئی۔ چونکہ علماء رسول اللہ ﷺ کے وارث ہیں اس لئے خورد و نوش سے بے نیازی کی سنت کا شرف اس دور میں حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کو عطا ہوا۔

یہ واقعہ حیرت انگیز ہے۔ اس واقعے کو مستند سوانح نگاروں نے اپنی کتابوں اور تذکروں میں لکھ کر حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کی توثیق اور تصدیق کی ہے۔ اور ذرّہ برابر بھی کسی شک کا اظہار نہیں کیا۔

(۱) انوار العیون صفحہ-۲۲ (۲) فتوحات مکیّہ، اردو ترجمہ، دیباچہ صفحہ ۳۱

مختلف مستند کتابوں سے چند اقتباسات

(۱)

از"اخبار الاخیار فارسی" مصنّف حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

"باخود گفت احمد! از زندگانی خبر مقصود نیافتی۔ بارے در صحبت مردہا باش تا مگر بوئے ازاں عالم بیابی۔ چند سال در مقابر و بیابان آں شہر یا ھادی، یا ھادی گویاں میگفت۔ باز گفت احمد! اکنوں بمیر وہم در زندگانی در قبر در آئی......قبر بدست خود کاوید و در آمد و مدّت شش ماہ در آں قبر مشغول بود۔"(۱)

ترجمہ: شیخ احمد عبدالحق نے خود سے کہا کہ اے احمد! تو نے زندوں سے خبر مقصود نہ پائی تو بہتر ہے کہ مردوں کی صحبت اختیار کر شاید اس عالم کی خبر مل جائے۔ اس شہر (ایودھیا) کے مقبروں اور بیابانوں میں چند سال یا ہادی! یا ہادی! پکارتے پھرے۔ پھر کہا کہ اے احمد! اب واقعی مرجا اور زندگی ہی میں قبر میں داخل ہو جا چنانچہ اپنے ہاتھوں قبر کھود کر اس میں لیٹ گئے اور چھ ماہ تک مشغول بحق رہے۔

(۲)

از: خزینۃ الاصفیاء جلد اول صفحہ ۴۱۶ مصنف حضرت مولانا غلام سرور رحمۃ اللہ علیہ

"شیخ احمد کار مجاہدہ و ریاضت بدیں غایت رسانید کہ وقتے از صحبت اہل دنیا بہ تنگ آمدہ در زمین گور بکند یدو خود در گور در آمد و روئے گور بپوشید و تا شش ماہ در آن گور بماند تا آں کہ از جمیع مقامات تجلیات عبور کرد بعد از شش ماہ روئے گور بشگافتند و دیدند کہ رمق از جان باقی ست۔ خادماں جسم مبارک را در پنبہ پیچیدہ از گور بیروں آوردند شورش در عالم افتاد و ہر ایک از وضع شریف دور و نزدیک بمراد حصول دیدار پر انوار حاضر میشد۔"

ترجمہ: حضرت شیخ احمد نے مجاہدہ و ریاضت میں اس درجہ کمال حاصل کیا کہ ایک بار اہل دنیا سے نالاں ہو کر قبر کھودی اور اس میں داخل ہو گئے۔ پھر خود ہی قبر کو بند کر لیا

(۱) اخبار الاخیار (فارسی) صفحہ ۱۸۳۔

اور چھ ماہ تک رہے یہاں تک کہ جملہ مقامات تجلیّات سے گذر گئے۔ چھ ماہ بعد قبر کھودی گئی تو قدرے جان باقی تھی، خادموں نے روئی کے پھاہوں پر جسم مبارک کو قبر سے نکالا، عالم میں ایک شور برپا ہوا۔ دور ونزدیک سے ہر شخص (عالم حیرت میں غرق) دیدار پرانوار کی برکت حاصل کرنے حاضر ہونے لگا۔

(۳)

اقتباس

از: انوار الرحمٰن لتنویر الجنان' ' ملفوظات حضرت شاہ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ لکھنوٴ مصنّفہ، مولوی نور اللہ

از ردولی شریف در شہر اودھ آمدہ بر مزار حضرت شاہ جمال گوجر قدس سرہٗ مقام کردند و مزار شاہ جمال گوجر ہماں مرقد منور است کہ در آں حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ خود را زندہ دفن کنانیدہ شش ماہ کامل زیر زمین مستغرق حضوری حق شدہ بودند و بعد شش ماہ قبر شق گردیدہ ازاں برآمدہ در ردولی شریف بردہ رونق افروز ولایت آنجا شدہ، صفحہ۳۳۔

ترجمہ: زیارات مزارات مقدسہ کی غرض سے حضرت شاہ عبدالرحمٰن ردولی شریف سے (شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ شریف میں حاضری کے بعد) شہر اودھ گئے اور حضرت شاہ جمال گوجر قدس سرّہٗ کے مزار سے ملحق چبوترے پر ٹھہرے اور حضرت شاہ جمال گوجر کا مزار وہی مرقد منوّر رہے جس میں حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے خود کو زندہ دفن کرا کے کامل چھ مہینے تک زیر زمین یادِ الٰہی میں مصروف رہے تھے چھ ماہ کے اختتام پر قبر اپنے آپ شق ہوگئی اور آپ اس میں سے نکل کر ردولی شریف میں جہاں آپ کی ولایت ہے۔ سجّادہ مشیخیت پر رونق افروز ہوئے۔

ایک وضاحت

یہ مزار مبارک محلّہ قضیانہ (اجودھیا) میں ایک کھیت میں چبوترے پر ہے چڑھنے کے لئے پختہ سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ چبوترے پر دو قبریں ہیں، راقم الحروف

مزارات مقدسہ کی زیارت کے لئے پانچ اپریل ۱۹۸۰ء/ ۱۴۰۰ھ کو سنیچر کے دن اجودھیا گیا تھا۔ ساتھ میں حاجی عبدالغفار صاحب آرے والے تھے محلّہ قضیانہ ہی میں سڑک سے ملی ہوئی ان کی آرا مشین اور مکان ہے انہوں نے بتایا کہ شاہ حیات احمد سجادہ نشین شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے پختہ کرایا تھا۔ پورب میں چند قدم پر ٹوٹی مسجد پچھّم میں راستہ وآبادی اور تھوڑی دور بعد سرجوندی ہے۔

فی زمانا ہر بات کی سائنسی وضاحت طلب کی جاتی ہے راقم الحروف واقعۂ مذکورہ کی تشریح سائنس کے اصولوں پر کرسکتا ہے مگر اس کا دل اسے قبول نہیں کر رہا ہے۔ اتنی بات کہہ دینے میں مضائقہ نہیں کہ حق تعالیٰ نے انسان میں قوت ارادی رکھی ہے جس کے استعمال سے وہ اپنے جسم کے عناصر سے انرجی حاصل کرسکتا ہے حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ جیسی شخصیت کے لوگ بہت کم پیدا ہوتے ہیں۔ وہ اگر جاڑے کے موسم میں دریائے سندھ کے پانی میں رات سے صبح تک مہینوں مجاہدہ کرسکتے تھے یا پیادہ بنگال سے سفر کرتے ہوئے اودھ آسکتے تھے تو قبر میں مدفون ہو کر عبادت میں مصروف بھی ہوسکتے تھے۔

سرجوندی میں عبادت (انوار العیون ضمیمہ صفحہ۹۱)

درجۂ کمال حاصل ہونے کے بعد آپ نے سرجوندی کے کنارے پانی میں ۹ مہینے تک کھڑے کھڑے حق تعالیٰ کی مزید عبادت کی۔ اس عبادت میں بارگاہ نبوت ﷺ سے دعائے حیدری بطور انعام عطا ہوئی اور بشارت پائی کہ عبادت بارگاہ ایزدی میں قبول کی گئی اور مقبولان حق کی فہرست میں نام شامل ہوگیا۔

روایت ہے کہ اختتام میعاد پر سرکار دو جہاں ﷺ مع حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور حضرت حسنین رضی اللہ عنہما تشریف لا کر شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کو دریا سے باہر لائے خوش خبری سے سرفراز فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعائے حیدری کی تعلیم کی تلقین فرمائی۔

عبادت کے اثرات

اجودھیا میں آج بھی وہ جگہ محفوظ ہے جہاں پر آپ نے عبادت کی تھی۔ اُس گھاٹ کو مخدوم گھاٹ کہا جاتا ہے۔

آپ نے اس زمانے میں حبس دم میں کمال پیدا کر لیا جب جوگیوں کی استدراجی قوتیں محیر العقول کارنامے سرانجام دے رہی تھیں لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی توفیق عطا فرمائی کہ اغیار کی تمام طاغوتی قوتیں آپ کے مجاہدات سے سرنگوں ہوگئیں آپ کی غیر معمولی عبادت وریاضت کی دھوم مچ گئی لوگ آپ کے مقصد کی صداقت اور کمال کے قائل ہوگئے۔ ہدایت ظلمت سے ممتاز ہوئی اور حق کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی۔

سلسلۂ صابریہ کی شہرت

شہر اجودھیا میں سلسلۂ صابریہ چشتیہ کی طاقت کا اظہار ہوا یہیں سے اس کی شہرت میں اضافہ ہونے لگا اور عوام وخواص متوجہ ہونے لگے۔

ان مجاہدات کی نسبت سے آج بھی آپ کی درگاہ آسمانجاہ میں اجودھیا اور اس کے زیر اثر سنیاسی چلہ کشی اور دیگر ضروریات کی غرض سے آتے رہتے ہیں۔ شاہ حیات احمد احمدی شجادہ نشین کے دور میں دو سادھوؤں نے ان کی اجازت سے درگاہ میں چلہ کشی کی تھی۔ اجودھیا اور اس کے حلقۂ اثر کے لوگ آپ کی بے انتہا عزت کرتے ہیں۔

ولایت اجودھیا

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت میں اجودھیا بھی شامل ہے۔

حضرت شیخ جمال الدین گوجر قدس اللہ سرہٗ

یہاں آپ سے حضرت شیخ جمال گوجر فیضیاب ہوئے آپ کے بارے میں حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ میں نے دیار بکر(۱) ''بھکر'' (۲) سے پنڈوہ تک سفر کیا مگر کسی مسلمان

(۱) اخبار الاخیار صفحہ-۱۸۵۔ (۲) انوار العیون صفحہ-۷۳۔

سے ملاقات نہ ہوئی۔ ہاں! اودھ میں اس بچہ کو دیکھا شیخ جمال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

نوٹ

۱- انوار الرحمٰن لتنویر الجنان ملفوظات حضرت شیخ عبد الرحمٰن لکھنوی میں لکھا ہے کہ جہاں پر حضرت شیخ جمال الدین گوجر کا مزار ہے اسی جگہ پر حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے چلہ کیا تھا۔ صفحہ-۳۳۔

۲- صاحب اخبار الاخیار نے شیخ جمال الدین گوجر رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تحریر کیا ہے۔ مگر صاحب انوار العیون نے نہیں۔

۳- مرأۃ الاسرار کے مطابق شیخ جمال الدین شیخ مظفر بلخی کے مرید وخلیفہ تھے اور وہ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس اللہ سرّہٗ کے خلیفہ تھے۔

حضرت شیخ جمال رحمۃ اللہ علیہ

آپ شیخ مظفر بلخی کے مرید وخلیفہ تھے اور وہ حضرت شیخ شرف الدین منیری قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ آپ کا تعلق سلسلۂ فردوسیہ سے ہے۔ پیر کے فرمان کے مطابق اودھ میں سکونت اختیار کی۔ گوجر کا لقب پانے کا سبب یہ ہے کہ گھر سے کھچڑی کا پتیلہ سر پہ رکھے ہوئے نکلتے تھے اور بھوکوں کو کھلاتے تھے۔ ایک مرتبہ شاہ موسیٰ عاشقاں کی طرف سے گذرے ان کے یہاں تین دن سے فاقہ تھا۔ کھانا ان کی خدمت میں پیش کیا انہوں نے فرمایا کہ دل تمہارا عشق سے لبریز ہے جو رواں دواں رکھتا ہے لیکن صورت گوجر کی بنائے ہو؟ اس وقت سے لقب گوجر ہوا۔ آپ شیخ فتح اللہ اودھی کے ہمعصر تھے اسی زمانے میں حضرت شیخ احمد عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے۔ آپ ان کے دام محبت میں اسیر ہوگئے اور فیضیاب ہوئے۔ صاحب خزینۃ الاصفیا کے مطابق آپ کا وصال ۸۵۸ھ میں ہوا۔

واقعہ

ایک دن حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے شہر اودھ میں بہت بڑی دعوت کی ہمہ اعیان و

اکابر وامرائے شہر وعوام نے کھانا کھایا لیکن شیخ جمال رحمۃ اللہ علیہ کو نہیں بلایا گیا۔انہوں نے ملاقات ہونے پر شکایت کی کہ آپ نے سارے شہر کو بلایا اور اپنے مونس ودوست ومحرم راز کو نہیں پوچھا۔تو شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ سگان دنیا کو بلایا تھا۔جمال تم تو انسان تھے تم کو کیسے بلاتا؟(۱)

واقعہ

مرأۃ الاسرار کے مطابق ایک دن حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدوں کے ساتھ حجرہ بنا رہے تھے اور خود دیوار پر بیٹھے تھے۔شیخ جمال الدین اسپ مادہ پر سوار اُدھر سے گزرے اور آپ سے کہا کیا یہ دیوار چل سکتی ہے؟ آپ نے دیوار سے کہا کہ تو بھی چل دیوار چلنے لگی پھر آپ نے شیخ جمال رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ اب تم اپنی گھوڑی چلاؤ شیخ جمال نے بہت کوشش کی مگر گھوڑی اپنی جگہ سے نہیں ہلی۔انہوں نے شرمندہ ہوکر معافی مانگی اور سلامت رہے۔

شیخ زین الدین اودھی

اجودھیا میں شیخ زین الدین کی خانقاہ تھی ان کے پاس وہی شخص جا سکتا تھا جو تحفہ اور نذر پیش کرتا،لباس صوفیوں کا تھا مگر مزاج وطرز رہائش شاہانہ تھی دولت وشہرت کے طلب گار تھے اور حکومت کے اہلکاروں میں معزز گنے جاتے تھے ایک دن شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس گئے اور دو ہزار تنگہ بطور قرض حسنہ مانگا۔انہوں نے جواب دیا کہ ہم فقیر ہیں اتنا پیسہ ہمارے پاس کہاں! آپ نے کہا کہ رقم مطلوبہ دے دو! ورنہ میں خود لے لوں گا لیکن انہوں نے دینے سے انکار کیا حالانکہ وہ صاحب حیثیت تھے اور ان کے بھتیجے شہزادوں کی طرح رہتے تھے آپ ناچار لوٹ آئے۔تھوڑے دنوں بعد وہ بیمار پڑے اور فوت ہو گئے اور قاضی رضی مقطع اودھ نے ان کے بھتیجوں سے سارا مال ومتاع چھین لیا۔(۲)

حضرت شیخ کے وقت کی اجودھیا

(دور حکومت سلطان ابراہیم شرقی جونپوری-۱۴۰۲-۳۶ء) حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ

(۱) خزینۃ الاصفیا جلد دوئم ۳۲۰/۳۲۱ و مرأۃ الاسرار فارسی وانوار العیون ۲۲/۲۳ (۲) انوار العیون صفحہ-۲۳

علیہ کے قیام اجودھیا کے زمانے میں سلطان ابراہیم شرقی جونپوری کی حکومت تھی اجودھیا اہل اسلام کا مرکز تھی۔عالی مقام صوفیا وعلما کا فیض جاری تھا،خانقاہیں قائم تھیں،اسلام کی تعلیمات عام ہو رہی تھیں،شیخ فتح اللہ اودھی،شاہ موسیٰ عاشقاں شیخ جمال گوجر اور بہت سے مشہور مبلغ مستقل طور سے رہ رہے تھے۔مسجدیں اور مدرسہ آباد تھے،اہل اسلام کے محلے تھے اور ان کے مدفن تھے۔

اجودھیا میں اسلام پھیل رہا تھا۔صوفیاء مختلف سلاسل سے منسلک تھے مگر دین متین کے فروغ میں ایک خاندان کے افراد کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے۔اجودھیا ہیڈ کوارٹر تھا اور وہیں سے دیہاتوں میں پیغام پہنچانے کے لئے خلفاء اور مرید تعینات کئے جاتے تھے۔

شرقی انتظامیہ مؤثر تھی،عدالت تھی،منتظم اعلیٰ تھا اور اس کے ماتحت کافی ملازم تھے۔ساتھ ہی ساتھ حفاظتی عملہ تھا۔

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا قیام کافی عرصہ تک رہا۔حالات سے پتہ چلتا ہے کہ وہاں آپ کا مکان بھی تھا۔ردولی میں خانقاہ شریف قائم کرنے سے پہلے خلق خدا کی تربیت کے فرائض انجام دیتے رہے۔اس دور کے قطب حضرت سیّد اشرف جہانگیر سمنانی قدس اللہ سرّہٗ کا کچھوچھہ شریف میں ۸۰۸ھ میں وصال ہوگیا۔ان کے بعد اس علاقے کے چشتی مبلغ آپ ہوئے۔شہر اودھ سے اپنے عزیز وطن ردولی ایک زمانے کے بعد تشریف لائے اور خانقاہ عالیہ صابریہ قائم کر کے مسند ارشاد وہدایت پر متمکن ہوئے۔

کچھ ردولی کے بارے میں

سلطان ابراہیم شرقی جونپوری کے عہد حکومت میں شہر اودھ کے بعد قصبہ ردولی کی بھی اہمیت تھی جو طریقہ نظام شہر اودھ میں نافذ تھا وہی ردولی میں بھی تھا یعنی مؤثر انتظامیہ تھی، قاضی تھا، مقطع تھا اور فوج بھی تھی۔ جس وقت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ عظیم مجاہدات کے بعد ردولی آئے اس وقت اہل اسلام کا مکمل غلبہ تھا۔ سربرآوردہ اور ممتاز علماء و مشائخ موجود تھے۔ سلسلۂ نظامیہ کی خانقاہ تھی جسے شیخ سماء الدین ٹکّر رحمۃ اللہ علیہ نے قائم کی تھی۔ اس خانقاہ کے خاص معاون حضرت شیخ صفی الدین نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کا خاندان تھا ان کا شجرۂ طریقت یہ ہے:

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی قدس اللہ سرہٗ وصال ۸۰۸ء

حضرت شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۸۱۹ھ) — شیخ سماء الدین ٹکّر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید صاحب موصوف کے خلفاء حضرت شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ سماء الدین رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس وقت قاضی شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ لہریاوی، سلطان ابراہیم کی حکومت میں چیف جسٹس کے عہدے پر فائض تھے۔ حضرت شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بھائی قاضی رضی الدین ان کے نواسے تھے حکومت کی مشینری پر بھرپور اثر ان کا تھا شیخ سماء الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کو ارباب حکومت کا تعاون حاصل تھا۔ اخلاقی صورت حال ابتر تھی شرفا و امراء کے طبقے میں غرور نفس، احکامات شرعیہ سے بے نیازی شراب نوشی اور خواہشات نفسانی کا دور دورہ تھا۔ اسلامی اخوت اور احترام مفقود تھا۔

مختصر تاریخ

ردولی قوم ''بھر'' کی مرکز تھی، راجہ رودرمل کے نام پر اس کا نام ردولی پڑا۔ ۱۸۶۵ء کے واجب الارض کے مطابق:

''کہا جاتا ہے کہ اس قصبہ کی بنیاد کے تقریباً ایک ہزار برس کا عرصہ ہو چکا ہے۔ راجہ رودرمل قوم بھر نے قصبہ مذکورہ کو آباد کیا۔''

سلطان شمس الدین کے زمانے میں ردولی فتح ہوئی اور بادشاہ نے اس کی آبادی کا حکم دیا۔ بہت سے اہلیان لشکر آباد ہو گئے لشکر کے ہمراہ غالب تعداد اہل سنجر اور اہل بغداد کی تھی۔ ان کے ناموں پر محلّہ سنجری اور عباسی کی بنیاد پڑی اسی دور میں سلسلۂ سہروردیہ کے مشہور صوفی حضرت مخدوم شیخ صلاح درویش رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور تصوف کا پہلا چراغ روشن ہوا بعد ازاں دہلی سے بحکم سلطان جناب رضی الدین، حسن رضا سالار، شیخ محمد صالح، خواجہ محمد افتخار ہارونی اور شیخ ابوالفتح اپنے خاندان کے ساتھ آباد ہوئے ان کے نام پر محلّہ جات وجود میں آئے بادشاہ کی طرف سے ان لوگوں کو قصبہ اور نواح کی آراضی بطور انعام عطا کر دی گئی تھی۔ اس طرح حضرت مخدوم کے عہد میں اعلیٰ حسب ونسب افراد کا غلبہ تھا۔ جن کا سلسلۂ خاندان ہنوز جاری ہے۔

حضرت شیخ صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے دادا حضرت شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ سلطان علاء الدین خلجی کے عہد حکومت (۱۲۹۶ء/۱۳۱۶ء) میں ردولی تشریف لائے اور متوطن ہوئے ان کو بھی ردولی خاص کا بڑا حصہ بادشاہ کی طرف سے ملا۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکان سے ملی ہوئی زمین پر خانقاہ قائم فرمائی۔ خانقاہ سے ملا ہوا وسیع جنگل تھا مگر مشرق کی طرف کوئی آبادی نہیں تھی۔ آپ کی ولایت میں مشرق بھی آباد ہونے لگا رفتہ رفتہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی اور اثر ونفوذ میں اضافہ ہوا۔

ردولی کے نواح کے گاؤں میں تبلیغ اسلام کی ضرورت تھی۔ آپ کی مساعی جمیلہ سے دیہاتوں میں اسلام پھیل گیا۔

چوتھا دور سیر و سیاحت

اس دور میں قیام خانقاہ، سلطان ابراہیم شرقی جونپوری اور قاضی شہاب الدین لہریا رحمۃ اللہ سے ملاقات، عوام وخواص کی اصلاح وتربیت اور سفر رائیشری شامل ہیں۔

قیام خانقاہ

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے سوانح نگار اس بات پر متفق ہیں کہ آپ پنڈوہ (بنگال) سے بہار اور شہر اودھ ہوتے ہوئے ردولی تشریف لائے اور خانقاہ قائم کی۔ یہ خانقاہ آپ کی زندگی کا عظیم ترین کارنامہ ہے صاحب تاریخ مشائخ چشت نے تحریر کیا ہے کہ:

''چشتیہ صابریہ سلسلے کا سب سے پہلا مرکز جس کو ہم تاریخ کی روشنی میں دیکھ سکتے ہیں وہ ردولی (ضلع بارہ بنکی) ہے شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے زمانے میں وہاں خانقاہ قائم کی تھی جب چشتیہ سلسلے کا مرکزی نظام ختم ہو چکا تھا............ دہلی اور اس کے اردگرد کا علاقہ چشتیہ سلسلے کے بزرگوں سے تقریباً خالی ہو چکا تھا۔ ردولی میں ان کی خانقاہ رشد وہدایت کا بڑا اہم مرکز بن گئی اور شمالی ہندوستان کے لوگ کثرت سے حاضر ہونے لگے۔''(۱)

حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے چالیس خلفاء تھے جن میں اہم ترین شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ، شیخ نظام رحمۃ اللہ علیہ سنّامی اور شیخ بہرام رحمۃ اللہ علیہ بیڈلوی تھے۔ حضرت شیخ نظام سنّامی کا وصال پیر ومرشد کی حیات میں بمقام سنّام ہو گیا تھا اور حضرت شیخ بہرام بیڈولوی قصبہ بیڈولی میں رہے اور وہیں ۸۵۴ھ میں وصال فرمایا آپ کا مزار جمنا کے کنارے ہے دونوں بزرگ عالم وفاضل اور عارف تھے۔ لیکن حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی سی شخصیت کسی میں نہیں

(۱) تاریخ مشائخ چشت صفحہ ۲۱۷۔

تھی۔ سلسلۂ صابریہ کو وسعت وفروغ اگر کوئی دے سکتا تھا تو صرف حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ بات پیر ومرشد کی دوربیں نگاہوں نے معلوم کر لی تھی اس لئے پیر ومرشد نے ربّ العزت کی درگاہ میں آپ کے حق میں دعا مانگی کہ سلسلۂ عالیہ شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ سے جاری ہو یہ دعا بھی تھی اور شیخ احمد کے لئے فرمان شیخ بھی تھا اس حکم کی تعمیل میں آپ نے جو سعی وریاضت ومجاہدہ کیا وہ سلسلے کی تاریخ میں عدیم المثال ہے۔ پنجاب سے لے کر بنگال تک سلسلے کو روشناس کرایا۔ زمین ہموار کی اور بے نظیر عمارت تعمیر کی۔ یہ کوئی معمولی بات تو تھی نہیں۔ عرصۂ دراز کے بعد سلسلے کی خانقاہ کا ردولی میں قائم کرنا تھا کہ ایک شور ہندوستان میں برپا ہو گیا اور خانقاہ لوگوں کا گھر بن گئی۔

اسی خانقاہ سے حق حق حق کی آوازیں اٹھیں اور دنیا پر چھا گئیں۔ لا الٰہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ کے حیات افروز کلمات سے نور کا جھما کا اٹھا اور سارا زمانہ ''حق'' اور ''ہدایت'' کی روشنی میں نہا گیا۔

دور ونزدیک سے کشاں کشاں لوگ حاضر ہونے لگے اور درد کا درماں لے کر واپس جانے لگے۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما　　اے طبیب جملہ علّتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما　　اے کہ افلاطون و جالینوس ما

مختصر یہ کہ اس خانقاہ سے سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے مشرب ومسلک کے چشمے بہے جن سے ایک عالم سیراب ہوا اور اسی خانقاہ سے سلسلۂ عالیہ صابریہ مستحکم وجاری ہوا۔ الغرض پیر ومرشد کی دعا بارگاہ ایزدی میں مستجاب ہوئی۔

قیام خانقاہ کا زمانہ

خانقاہ شریف کی بنیاد کس سنہ میں رکھی گئی قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا مگر واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ نویں صدی ہجری کے پہلے ربع کے تقریباً نصف میں قائم کی گئی یعنی ۱۴۱۰ء کے قریب سال دو سال کا فرق ہو سکتا ہے۔

قیاس کے اسباب

۱- حضرت نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت شیخ علاء الحق والدّین رحمۃ اللہ علیہ کا

وصال ۸۰۰ھ میں ہوا۔

۲- حضرت نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ ان کے سجادہ نشین ہوئے، آپ کا وصال بموجب اخبار الاخیار ۸۱۳ھ اور بموجب تاریخ ''نور بنور شد'' ۸۱۸ھ میں ہوا۔

۳- حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات حضرت نور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ۸۰۰ھ اور ۸۱۳ھ/ ۸۱۸ھ کے درمیان ہوئی اغلب یہ ہے کہ ملاقات ۸۰۰ھ اور ۸۰۴ھ کے درمیان ہوئی۔

۴- حضرت نور قطب عالم سے ملاقات کے فوراً بعد حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ بہار ہوتے ہوئے اودھ تشریف لائے جہاں آپ کا قیام چند سال رہا۔

۵- حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اودھ سے ردولی آئے اور خانقاہ قائم کی۔

۶- حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے خوش خصال فرزند حضرت شیخ عارف احمد رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۸۱۵ھ میں ہوئی۔

خانقاہ کا محل وقوع

خانقاہ شریف مکان مخدوم سے ملی ہوئی ہے اور درگاہ شریف سے بس چند قدم پر ہے۔اس کے سات در ہیں جو حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے بدستور چلے آرہے ہیں اس کی چھت نیچی تھی شاہ حیات احمد احمدی سجادہ نشین نے ستونوں کو بلند کیا۔اور چھت اونچی کرائی۔ ۱۸۶۵ء کے واجب الارض میں خانقاہ اور صحن خانقاہ شاہ التفات احمد سجادہ نشین پدر حضرت شاہ حیات احمد احمدی المتوفی ۱۹۰۸ء کے نام درج ہیں:

۱- خسرہ آبادی نمبر خانقاہ مخدوم صاحب قدس اللہ سرہٗ ۴۳۶۱

۲- خسرہ آبادی نمبر صحن خانقاہ مخدوم صاحب قدس اللہ سرہٗ ۴۳۶۰

بنام شاہ التفات احمد سجادہ نشین

(نظام خانقاہ اور شیخ کے طریقۂ اصلاح کے بارے میں اگلے صفحات ملاحظہ کریں۔)

سفر جونپور

قاضی شہاب الدین لہریاوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات

آپ اس اصول کے تحت ''اگر بادشاہ مسلمان ہوجائے تو ایک دنیا مسلمان ہوجائے'' سلطان ابراہیم شرقی سے ملاقات کے لئے جونپور تشریف لے گئے۔سلطان سے ملاقات سے قبل قاضی شہاب الدین لہریاوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی دونوں نے آپس میں باتیں کیں۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ معرفت حق کی کچھ باتیں بیان فرمارہے تھے کہ قاضی شہاب الدین لہریاوی رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا: شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ! ہم لوگ ارباب ظاہر ہیں اور آپ کے علم کی فہم وادراک سے جو درحقیقت خدا کا علم ہے قاصر ہیں، شیخ العالم نے فرمایا ''تو بے چارہ لہریا کا رہنے والا اس علم اور اس مقال کو کیا جانے'' قاضی صاحب معترف ہوئے اور ان کو شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کامل اعتقاد ہوگیا۔(۱)

حالات قاضی شہاب الدین لہریاوی رحمۃ اللہ علیہ (دولت آبادی)

صدر العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادی سلطان ابراہیم شرقی جونپوری کی حکومت میں قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے۔(۲) سلطان آپ کی علمی قابلیت سے بہت متاثر تھا۔

(۱) انوار العیون صفحہ-۲۶ (۲) بزم صوفیہ صفحہ-۵۲۵

حضرت شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے قاضی صاحب سے زیادہ شہرت اس دور میں کسی کو نہیں عطا کی حالانکہ دانشمندان وقت موجود تھے۔(۱) صاحب تاریخ فرشتہ نے آپ کی علمیت سے متاثر ہوکر یہ جملہ لکھا ''واز جملہ فضلائے عصر قاضی شہاب الدین جونپوری است'' اور شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ کے ساتھ خراج عقیدت پیش کیا ہے ''صدر العلماء بدر العلما، استادالشرق والغرب، عالم ربّانی، نعمان ثانی، قاضی شہاب الدین لہریا نور اللہ مرقدہٗ۔'' (۲) آپ قاضی عبدالمقتدر رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ اور مولانا محمد خواجگی کے جلیل القدر خلفاء میں سے تھے دونوں حضرت چراغ دہلوی رحمۃ اللہ کے خلیفہ تھے صاحب خزینۃ الاصفیاء کے بموجب آپ کے اوصاف تحریر وتقریر کے قلمرو سے باہر ہیں۔ صاحب تصنیفات عالیہ تھے۔ آپ مندرجہ ذیل کتابوں کے مصنف تھے۔ شرح کافیہ، کتاب الارشاد در علم نحو، بدیع البیان در علم بلاغت، بحر موّاج متعلق تفسیر قرآن پاک اہم کتابوں میں سے ہیں جو انداز بیان وفصاحت میں لاثانی کہی جاتی ہیں۔ آپ نے کتاب درفضیلت علما بر سادات تحریر کیا ہے اور اس میں یہ جملہ لکھا۔

''کہ فضیلت علماء بہ سبب علم کہ ہست در عالم اظہر است وفضیلت علویت سادات موہوم کہ اثبات آں بسا مشکل۔''

علما کی فضیلت علم کے سبب سے ہے وہ اظہر من الشّمس ہے اور سادات کی بلندی کی فضیلت موہوم ہے جس کا اثبات مشکل ہے۔

حضرت سرکار دو عالم ﷺ نے عالم رویا میں عتاب ظاہر فرمایا۔ بیدار ہونے پر کتاب مذکور کو نذر دریا کیا۔ بعد ازاں سادات کے مناقب میں رسالہ لکھا

قاضی صاحب کا وصال جونپور میں ۸۴۸ھ میں ہوا۔ اور وہیں مزار مبارک ہے۔

سلطان ابراہیم سے ملاقات

قاضی شہاب الدین لہریاوی نے شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کو سلطان ابراہیم شرقی سے ملادیا۔(۳)

(۱) اخبارالاخیار صفحہ-۱۷۵۔ (۲) انوارالعیون صفحہ-۲۴ (۳) ایضاً صفحہ-۲۶

آپ نے سلطان سے کیا بات چیت کی انوارالعیون میں تحریر نہیں مگر اتنا معلوم ہوتا ہے کہ سلطان نے خاطر خواہ تعظیم وتکریم کی اور آپ بھی اس سے مطمئن ہوئے۔

سلطان نے کثیر میوہ بطور نذر پیش کیا جسے آپ نے فقرا میں تقسیم کردیا اور شاہانہ دربار کے لائق جو لباس زیب تن تھا اس کو اتار کر اپنی گدڑی پہن لیا اور سواریاں جو نذر میں ملی تھیں ان کو قنوج کے کوتوال کو دے دیا جس سے ان کو فراغت کے دن نصیب ہوئے اور افلاس دور ہوا پھر آپ نے اللہ اکبر کہا اور ردولی واپس تشریف لائے۔(۱)

سفر رائنڑی

سلطان ابراہیم سے ملنے کے بعد آپ نے ردولی سے رائنڑی کا سفر کیا جس کا مقصد شیخ بدر الدین کے فرزند وجانشین شیخ نصیر الدین کو صوری ومعنوی تعلیم وتربیت سے نوازتا تھا۔ حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

''حضرت حکیم شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ شیخ المشائخ شیخ بدرالدین کو حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے والد شیخ داؤد سے محبت تھی، شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ شیخ المشائخ قطب الاقطاب مخدوم شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور ان سے ان کو اجازت تھی، شیخ داؤد اور شیخ بدر الدین میں باہم تعلقات اور قرابت داری تھی اس لئے دونوں میں محبت اور مؤدت بھی حد درجہ تھی اس بنا پر شیخ داؤد اکثر ان کے ہاں رہا کرتے تھے۔''(۲)

وضاحتی نوٹ

یہ اقتباس دوررس نتائج کا حامل ہے۔ شروع میں عرض کیا گیا ہے کہ مرأۃ الاسرار کے مطابق حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے والد کا نام حضرت شیخ عمر رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ مگر اقتباس بالا کے مطابق آپ کے والد کا نام شیخ داؤد تھا۔

(۱) انوارالعیون صفحہ-۲۷ (۲) انوارالعیون صفحہ-۶۱

مرأۃ الاسرار کے مصنّف حضرت شاہ عبدالرحمٰن چشتی صابری حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب سجادہ حضرت شیخ حمید رحمۃ اللہ علیہ (وصال ۱۰۳۲ھ) کے خلیفہ تھے اپنے پیر کی خدمت میں عرصے تک رہے اور ان کو پیر و مرشد کے خاندان کی معلومات حاصل ہوئیں۔ لہٰذا ان کی بات رد کر دینا آسان نہیں ہے۔

(۱) اس اقتباس کے مطابق حضرت شیخ داؤد کو غیر معمولی قربت شیخ بدرالدین کے خاندان سے تھی ممکن ہے کہ شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ کی شادی شیخ بدرالدین کے خاندان میں ہوئی ہو اس صورت میں شیخ داؤد کا عنفوان شباب تھا۔ جب وہ شہر بلخ (افغانستان) سے سلطان علاء الدین خلجی کے عہد حکومت میں دہلی آئے۔ سلطان علاء الدین کا دور حکومت ۱۲۹۶ء سے ۱۳۱۶ھ تک رہا۔ دہلی میں بلخ کے رہنے والے کافی تعداد میں تھے۔ شیخ داؤد کے اقربا بھی ان میں سے رہے ہوں جن کی وساطت سے سلطان نے شیخ داؤد کو صوبۂ اودھ میں جاگیر دی ہو اور یہ زیادہ قرین قیاس ہے کہ نمایاں ہاتھ شیخ بدرالدین یا ان کے خاندان والوں یا ان کے دوستوں کا رہا ہو۔ اس کا خاص سبب اس کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا کہ شیخ داؤد کی شادی شیخ بدرالدین کے خاندان میں ہوئی ہو۔ شیخ داؤد دہلی میں رہتے تھے۔ بعد ازاں ردولی میں متوطن ہوئے۔

(۲) دونوں لائق مصنّفوں کے تضاد میں مطابقت اس طرح بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت شیخ داؤد شہر بلخ سے مع نوجوان صاحبزادے حضرت شیخ عمر رحمۃ اللہ علیہ دہلی آئے اور ان کی شادی شیخ بدرالدین کے خاندان میں ہوئی۔ جاگیر ملنے پر ردولی میں آباد ہو گئے۔ شیخ عمر رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ردولی میں پیدا ہوئیں۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی عمر سات برس بھی نہیں ہوئی تھی کہ شیخ عمر رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ تعلیم و تربیت کے لئے ان کو شیخ تقی الدین کے پاس دہلی بھیج دیا گیا۔ جاگیر کی دیکھ بھال کے لئے حضرت شیخ داؤد ردولی میں رہے اور دراز عمر پائی۔

مرأۃ الاسرار، خزینۃ الاصفیا اور معراج الولایت کا اتفاق ہے کہ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے دادا حضرت شیخ داؤد رحمۃ اللہ علیہ تھے ان کے صاحبزادے شیخ عمر تھے، شیخ عمر کے بیٹے حضرت شیخ تقی الدین اور حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ تھے۔

اب ہم دوبارہ سفر رائبڑی کا حال لکھ رہے ہیں۔

شیخ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات سے قبل شیخ نصیرالدین رحمۃ اللہ علیہ سے وصیت کی تھی کہ میرا دوست ہندوستان سے آئے گا جس کا نام شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ ہے تم کو باطنی نعمت اس سے ملے گی اس بناء پر شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے رائبڑی کا سفر کیا۔

دانشمند سے ملاقات

رائبڑی میں ایک شخص کے علم و فضل کی دھوم تھی گو شیخ نصیرالدین رحمۃ اللہ علیہ ہوشمند ہو چکے تھے مگر استفادہ اس دانشمند سے کیا کرتے تھے۔ آپ پہنچے تو شیخ نصیرالدین رحمۃ اللہ علیہ اس سے استفادہ کر رہے تھے۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”کیا تمہارے باپ بھی یہی علم پڑھتے تھے اور اسی علم میں مشغول رہتے تھے؟“ شیخ نصیرالدین کو اپنے والد کی وصیت یاد آئی اس خیال کے آتے ہی شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دست بستہ مہر بہ لب کھڑے ہو گئے۔ دانشمند نے شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی باتوں کو مکر پر محمول کیا اور بحث شروع ہو گئی۔ آپ نے معرفت حق تعالیٰ سے متعلق چند سوالات کئے اور تیز نظروں سے دیکھا۔ وہ تاب نہ لا سکا اور بے ہوش ہو گیا۔ ہوش آنے پر آپ کے قدموں پر سر رکھ دیا اور عرض کیا کہ آپ کے طفیل میں جو کچھ آج معلوم ہوا اس کی خبر نہ تھی۔ اس دانشمند کا جب یہ حال ہوا تو شہر میں شور برپا ہو گیا۔ ایک مخلوق زیارت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ٹوٹ پڑی کہ ایسا صاحب کمال درویش آیا ہے غرضیکہ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ نصیرالدین رحمۃ اللہ علیہ کو باطنی تعلیم سے نوازا اور وطن لوٹ آئے۔ (۱)

اس سفر میں آپ کے ساتھ آپ کے عزیز مرید شیخ بختیار جونپوری بھی تھے۔

امراو غیرہ کی تادیب

۱۔ ایک بار قصبہ ایسولی میں مجلس عالی فیروز خاں سپاہیوں کے ساتھ آکر مقیم ہوا آپ نے اپنے مرید بہرام کے ہاتھ اس کو خط بھیجا جس میں یہ اشعار تحریر فرمائے:

(۱) ماخوذ از انوار العیون صفحہ ۶۱-۶۳

(۱)

ہر آن کہ غافل از وئے یک زمان است
درآں دم کافر است اما نہان است

(۲)

مبادا غایتے پیوستہ باشد
در اسلام بروئے بستہ باشد

(۳)

حضورم بخش اے پروردگارم
کہ من غائب شدن طاقت ندارم

فیروز خاں نے ادب واحترام کے ساتھ خط کو لے کر آنکھوں سے لگایا۔ دیر تک پڑھنے کے بعد مفہوم سے آگاہ ہوا اور بہرام سے کہا کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کرنا کہ مجلس عالی سر کے بل حاضر ہوتا مگر محاصرہ سے مجبور ہے میری طرف سے زمیں بوس ہوکر یہ کپڑا نذرانے کے طور پر پیش کرنا۔ اس نے بہرام کو بھی دس تنگہ دیئے۔(۱)

۲- ایک دن شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی خانقاہ میں تشریف فرما تھے۔ پرگنہ ردولی کا مقطع تاتار خاں حاضر ہوا۔ آپ نے سر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا کہ ''دنیا میں ایسی چال چلو کہ کچھ دن باقی رہ جاؤ'' تاتار خاں گر پڑا اور بے ہوش ہوگیا۔ اس واقعہ کے بعد وہ اتنا معتقد ہوگیا کہ اکثر پیادہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہتا تھا نیز اس کی روش میں نیک تبدیلی آگئی۔(۲)

۳- آپ کے ایک مرید میاں فرید نفیس کپڑوں کی تجارت کرتے تھے۔ ایک دن آپ کے سامنے سے ہوکر گذرے۔ آپ نے بلایا اور کپڑا دیکھنے کے بعد فرمایا قیمتی تھان ہیں؟ مرید نے عرض کیا حضور ایک ایک تھان دس دس تنگہ کا ہے اور چنگی مستزاد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر تم اس کو چھپاتے ہوگے؟ عرض کیا ''ہاں'' آپ نے فرمایا۔ آئندہ چنگی کے خوف سے نہ چھپانا۔

(۱) انوار العیون صفحہ-۶۹- (۲) ایضاً صفحہ-۵۲

مرید نے سر اطاعت خم کیا۔

اس کے بعد وہ قنوج کی طرف روانہ ہوئے اور اس مرتبہ سامان کھلا ہوا لے گئے۔ لیکن کسی نے یہ بھی نہ پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سامان لئے جا رہے ہو، دریا کے کنارے پہنچے تو پار اترنے کی بھی اجرت نہیں دینی پڑی اور کافی نفع ہوا۔(۱)

۴- محمد خاں ردولی کا مقطع آپ کی زیارت کے لئے آیا۔ آپ کے داماد جہانشہ نے آپ کے مرید شیخ برہان کے ذریعے سے محمد خان سے زراعتی زمین دینے کے لئے کہا۔ واپسی پر اس نے جہانشہ کو ساتھ لے لیا اور عہدیداران کو بلا کر موضع کلوا پرگنہ ردولی میں سات سو بیگھہ کا پروانہ لکھ کر مہر کر کے ان کے حوالے کیا۔ وہ شاداں وفرحاں حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے۔ آپ نے تحریر مانگی، انہوں نے تحریر آپ کے ہاتھوں میں دے دی۔ آپ نے مرید شیخ بہرام کو حکم دیا کہ ردولی کے حاکم خواجہ شیخن کو بلا لاؤ۔ بہرام گئے تو دیکھا کہ خواجہ شیخن ایک عورت کے ساتھ ہنڈولہ میں شراب نوشی میں مشغول ہیں۔ بہرام نے خواجہ شیخن سے کہا کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے بلایا ہے۔ انہوں نے کہا کہ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جھوٹ نہ بولنا جو کچھ تم دیکھ رہے ہو عرض کر دینا۔ بہرام نے واپس آکر ساری کیفیت بیان کی۔ آپ نے بہرام سے کہا کہ شیخن سے کہو کہ جس حالت میں ہوں اُسی حالت میں چلے آئیں۔ خواجہ شیخن حسب الحکم جام شراب لئے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے جام شراب ان کے ہاتھوں سے لے کر بہرام کو دیتے ہوئے کہا کہ اسے کسی ہشت راہے پر لے جا کر توڑ دو۔ بہرام نے ارشاد کی تعمیل میں جام شراب کو سر بازار توڑ ڈالا۔ شراب پینے والوں کی سرزنش ہوئی اور ان کے حلقوں میں خوف پیدا ہوگیا اور اجتناب کرنے لگے۔(۲) اس طرح شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے معاشرے کی اصلاح فرمائی۔

۵- حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ زکریا بن سلیمان جامع مسجد میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ مراقبے میں تھے اور ماسوا اللہ سے بے تعلق ہوکر جمال حق کے مشاہدے میں

(۱) انوار العیون صفحہ-۶۸ (۲) انوار العیون صفحہ-۲۸-۲۹

مشغول تھے، شیخ زکریا اگرچہ صاحب علم تھے باآواز بلند قرآن مجید کی تلاوت کررہے تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ قرآن آہستہ پڑھنا چاہئے۔ (۱)

۶- حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ بودھی اودھی کو جامۂ خلافت اور اجازت عطا فرمائی۔ انہوں نے خانقاہ سے نکل کر شیوخ کے طریقے پر ایک شخص کو مرید کیا اور آپ کے سامنے شیرینی لائے، آپ برافروختہ ہوئے۔ بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ میں نے بدھئی سے خلافت چھین لی۔ (۲)

(۱) انوارالعیون صفحہ-۳۵۔ (۲) ایضاً صفحہ-۳۷

نظام خانقاہ

۷۸۶

حق حق حق

خانقاہ کا مقصد

ہمارے رسول پاک ﷺ جن پر بے شمار درود وسلام ہوں تمام عالم کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے تا کہ اخلاق کی تکمیل ہو سکے، اس اخلاق کی تکمیل جو احکامات خداوندی کے بموجب شرک وکفر وغیر حق کے فرسودہ نظام کہن کو پارہ پارہ کر کے انسان کو اس اعلیٰ ترین مسند خلافت پر بٹھادے جو انسانیت کی بقا اور فلاح و بہبود کی ضامن ہو۔ انسان قرآن کے مطابق فکر و علم وعمل کی وہ شمع روشن کردے جو دنیا میں خیر کا سبب اور شر کے ازالہ کا باعث اور آخرت میں سرخروئی کی ضیاء ہو۔ خانقاہوں کا کام اسی اسلامی اخلاق کو عام کرنا تھا۔

خانقاہوں میں اصلاح نیّت، استقامت، توکّل، عفو، ایثار، دیانت داری، تحمّل اور خدمت خلق کی تعلیم سنّت نبوی ﷺ کی مطابقت میں دی جاتی تھی تا کہ طالب میں اعلیٰ کردار پیدا ہو اور وہ ایک نمونے کی حیثیت سے دنیا کے سامنے آئے جس سے اسلام دلوں میں قرار پکڑے۔

طالب کے لئے علم ورزق حلال کا حاصل کرنا اور خندہ پیشانی کی صفات پیدا کرنا ضروری تھا۔

شیخ وقت کا یہ فرض تھا کہ اصلاح کا آغاز شریعت مطہرہ کی پابندی سے کرائیں اور رفتہ رفتہ اونچے درجات تک لے جائیں۔

حضرت شیخ العالم احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خانقاہ کا نظام انہیں اصولوں پر رکھا تھا۔

مریدی کا امتحان

کسی شخص کو حلقۂ ارادت میں لینے سے پیشتر آپ آزماتے تھے کہ اس میں غرور نفس، غلط

قسم کی خودی، محنت سے عار، اور جھوٹی لگن تو نہیں ہے۔ اس کے لئے یہ طریقہ بنالیا تھا کہ اصلاح نفس کے لئے طالب سے آٹھ دن خانقاہ کا پانی بھرواتے، لکڑی ڈھلواتے، جاروب کشی کراتے اور دوسری خدمات لیتے (۱) مرید کرنے کے بعد پرکھا اور جانچا کرتے کہ لغزش تو نہیں ہوئی۔

واقعہ

میاں سالار ایک معزز اور صاحب حیثیت فرد تھے ایک دن زرتار موزہ اور خاص قسم کا لباس پہن کر آئے اور مرید ہونے کی گذارش کی اس وقت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین گارا بنا رہے تھے ان کو بھی حکم ملا کہ گارا بنانے میں شریک ہو جاؤ حکم ملتے ہی اسی لباس میں نگار میں داخل ہو گئے اور گارا بناتے رہے۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی درخواست کو منظور فرمایا اور مریدوں کے زمرے میں داخل کرلیا۔ (۲)

واقعہ

ایک دن فصیل غوری زرتار موزہ لے کر حاضر ہوا اور مرید ہونے کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ تمہاری گردن موٹی اور اس فقیر کی سلک تنگ ہے۔ جب وہ اپنی گذارش سے باز نہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ گھڑا سر پر لے جاؤ اور حوض سے پانی بھر کر لے آؤ! غوری وہ گھڑا ایک شخص سے بھروا کر خانقاہ لے آیا۔ آپ نے فرمایا کہ فصیل تمہاری گردن موٹی ہے اور میری سلک تنگ ہے اس میں کیسے آئے گی۔ اس کی قسمت میں مرید ہونے کی سعادت نہیں لکھی تھی لہٰذا ناکام واپس گیا۔ (۳)

شرعی ذمہ داری

مرید کرنے سے پہلے یہ بھی دیکھتے تھے کہ اس پر کوئی شرعی ذمہ داری تو نہیں ہے مثلاً شیخ بختیار جونپوری نے جب حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کی گذارش کی تو وہ ایک سوداگر کے غلام تھے۔ آپ نے اُن سے فرمایا کہ جا کر اپنے آقا کی رضا حاصل کرو۔ (۴) اسی طرح مخلص شاہ سے

---

(۱) انوارالعیون صفحہ-۶۷ (۲) ایضاً صفحہ-۷۱

(۳) ایضاً صفحہ-۶۷ (۴) ایضاً صفحہ-۴۴

فرمایا کہ اپنے لڑکے، لڑکی کی شادی بیاہ سے فراغت پانے کے بعد آؤ ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔(۱)

مریدین اپنی شرعی ذمّہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے بعد طاعت وعبادت میں مشغول ہوتے تھے۔ ہر صحت مند مرید محنت اور روزگار سے اپنے کنبے کی پرورش کرتا تھا اور باقی وقت خانقاہ شریف میں گذارتا۔

خانقاہ کا نظام

خانقاہ کا نظام اجتماعی جمہوری تھا مگر انفرادی آزادی برقرار رہتی تھی۔نشست وبرخاست، خوردونوش، عبادت وریاضت، تعلیم وتربیت اجتماعی اور انفرادی طور پر بھی ہوتی تھی۔خانقاہ میں آئی ہوئی چیز سب کی تھی۔

اخراجات خانقاہ کا دارومدار

(۱) مریدین کی محنت۔

(۲) بغیر مانگے کی امداد۔

(۳) شیخ کی اعانت۔

خانقاہ شریف میں ہر شخص ہدایت کے لئے آسکتا تھا۔ایک بقال بھی آپ کا مرید تھا۔آپ کسی حالت میں شریعت محمدی ﷺ سے روگردانی برداشت نہ کرتے۔ چنانچہ بقال مذکور کا واقعہ اس طرح منقول ہے:

واقعہ

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کوٹھے کے اُوپر حجرے میں بیٹھے تھے۔آپ کا ایک مرید بقال شراب پی کر خانقاہ میں آگیا اور نشے میں کہنا شروع کیا ''حق پیرمن پاک، حق پیرمن پاک'' ہر چند لوگ منع کرتے تھے مگر وہ خاموش نہ ہوتا تھا۔آپ کوٹھے سے اُتر آئے اور فرمایا کہ تیرا پیر کس طرح پاک ہوسکتا ہے جب کہ وہ بندہ ہے پاکی صرف حق تعالیٰ کے لئے ہے۔ وہ آپ کے اس

(۱) انوارالعیون صفحہ-۵۶۔

فرمان کے بعد بھی باز نہ آیا اور بدستور نعرے لگاتا رہا۔''حق پیرمن پاک'' آپ نے زمین پر عصا مارا عصا ٹوٹ گیا۔عصا ٹوٹتے ہی اس پر سے شراب کی مستی اترنے لگی اور موت کا نشہ چڑھنے لگا۔ اہل خانقاہ نے جب اس کا یہ حال دیکھا تو بختیار جونپوری سے سفارش کرائی کہ درگذر فرمائیں۔ بختیار آپ کے سامنے جاکر زمیں بوس ہوئے اور عرض گذار ہوئے کہ حضور نگاہ کرم سے نوازیں آپ نے فرمایا بختیار: میں رات کو سبحان ربّ العزت حضرت لا الٰہ الاّ اللہ کی بارگاہ میں ذبح کیا گیا۔اب تیر نشانے پر پہونچ چکا ہے لہٰذا اس خیال کو چھوڑ دو۔غرض تین دن بھی گذرنے نہ پائے تھے کہ مرید وفات پاگیا۔(۱)

تبلیغ با جماعت

آپ تنہا تبلیغ واشاعت کا فرض ادا کرتے اور کبھی کبھی مریدوں کی جماعت کے ساتھ دورہ کرتے تھے۔(۲)

واقعہ

ایک مرتبہ مریدوں کی جماعت کے ساتھ دیہی علاقے میں اسلام کا پیغام پہونچانے کے لئے آپ نے دورہ کیا۔ایک جنگل سے گذر رہے تھے۔راستے میں نہایت سرسبز وشاداب پکڑیا کا پیڑ ملا اس کے نیچے کا صحن بھی صاف سُتھرا تھا۔آپ اس کے نیچے ٹھہر گئے اور اپنے اشغال میں مصروف ہوئے۔تھوڑی دیر کے بعد آپ کی جان پاک کا طائر قفس خاکی سے نکل معبود حقیقی کے پاس پہنچ گیا۔ یہ دیکھ کر مریدین زار زار رونے لگے اور کہنے لگے کہ یہ کوئی یقین نہیں کرے گا کہ آپ نے خود سے دارفنا سے دار بقا کی طرف رحلت فرمائی۔سب یہی شبہ ظاہر کریں گے کہ آپ کو بھاری نذر ملی ہوگی اس کے لالچ میں ہم لوگوں نے ایسا کیا۔اس خیال کے ساتھ ہی حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ زندہ ہوگئے اور فرمایا کہ یہ مقام فقیر کی روح کے بہت مناسب تھا لیکن جب تم لوگوں کا یہ گمان ہے تو چلو! یہ کہہ کر پھر سفر کا سلسلہ جاری فرمادیا۔

(۱) انوارالعیون صفحہ-۳۶ (۲) انوارالعیون صفحہ-۴۱

واقعہ

ایک مرتبہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ حسب دستور جنگل کی سیر کے لئے نکل پڑے اتفاقاً موضع بہریلہ پہونچ گئے اس وقت تک اسلام کی روشنی وہاں نہیں پہونچی تھی اور وہ اہل ہنود کی بستی تھی۔آپ نے اذان دی جو وہاں کے لوگوں کو ناگوار ہوئی اور تعصّب کی وجہ سے پریشان کرنا چاہا لیکن آپ کی ہیبت درویشی سے نزدیک نہ آسکے اور ان کے بڑھتے قدم رک گئے۔اس زمانے میں بہریلہ کا زمیندار مرچکا تھا اور دیدی رانی نام کی عورت حکمرانی کررہی تھی وہ عقلمند تھی واقعہ معلوم ہونے پر کمال نیازمندی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض گذار ہوئی کہ آپ نے یہاں اذان دی اب بتایئے میرے اور میرے لڑکوں کے لئے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا! میں نے تجھ کو موضع کورہ اور تہلوارہ دیا تم کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہونچے گی اور نہ قید ہوگی اس واقعہ کے کچھ دن بعد سلطان ابراہیم شرقی نے اژدرخاں بدخشی کو موضع بہریلہ میں آباد ہونے کا حکم دیا اور شعائر اسلام نافذ کرنے کا فرمان جاری کیا۔دیدی رانی اپنے قبیلے کے ساتھ موضع مذکور میں چلی گئی اور امن وامان میں رہی۔(۱)

مؤلّف بحر ذخّار نے بھی اس واقعے کو لکھا ہے۔

''حضرت مخدوم عبدالحق ردولوی قدس سرہٗ العزیز جوش و ولولہ میں ایک دن موضع بہریلہ تشریف لائے اور اذان کہی اور نماز پڑھی۔ وہ موضع ٹھاکروں کا تھا۔ان کو یہ حرکت مخدوم کی ناگوار معلوم ہوئی انہوں نے روکا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو غصّہ آیا اور وہاں سے چلے آئے اس وقت موضع میں ایک رانی رہتی تھی جس کو دیدی رانی کہتے تھے۔وہ بڑی عاقلہ اور مدبّرہ تھی اس نے جب یہ سنا تو اس کو یہ اندیشہ ہوا کہ مبادا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف سے کوئی آفت نہ آئے چنانچہ حضرت سے کہا کہ جب آپ میری ریاست میں آکر اذان دیتے اور نماز پڑھتے ہیں تو آپ خود ہم کو حکم دیجئے کہ ہم کہیں اور قیام کریں اور یہاں سے چلے جائیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے اس کو موضع کورہ اور تہلوارہ دیا۔ وہ جب تک وہاں رہے گی کسی قسم کا نقصان نہ

(۱) مرآۃ الاسرار فارسی۔

پہونچے گا نہ وہ کبھی مغلوب ہوگی اور نہ گرفتار ہوگی۔اس نے حکم کی تعمیل کی موضع بہریلہ کو سلطان ابراہیم شرقی نے سید آذر خان بدخشی کو جاگیر کے طور پر دے دیا۔سیّد مذکور نے اس کو آباد کیا اور اچھی طرح اسلام کو رواج دیا۔دیدی رانی کی اولاد موضع مذکور میں آباد ہوئی اور خوش وخرم رہی۔''

(حضرت سیّد عبد الرّزاق رضی اللہ عنہ بانسہ شریف ضلع بارہ بنکی انہیں سیّد بدخشی کی اولاد ہیں۔)(۱)

نوٹ: موضع بہریلہ پرگنہ سورج پور تحصیل رام سنہی گھاٹ ضلع بارہ بنکی کا مشہور گاؤں ہے بھٹر یا چوراہا سے حیدر گڈھ جانے والی پختہ سڑک پر چند میل کی دوری پر آباد ہے ردولی سے اس کا فاصلہ تقریباً چودہ میل ہوگا جہاں اہل ہنود کی آبادی ہے یہ واقعہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے تبلیغی مجاہدے کا آئینہ دار ہے الغرض ردولی کے قرب و دور کے دیہاتوں میں آپ کی محنت شاقہ سے شمع اسلام روشن ہوئی۔

تعلیم وتربیت کا طریقہ

آپ کا طریقۂ تعلیم مؤثر اور سادہ تھا۔حضرت مخلص شاہ صاحب کو مرید کرنے سے پہلے یوں تعلیم دی کہ آپ نے ایک گڈھا کھود کر پانی سے لبریز کردیا۔اس میں ایک کنکری ڈال کر ان سے فرمایا کہ اس کو نکالو! انہوں نے کنکری نکال کر سامنے رکھ دی پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پانی میں تھوڑی سی مٹی ڈال کر فرمایا اس کو بھی نکالو مخلص شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پانی میں ہاتھ ڈالا مگر کچھ نہ ملا۔عرض کیا! پیر دستگیر کچھ نہیں ملتا۔حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر باقی رہنا چاہتے ہو تو اسی طرح سے اپنی ذات کو مٹانا ہوگا اگر اس حد تک کوشش نہیں کرسکتے تو اس راہ سے دور رہو۔(۲)

مشائخ چشت جس کو نعمت عشق الٰہی سے نوازنا چاہتے تھے تو اس کی طرف صرف آنکھ اٹھا کر دیکھ لیتے تھے چنانچہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ میں یہ وراثت بدرجۂ کمال تک آئی۔مشہور واقعہ

(۱) فیوض حضرت بانسہ از مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی۔صفحہ ۳۰-۳۱

(۲) انوار العیون صفحہ ۵۶

ہے کہ حضرت سیّد کبیر ردولوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب حسب ونسب تھے وہ آپ کی خدمت میں مرید ہونے کے لئے آئے۔اس وقت آنکھیں بند کئے ہوئے عالم استغراق میں آپ خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ سیّد کبیر رحمۃ اللہ علیہ نے آرزو ظاہر کی۔ آپ نے چشم باطن سے بغیر ظاہری آنکھ کھولے ہوئے ان کی طرف دیکھا تو اسی وقت ان کا قلب عشق الٰہی سے سرشار ہوگیا وہ جب تک زندہ رہے غرق عشق الٰہی رہے اور واصلان حق میں ان کا شمار ہوا۔ ان کی قبر مغربی راستہ کے بیچ میں حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے روضے کے پاس پکڑیا کے درخت کے نیچے ہے۔(۱)

نوٹ: حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کو پکڑیا کا درخت مرغوب تھا۔ ساڑھے پانچ سو سال پہلے بھی واقعۂ مذکورہ کے بموجب آپ کے روضے کے سامنے پکڑیا کا درخت تھا اور اس وقت بھی گھنا سایہ دار پکڑیا کا درخت موجود ہے۔

حلقۂ ارادت سے اخراج

آپ اس شخص کو مرید نہ کرتے جو امتحان میں پورا نہ اُترتا۔(۲) جس مرید میں مشیخیت کی بو پیدا ہوجاتی اس کی بیعت فسخ کر کے مریدوں کے زمرہ سے خارج کر دیتے۔ آپ نے شیخ بودھی اودھی کو خلافت عطا کی انہوں نے باہر نکل کر شیوخ کی طرح ایک شخص کو مرید کیا اور آپ کے سامنے مٹھائی لائے۔ آپ نے ان سے خلافت چھین لی۔(۳)

حق، حق، حق

شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی الفت ومحبت کا مبدأ ''حق'' کا اسم اعظم تھا۔ آپ جمال خداوندی کے مشاہدے میں غرق رہتے، ''حق حق حق'' کی بلند آواز پر چشم حقیقت نگر کھولتے جب پہلی بار ''حق'' کا لفظ کہا جاتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ عالم لاہوت سے عالم جبروت میں تشریف لاتے، دوسری بار عالم جبروت سے عالم ملکوت میں نزول فرماتے اور تیسری بار عالم ملکوت سے عالم ناسوت کی طرف توجہ فرماتے۔(۴)

(۱) انوارالعیون صفحہ-۷۴۔ (۲) ایضاً صفحہ-۶۷ (۳) ایضاً صفحہ-۷۳ (۴) مرأۃ الاسرار وانوارالعیون صفحہ-۸۵

اس نسبت سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندوں، مریدوں اور طالبوں کی زبانوں پر لفظ ''حق'' جاری رہتا، اسم حق کی مداومت کی بناء پر ان لوگوں کو 'حق گو' اور 'حقانی'' کہا جاتا تھا۔ آپ کے مریدوں اور طالبوں کی یہ خاص علامت ہے۔ ان لوگوں کا کہنا بھی حق دیکھنا بھی حق اور سننا بھی حق تھا بلکہ ان کے جملہ افعال واقوال حق تھے۔(۱)

خانقاہ شریف میں ذکر وفکر کے ساتھ ساتھ دائرۂ حقیّ کی مشق کرائی جاتی ''حق حق حق'' سے خانقاہ اور اس کی فضا گونجا کرتی۔ صاحب سماعت آج بھی خانقاہ اور آپ کی قبر مبارک سے نکلتی ہوئی حق کی آواز سنتے ہیں۔(۲)

فنا فی الشّیخ

آپ کے مرید آپ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ تجلّی ذات آپ پر بصورت اسم حق جلوہ گر ہوتی تھی جس کی تاثیر سے مرید میں عشق الٰہی کا جذبہ پیدا ہوجاتا جس سے وہ دنیا کے بجائے عقبٰی کے طلب گار ہوجاتے اور حق کی آرزو کرتے۔

واقعہ

ایک دن مرید شیخ برہان آپ کے سامنے کھڑے تھے آپ نے فرمایا: دنیا لوگے؟ وعرض گذار ہوئے کہ دنیا کام نہیں آتی۔ پھر فرمایا۔ علم لوگے؟ عرض کیا۔ میں بڈّھا ہوچکا ہوں اب علم کیسے پڑھوں گا؟ فرمایا زحمت نہیں ہوگی بلا مشقّت ابھی یہیں کھڑے کھڑے پڑھ لوگے۔ عرض کیا پیر دستگیر! علم میرے کام نہ آئے گا۔ پھر ارشاد ہوا! دین لوگے؟ عرض کیا دین بھی میرے کام نہ آئے گا۔ مجھ کو صرف خدا کا جمال چاہئے کہ میرا دل مشاہدۂ حق کے سوا کسی چیز سے شگفتہ نہیں ہوگا۔(۳)

واقعہ

مرید شیخ بہرام سے آپ نے فرمایا کہ مجھ کو دونوں جہاں کی ولایت حاصل ہے جو مانگنا ہو مانگو! بہرام نے عرض کیا۔ روپیہ نہیں مانگتا، دنیا نہیں چاہتا، آخرت کی سرفرازی کی بھی خواہش نہیں

(۱) انوارالعیون صفحہ ۷۹-۸۶ (۲) ایضاً صفحہ-۸۷ (۳) ایضاً صفحہ-۵۵

کرتا، بس حقیقی مطلوب کو سونپ کر ماسواء اللہ کے نقوش مٹا کر خدا تک پہونچا دیجئے۔(۱)

یہ حیرت انگیز حقیقت ہے کہ آپ کے مرید اس جہان فانی سے گذرنے کے لئے آپ سے اجازت طلب کرتے۔ اس سلسلے میں آپ کے مرید حضرت مخلص شاہ صاحب کا واقعہ شاہد ہے کہ انہوں نے تین مرتبہ اجازت مانگی اور جب آپ نے ہاں کہا تو وہ گذر گئے۔(واقعہ اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔)

مریدوں سے محبّت

آپ مریدوں کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ قطب بندگی حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا ہے کہ آپ کے مریدوں کے لئے آپ کی حضوری و غائب دونوں یکساں ہیں۔ آپ کی ولایت و ہدایت زمان و مکان کی قید سے ماوراء ہے اس سلسلے میں حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ یہ مصرع پڑھا کرتے تھے:

چتر شاہی بر سر طفلان ماست

اور اکثر فرماتے ”کبوتر ان ماصید نخورند“ حضرت قطب بندگی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تاویل فرمائی کہ آپ کے مریدوں میں لغزش نہیں ہوتی۔ آپ کی زندگی اور موت ان کی رہبری کے لئے یکساں ہیں۔(۲)

شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جتنے میرے مرید ہیں اتنے ہی میں ہوں۔ میرا مرید جہاں کہیں ہوگا مجھ کو اپنے پاس پائے گا۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ کے سلسلے میں جتنے لوگ منسلک ہوتے رہیں گے بہ فضل تعالیٰ ان کی رہنمائی آپ کی ولایت کرتی رہے گی۔ آپ یہ بھی فرماتے کہ جو شخص میرے دائرے سے گذرتا ہے اس پر آتش دوزخ حرام ہوجاتی ہے۔(۳)

حضرت شیخ محبّ اللہ رحمۃ اللہ علیہ الٰہ آبادی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے جلسۂ عام میں فرمایا کہ مجھ کو حق تعالیٰ نے سند عطا فرمائی ہے جس میں میرے ان

(۱) انوار العیون صفحہ-۵۵ (۲) ایضاً صفحہ-۷۵-۷۶ (۳) ایضاً صفحہ-۷۶

تمام اصحاب اور مریدوں کے نام درج ہیں جو قیامت تک میرے سلسلے میں منسلک ہوں گے اور ان کو میرے طفیل میں بخش دیا۔

حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی صابری نے ”چتر شاہی بر سر طفلان ماست“ کی تشریح اس طرح فرمائی ہے:

”بعض درویش کشف و کرامت پر فخر کرتے ہیں جو میرے مریدوں کے لئے معمولی بات ہے۔“

مزید لکھتے ہیں کہ:

”خواجگان چشت نے درویشی کے پندرہ مقامات بیان کئے ہیں ان میں سے پانچواں مقام کشف و کرامات ہے جو عالم جبروت میں سالک پر جلوہ گر ہوتا ہے۔ اکثر لوگ اس مقام پر رہ جاتے ہیں جب سالک دس مقام اور طے کرتا ہے تو وہ مرتبۂ لاہوت پر پہونچتا ہے۔ اس وقت کشف و کرامات کی طرف بالکل توجّہ نہیں کرتا۔ یہ مقام تسلیم و رضا ہے یعنی منتہی فنائے احدیت میں مستغرق ہوجاتا ہے۔ اس مقام پر جب خود کو اور اپنی آرزو کو تلاش کرتا ہے نہیں پاتا ہے۔ پس تصرّف اس کا ارادہ حق سے ہوتا ہے جہاں اپنی خواہش و مرضی نیست ہوجاتی ہے۔ پس حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے فرزندوں اور مریدوں کو جو استغراق دوام حاصل تھا وہ اسی مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے تھا اور اس مقام سے بلند اور کوئی مقام نہیں۔“

اصطلاح تصوّف میں اس مقام کو قرب فرائض کہتے ہیں۔

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا ہے۔

”حق تعالیٰ کا قرب زمان و مکان سے منزّہ ہے اس کے قرب میں زمین و آسمان کا گذر نہیں۔ علماء علم و قدرت کی روشنی میں اس کے قریب کو جانتے ہیں لیکن عارفان اس کی ذات کے قرب کو پڑھتے ہیں اور حق کے قرب میں غیر کو نہیں جانتے۔ اہل ظاہر حواس و عقل کے ذریعے سے عاجز ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ عقل سے حق کو پہچاننا

چاہتے ہیں جبکہ اہل محبت حجابات عقلی وحسّی سے گذر جاتے ہیں۔اور خود کو دوست کے حوالے کر دیتے ہیں اور ہمیشہ حق کے مشاہدے میں رہتے ہیں۔آہ ہزار آہ علما طاعت میں رہتے ہیں وعدہ وعید کی بات کرتے ہیں مگر عارفان طلب حق میں جان وجہان دونوں کو نچھاور کر دیتے ہیں۔

(مکتوب نمبر ۱۷۵۔مکتوبات قدوسیہ)

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی عبادت وریاضت مقام قرب فرائض کے اعلیٰ درجہ پر تھی، مشاہدۂ حق میں سداغرق رہتے ،شریعت مطہرہ میں اسی کو ’’احسان‘‘ کہا گیا ہے۔

حدیث شریف

سرکار دوعالم ﷺ نے احسان کے متعلق ارشاد فرمایا:

ان تعبد اللہ کانک تراہ فانہ لم تکن تراہ فانہ یراک. (مشکوٰۃ شریف)

ترجمہ: احسان یہ ہے کہ تم خدا کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم اسے نہ دیکھ سکو تو یہ یقین ہو کہ وہ تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔

عبادت میں حق کو دیکھنے کی سعادت صرف منتخب اور یگانۂ روزگار اللہ والوں کے حصّے میں آتی ہے جو ہر زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کے طفیل وصدقے میں دین کی تجدید کے لئے پیدا کئے جاتے ہیں۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

’’وَ اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَراً مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ. فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ. فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَةُ کُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ. اِلَّا اِبْلِیْسَ اَبٰٓی اَنْ یَّکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ. قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَالَکَ اَلَّا تَکُوْنَ مَعَ السّٰجِدِیْنَ. قَالَ لَمْ اَکُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ. قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ. وَاِنَّ عَلَیْکَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ. قَالَ رَبِّ

فَاَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ. قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ. اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ. قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَیْتَنِیْ لَاُزَیِّنَنَّ لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ. اِلَّا عِبَادَکَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ. قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ. اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ.‘‘ (الحجر آیت ۲۸ تا ۴۲)

ترجمہ: اور یاد کرو جب تمھارے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں آدمی کو بنانے والا ہوں بجتی مٹی سے جو بدبودار سیاہ گارے سے ہے۔تو جب میں اسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں تو اس کے لئے سجدے میں گر پڑنا۔تو جتنے فرشتے تھے سب کے سب سجدے میں گرے سوا ابلیس کے۔اس نے سجدہ والوں کا ساتھ نہ مانا۔فرمایا اے ابلیس تجھے کیا ہوا کہ سجدہ کرنے والوں سے الگ رہا۔ بولا مجھے زیبا نہیں کہ بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی مٹی سے بنایا جو سیاہ بد بودار گارے سے تھی۔فرمایا تو جنت سے نکل جا کہ تو مردود ہے اور بے شک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے بولا اے میرے رب تو مجھے مہلت دے اس دن تک کہ وہ اٹھائے جائیں۔فرمایا تو ان میں سے ہے جن کو اس معلوم وقت کے دن تک مہلت ہے۔بولا اے رب میرے! قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں انہیں زمین میں بھلاوے دوں گا اور ضرور میں ان سب کو بے راہ کروں گا مگر جو ان میں تیرے چنے ہوئے بندے ہیں۔فرمایا یہ راستہ سیدھا میری طرف آتا ہے بے شک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں سوا ان گمراہوں کے جو تیرا ساتھ دیں۔

حضرت صاحب توشہ رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کے اُن بندوں میں ہیں جو خالص کئے گئے ہیں، جن کے دائرے میں نفس وابلیس کا گذر نہیں اور جس نے صدق واخلاص سے آپ کا طریقہ وسیلہ اختیار کیا انشاءاللہ وہ درگاہ احدیت میں شرمسار نہ ہوگا آمین۔حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت بدرجۂ کمال ہے اور قیامت تک ایسی ہی رہے گی۔

مریدوں کے نام

چند مریدان باصفا کے اسماء گرامی یہ ہیں:

شیخ بختیار جونپوری رحمۃ اللہ علیہ، شاہ مخلص رحمۃ اللہ علیہ، شیخ کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نو مسلم، میاں فرید رحمۃ اللہ علیہ، میاں قدّ و رحمۃ اللہ علیہ، شیخ برہان رحمۃ اللہ علیہ، سلیمان شاہ رحمۃ اللہ علیہ، شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ، میاں سالار رحمۃ اللہ علیہ، بہرام رحمۃ اللہ علیہ، اور سیّد کبیر رحمۃ اللہ علیہ، ان میں شیخ بختیار اور مخلص شاہ رحمۃ اللہ علیہما خاص شہرت کے مالک ہوئے، شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ خلف شیخ بدر الدین کو بھی کلاہ عطا کی تھی اور اجازت دی تھی۔

خلفاء

آپ نے صرف تین اشخاص کو یعنی شیخ بودھی اودھی، میاں قدّ و رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عارف احمد رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت عطا کی تھی۔ آپ نے شیخ بودھی سے خلافت چھین لی تھی۔ میاں قدّ و کو خلافت عطا کرنے سے پیشتر ان کو زمین میں دفن کر کے پندرہ دن کے بعد نکالا اور برناوہ عطا کیا۔ ان کا انتقال قصبہ رائڑی میں ہوا۔ انہوں نے پیری مریدی کی روش اختیار نہیں کی اور خاموش زندگی بسر کی۔ حضرت شیخ عارف احمد رحمۃ اللہ علیہ آپ کے خلیفہ و جانشین ہوئے۔

واقعۂ بیعت میاں قدّ وۃ الدین عرف میاں قدّ و رحمۃ اللہ علیہ

میاں قدّ و قصبہ رائڑی کے رہنے والے تھے ان کا نام شیخ قدوۃ الدین رحمۃ اللہ علیہ تھا اور وہ شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے مرید بہرام اور شمس الدین نے گوالیار کا سفر کیا وہاں سے حضرت شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں قصبہ رائڑی حاضر ہوئے اور ان کی خانقاہ میں ٹھہرے اس سے پہلے حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری و معنوی تربیت کے لئے جا چکے تھے۔ میاں قدّ و کو انسیت ہو گئی تھی اور وہ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہونا چاہتے تھے۔ انہوں نے بہرام اور

شمس الدین سے معرفت حق تعالیٰ کی باتیں پوچھیں۔ دونوں اپنے پیر کے طفیل میں عالم باطن کی کچھ باتوں سے واقف تھے۔ ان لوگوں نے آمادگی ظاہر کی اور شیخ بہرام نے ایک رمز بھی بتادیا۔
میاں قدّ و زیر تعلیم تھے اور حضرت شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا کرتے تھے صبح ہوئی تو حسب معمول پڑھنے کے لئے گئے مگر کتاب گھر ہی میں چھوڑ آئے۔ حضرت شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں نے تم کو کوئی رمز بتادیا ہے۔
میاں قدّ و جوش و ولولہ میں ردولی حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن آپ نے ان کو مرید نہ کیا۔ میاں قدّ و نہایت نازک اور لطیف المزاج تھے۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نفی نفس اور احساس برتری کو دور کرنے کے لئے عمومی خدمات (مثلاً لکڑی ڈھلوانا، جاروب کشی کرانا وغیرہ) لیتے تھے۔ میاں قدّ وا گرچہ عالی حسب ونسب تھے لیکن ان سے بھی اس قسم کے مجاہدات کراوائے ایک دن ان کو لکڑیوں سے مار کر نکال دیا اور دروازہ بند کر لیا۔ وہ رات بھر آپ کے آستانے پر سرافگندہ پڑے رہے سرد موسم تھا اور ہوا برف آلود تھی مگر ان کو مطلق خبر نہ ہوئی صبح کو دروازہ کھلا پھر آپ نے عزیز مرید شیخ بختیار رحمۃ اللہ علیہ کی سفارش پر ان کو مرید کیا۔

عمل گل در گل

شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے میاں قدّ و کو زمین میں دفن کر دیا پھر بوریہ بچھا کر اس پر بیٹھ گئے اور توجّہ دیتے رہے۔ پندرہ دن بعد زمین سے باہر نکالا اس واقعہ سے قصبہ ردولی اور اس کے نواح میں ایک ہلچل مچ گئی۔ ایک مخلوق آپ کی خانقاہ میں یہ عجیب وغریب مجاہدہ اور آپ کی ولایت کا کمال دیکھنے کے لئے روزانہ جمع ہو جاتی جب آپ نے ان کو قبر سے زندہ نکالا تو ہر شخص مبہوت اور تصویر حیرت ہو کر رہ گیا تھا۔ اس واقعہ کو صاحب انوار العیون وصاحب مرأۃ الأسرار دونوں نے لکھا ہے اور درحقیقت یہ ایک غیر معمولی واقعہ ہے بھی جو آپ کے تصرّف غالب کی ایک مثال ہے۔
میاں قدّ و کو خرقہ پہنا کر قصبہ برناوہ کی خلافت سے نوازا۔(۱)

(۱) انوار العیون صفحہ ۶۵-۶۶ و مرأۃ الاسرار فارسی طبقہ بست وسیوم

خرقہ

آپ نے جمّن قوال، شیخ بودھی، میاں قدّو اور مخلص شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہم کو خرقہ عطا کیا تھا۔ جمّن قوال خرقہ کی گرمی نہ برداشت کر سکا نوحہ کناں واپس کر گیا۔ حضرت قطب بندگی نے لکھا ہے کہ جمّن قوال جذامی ہو گیا اور اس کی ایک نہ ایک اولاد اس مرض میں مبتلا رہتی ہے۔ ہمارے یہاں کے قوّال اپنا شجرہ اس سے جوڑتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ ان کے خاندان میں ایک نہ ایک شخص پاگل یا خبط الحواس ضرور رہتا ہے۔ میاں قدّو نے اپنا کوئی جانشین نہیں چھوڑا اور مخلص شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی ہی میں ہو گئی تھی ان کا خرقہ آپ کے حکم سے ان کی قبر میں رکھ دیا گیا تھا۔

کُلاہ

آپ مرید کو بطور نشانی کلاہ عطا کرتے تھے۔(۱)

کمبل اور پگڑی

ملک شمّو کو جس کی اولاد آج بھی باقی ہے آپ نے پگڑی اور کمبل عطا فرمایا تھا مگر مرید نہیں کیا تھا۔(۲) مگر میاں سالار کو مرید ہونے کی پگڑی عطا فرمائی تھی۔(۳)

نوٹ: ملک شمّو حضرت سیّد اشرف جہانگیر سمنانی قدس اللہ سرہٗ کی غلامی سے وابستہ تھا۔

طریقۂ نیازمندی

مریدین آپ کے سامنے سر جھکاتے اور زمیں بوس ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔ آپ کے مریدوں میں یہ طریقہ آج تک رائج ہے۔ آپ کے صاحب سجادہ کے سامنے زمین بوس ہو کر سجدے کے طریقے پر سر رکھتے ہیں۔ اگر چہ ظاہر شریعت میں سجدہ ممنوع ہے لیکن باطن میں مسموع ہے، سجدۂ شکر میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک رضی اللہ عنہما کے نزدیک مکروہ ہے لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رضی اللہ عنہ مکروہ نہیں سمجھتے۔ بلکہ مستحب کہتے ہیں۔

(۱) انوار العیون صفحہ-۶۷ (۲) ایضاً صفحہ-۷۱ (۳) ایضاً صفحہ-۱۱۸

بعض مسائل میں مشائخ شافعی مذہب پر بھی عمل کرتے ہیں۔(۱)

(۱) انوار العیون صفحہ-۷۲

ضروری وضاحت: انوار العیون کی اصل عبارت یہ ہے۔ ''نقل است مریدان حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ پیش حضرت شیخ العالم سر پیش می آوردند و سجدہ پیش می رفتند و می نشستند سبحان اللہ تا در آں حال چہ جمال می دیدند و مستغرق آں می گشتند، وامروز ہماں سنت مریداں حضرت شیخ العالم را جاری است کہ پیش قبر حضرت شیخ العالم و پیش صاحب سجادہ آنحضرت سر بر زمین می نہند و سجدہ می کنند اگر چہ در ظاہر ممنوع است فامادر باطن مسموعست۔ و جواب ایں بوضوح تمام درفن ارادت گفتہ شدہ است شافی و کافی خواہد بود انشاء اللہ تعالیٰ و عونہ۔ و نیز باید دانست کہ ایں مسئلہ مختلف فیہ است: کما قال فی اشراق الذاہب۔ واختلفوا فی السجود الشکر فقال ابو حنیفہ و مالک رضی اللہ عنہما والاولیٰ ان یقتصر علی الحمد والشکر باللسان وقال الشافعی واحمد لا یکرہ بل ہو مستحبٌ۔ در بعضے احکام مشائخ در مذہب شافعی ہم عمل دارند۔ انوار العیون (مطبع مجتبائی لکھنؤ)

میں کہتا ہوں اللہ کی توفیق سے کہ ہمارے فقہا کا یہ مذہب ہے کہ سجدہ کی دو قسمیں ہیں۔ سجدہ تعبدی و سجدہ تعظیمی۔ سجدہ تعبدی غیر اللہ کیلئے کفر ہے اور سجدہ تعظیمی غیر اللہ کے لئے ہماری شریعت میں حرام ہے۔ رہا امر مذکور تو ہو سکتا ہے کہ حضرت شیخ العالم کا اس سے منع نہ کرنا مریدوں کی ارادت کو پرکھنے کے لئے رہا ہو جیسا کہ بعض کبار مشائخ اپنے مریدوں کو جانچنے کے لئے اس طرح کا حکم کیا کرتے پھر خود بھی توبہ کرتے اور مریدوں کو بھی توبہ کراتے۔ ورنہ وہ ذات جو دستر خوان پر ممنوعہ اشیاء دیکھ کر دستر خوان چھوڑ کر باہر آ گئی ہو ان کی طرف سے اس طرح کا فعل قبول کیا جانا بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بہر حال ہم کو چاہئے کہ اس باب میں فقہا کے اقوال پر عمل کریں ہاں مرشد کے حکم سے روگردانی نہ کرنا چاہئے مگر واضح رہے کہ لا طاعۃ الخلق فی معصیۃ الخالق۔

فی الحال خانقاہ حضرت شیخ العالم میں اس طرح کا کوئی فعل میری نظر سے نہیں گزرا وجہ یہ ہے کہ موجودہ صاحب سجادہ حضرت نیر میاں قبلہ جو شریعت مطہرہ کے حد درجہ پابند اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر ہیں بزرگوں کے معاملات میں اس وقت تک دخل اندازی نہیں کرتے جب تک کہ اچھی طرح سمجھ نہیں لیتے بلکہ فقہا کے اقوال پر عمل کرتے ہوئے مریدوں کو اپنے سامنے زمیں بوسی کرنے سے سختی سے منع فرماتے ہیں۔ اللہ ان کی عمر میں برکت عطا کرے۔ آمین-۱۲ محمد احمد رضا مصباحی۔

۷۸۶

حق حق حق

حضرت شیخ بختیار جونپوری رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بختیار جونپوری ایک جوہری کے غلام تھے۔ بہ سلسلۂ تجارت اپنے آقا کے ساتھ ردولی آتے رہتے تھے۔ ایک دن ان کی نظر حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی، نظر پڑتے ہی معتقد ہوگئے اور روزانہ صبح وشام سلام کر کے لوٹ جاتے۔ چھ مہینے تک یہی دستور رہا۔ مگر آپ نے کوئی توجہ نہیں کی۔ شیخ بختیار کے دل میں آیا کہ یہ فقیر خدا رسیدہ ہے لیکن بے نیازی سے کسی کی حاجت برآری کم ہوتی ہے۔ اس خیال کے ساتھ ہی حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر اٹھی اور شیخ بختیار ایک دریائے ناپیدا کنار میں جاپڑے، خودی سے بے خود ہوگئے اور زمین وآسمان سے نظر گذر گئی پھر عالم مدہوشی میں خانقاہ سے روانہ ہوئے اور کوسوں نکل گئے موضع بہار کے جنگل میں پہونچ کر کسی قدر ہوشیار ہوئے اور پھر خانقاہ کی طرف پلٹے۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ سے بادۂ وحدت کے خمار میں کہنا شروع کیا کہ احمد! ایسی نعمت تمہارے پاس ہے اور خدا کے بندوں کو محروم رکھتے ہو؟ ہر چند شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ منع فرماتے تھے مگر مستی تھی کہ اترتی ہی نہ تھی۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے تھوڑا پانی پلایا تب ان کو ہوش آیا۔ آپ نے ان سے فرمایا بختیار جاؤ اور اپنے آقا کی رضا حاصل کرو اور اپنے کام میں لگ جاؤ بختیار جونپور واپس گئے عشق کی آگ نے ان کے وجود کو خاکستر کر دیا تھا کسی پل قرار نہ تھا۔ آقا نے جب غلام کا یہ رنگ دیکھا تو آزاد کر دیا۔

سوز باطن سے آنکھیں شعلہ بار ہو جاتیں یہاں تک نوبت پہونچ جاتی کہ جسم جلنے لگتا پیر دستگیر کا نام لیتے تو آگ سرد پڑ جاتی اور نجات ملتی تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی حالت عود کر آتی۔

آخرش مشاہدۂ انوار کے مقام میں حضرت شیخ المشائخ قدوۃ الاصفیاء شیخ شرف الحق والدّین بوقلندر پانی پتی قدس اللہ روحہٗ نے حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ سے بختیار کے حق میں سفارش کی اور فرمایا احمد! دنیا میں تم کو کوئی نہیں پہچانتا اور نہ خبر رکھتا ہے کہ تم اپنے آقا کی بارگاہ میں کیا جمال باکمال رکھتے ہو۔ بیچارہ بختیار البتہ کچھ مرتبہ شناس ہوا تو اس پر اتنا بار نہ ڈالنا چاہئے اس سفارش پر آپ نے بختیار پر کرم کی نظر ڈالی بختیار اس وقت جونپور میں اور حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ ردولی میں تھے۔ یہیں سے آپ نے ان پر شفقت کی نظر ڈالی شفقت کی نظر پڑتے ہی ان کی آتش سوزاں دور ہوگئی، آزمائش سے نجات ملی، مرض صحت سے، بیقراری قرار سے اور کرب واضطراب فرحت و انبساط سے بدل گیا۔ شیخ بختیار نے محسوس کیا کہ اب شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے توجہ فرمائی ہے چنانچہ ردولی حاضر خدمت ہوئے اور زمین پہ سر نیاز رکھ کے خادمانہ کھڑے ہوگئے۔

مراحل سلوک

شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بختیار! اگر تم اس فقیر کی سلک ارادت سے منسلک ہونا چاہتے ہو تو بیوی کو چھوڑنا ہوگا؟ بختیار نے عرض کیا ''چھوڑا'' پھر فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑو گے؟ عرض کیا چھوڑا۔ فرمایا خدا کو چھوڑو گے؟ اس ارشاد پر بھی بلا تامل جواب دیا۔ ''چھوڑا''[۱] جب شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ بختیار نے سب کچھ چھوڑ دیا اور کثرت کے نقوش دل سے دھو کر اور اپنی کشتی بحر فنا کے حوالے کر کے چوگان ارادت میں مستحکم ہوگئے اور ان کا قلب صفائے کمال سے مجلّٰی ہوگیا اور اپنے پیر کے جمال وکمال کی تجلی کے بیابان کی طرف دوڑے تب آپ نے ان کی جان میں نزول اجلال فرما کر اُن کے آسمان قلب کے افق سے ان پر جلوہ فگن ہوئے اور مشاہدے کے اشارے سے مژدہ سُنایا کہ تم نے خدا کو پالیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی۔(۱)

---

۱ آپ کا یہ پوچھنا بطور امتحان تھا کیونکہ اللہ ورسول تک رسائی کے لئے مرشد کامل پر اعتماد کلی ضروری ہے۔ ۱۲/احمد رضا مصباحی

(۱) انوار العیون صفحہ-۴۵

تشریح

لا الٰہ الاّ اللہ کے مطابق صوفیائے کرام پہلے نفی کی تعلیم دیتے ہیں بعدہٗ اثبات کی۔ حدیث شریف میں افضل الذکر لا الٰہ الاّ اللہ ہے لا الٰہ سے ماسویٰ کی نفی اور الاّ اللہ سے اثبات حق مقصود ہے۔ لا الٰہ کی جھاڑو آئینہ قلب سے ہر نقش ماسویٰ کو صاف کر دیتی ہے اور الاّ اللہ کی ضرب سے پوشیدہ برق تجلی ہویدا ہو کر سارے وجود پر غالب ہو جاتی ہے اور مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ اللّٰہَ کَانَ وَلَا شیءَ مَعَهُ بَلْ هُوَ عَلیٰ مَا عَلَیْهِ."

اللہ تعالیٰ موجود تھا اور کوئی چیز اس کے ساتھ نہ تھی اور اب بھی وہ اسی صفت کے ساتھ موصوف ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر بچے کو فطرت اسلام پر پیدا فرماتا ہے، اس کے ماں باپ اور ماحول اس کو اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں۔ بچے کا ظاہر و باطن ایک ہوتا ہے۔ اس کا دل صاف وشفاف آئینہ ہوتا ہے کسی قسم کا کوئی میل نہیں ہوتا، اس کے دل کی پاکیزگی، اس کی آنکھوں، زبان اور حرکات و سکنات سے جھلکتی ہے، دین دھرم کے جھگڑوں سے بے نیاز ہوتا ہے، معصومیت اس کی فطرت ہوتی ہے اور یہی اس کا دین ہے۔ طالب کو اس اسٹیج پر لانے کے لئے غیر معمولی طاقتور شیخ کی ضرورت ناگزیر ہے۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے بختیار کے دل سے تمام نقوش ایک نظر سے مٹا دیئے۔ یہ آپ کا کمال تھا۔

واقعہ حضرت امام غزالی رضی اللہ عنہ (۱۰۵۸ء تا ۱۱۱۱ء) بطور تمثیل

آپ دور آفریں شخصیت کے مالک تھے، علم الکلام، منطق، فلسفہ، فقہ، علم مناظرہ میں درجہ کمال رکھتے تھے، بغداد یونیورسٹی کے بحیثیت صدر مدرس قابل رشک عزت واحترام کے مالک ہوئے۔ سلاطین وقت، اعیان مملکت عوام وخواص آپ کی راہ میں آنکھیں بچھاتے تھے۔ سب

کچھ حاصل تھا مگر دل حقیقت کے لئے بے چین تھا۔ آپ نے محسوس کیا کہ درس وتدریس صرف جاہ ومنزلت کے لئے ہے آخرت کا کوئی سامان نہیں ہے۔ صدق واخلاص کا دور دور پتہ نہیں آخر سب چھوڑ کر شام کی راہ لی۔ دمشق میں مجاہدہ وریاضت میں مشغول ہوئے۔ آپ کا روزانہ یہ شغل تھا کہ جامع اموی کے غربی مینار پر چڑھ کر دروازہ بند کر لیتے اور تمام دن مراقبہ وذکر وشغل کیا کرتے وہاں سے القدس کا رُخ کیا، جامع عمر اور صخرہ کے حجرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیتے اور مجاہدہ کیا کرتے یہاں تک کہ حقیقت کی تجلّی نمودار ہوئی اور قلب مطمئن ہو گیا۔ آپ نے اعلان کیا کہ علم مکاشفہ ہی علم باطن ہے اور اسی سے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

حضرت ابن عربی رضی اللہ عنہ کا قول (۵۶۰ تا ۶۳۸ ھجری)

"جب طالب حق گوشہ نشینی اور ذکر الٰہی لازم پکڑتا اور دل کو فکر سے فارغ کرتا اور دروازۂ الٰہی پر محتاج ہو کر بیٹھتا ہے تو اس کو اس وقت اللہ تعالیٰ اپنا علم، اسرار الٰہیہ اور معارف ربانیہ عطا کرتا ہے۔"(۱)

واقعہ حضرت شیخ فتح اللہ اودھی رحمۃ اللہ علیہ

پچھلے صفحات میں واقعہ لکھا جا چکا ہے کہ حضرت شیخ فتح اللہ اودھی رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ممتاز علماء میں تھا لیکن یہ ظاہری علم نور یقین میں تبدیل نہیں ہوا ان کے پیر ومرشد حکیم شیخ صدر الدین نے فرمایا کہ جب تک علم کے نقوش دل ودماغ سے نہیں نکلیں گے عرفان نہیں حاصل ہوگا۔

صوفیاء کرام طالب کو ماسویٰ سے پاک کرنے کے بعد علوم باطنی سے نوازتے تھے۔ حسب ونسب، علم وکمال، جاہ وعظمت کے بتوں کو طالب کے دل سے نکال کر الاّ اللہ کے کعبے کے آگے سر عبودیت خم کرا کے مژدہ سناتے تھے۔

واقعہ

ایک دن آپ نے بختیار سے کنواں کھودنے کے لئے کہا بختیار نے بے چوں وچرا حکم کی

(۱) فتوحات مکیہ جلد اول اردو ترجمہ صفحہ ۷

تعمیل کی، کنویں کے پانی پر شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے تکبیر کہی اوراس کو تقسیم فرمایا پھر اشارہ کیا کہ اس کنویں کو پاٹ کر باہر کی مٹی سے چبوترہ بناؤ۔ بختیار نے اس حکم کی بھی تعمیل کی شیخ بختیار اپنے پیر کی ارادت میں اس قدر مستحکم ہو گئے تھے کہ اپنی ذات کو فنا کر کے پیر کی ذات میں گم کر دیا تھا۔(۱)

واقعہ

ایک دن شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اپنے حجرے میں تشریف فرما تھے اور بختیار دست بستہ حاضر خدمت، آپ نے اُن سے فرمایا! کیا دیکھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضور کا حجرہ سونے کا نظر آ رہا ہے۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ پھر دیکھو! دوسری مرتبہ دیکھا تو حجرہ بدستور مٹی کا تھا۔(۲)

واقعہ

شیخ بختیار تاجر تھے، جواہرات کی تجارت کرتے تھے ایک دن شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ سے عرض گذار ہوئے کہ پیر دستگیر اگر اجازت ملے تو قصبہ سے سوداگری کے لئے باہر نکلوں! آپ نے اجازت عطا کر کے فرمایا ''اسی دریا تک جانا جہاں تک اس فقیر کی ولایت ہے، شیخ بختیار سوداگری کر کے لوٹ رہے تھے کہ ڈاکوؤں کو پتہ چل گیا کہ ان کے پاس اعلیٰ قسم کا سامان ہے۔ راہ میں ڈاکوؤں نے گھیر لیا اور شیخ بختیار کو زمین پر گرا کر سر قلم ہی کرنا چاہے تھے کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ عصا لئے ہوئے پہونچ گئے اور للکارا کہ بختیار مارو! مارو! ڈرنا نہیں ڈاکو اس آفت ناگہانی سے خوفزدہ ہو گئے اور بختیار کو چھوڑ دیا۔ ان لوگوں نے پوچھا یہ کون تھے۔ بختیار نے جواب دیا کہ میرے پیر تھے جو ہر وقت میرے ساتھ رہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ تم اسی بل پر نفیس سامان کی تجارت کرتے ہو کہ تمہارا پیر اتنا صاحب قوت ہے۔ ہم لوگوں کی طرف سے معافی مانگ کر یہ چند تنگہ (سکہ رائج الوقت) بطور نذر پیش کر دینا۔ شیخ بختیار واپس آ کر ان تنگوں کو حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا اور سارا ماجرا سنایا۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جیسا تم

(۱) انوار العیون صفحہ-۴۶ (۱) ایضاً (۳) ایضاً صفحہ-۴۷/۴۸

کہہ رہے ہو ایسا ہی ہوا۔(۳)

شیخ بختیار پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے ایسے علم سے بہرہ ور تھے کہ دانش مندان وقت کی بڑی بڑی مشکلات اور نکتے حل کرتے تھے۔ آپ جو کچھ کہتے وہ کتاب اللہ اور احادیث رسول ﷺ کے سوا نہ ہوتا تھا آپ کی اس صفت کے معترف اس وقت کے تمام علماء تھے۔(۱)

شیخ بختیار جونپوری رحمۃ اللہ علیہ پر شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی خاص نظر کرم تھی وہ محرم اسرار ہو گئے تھے اور سفر وحضر میں اکثر ان کے ساتھ رہتے تھے۔(۲)

شہادت

شیخ بختیار جونپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں دوران سفر جام شہادت نوش کیا تھا۔ عوام میں وہ غیب پیر کے نام سے مشہور ہیں۔(۳) وہ صاحب اولاد تھے ان کے لڑکے کی شادی قصبہ ایسولی کے رہنے والے شیخ فخر الدین کی لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی۔

(۱) انوار العیون صفحہ-۴۷ (۲) اخبار الاخیار صفحہ-۱۸۵
(۳) انوار العیون صفحہ-۸۱-۸۲

۷۸۶

حق حق حق

حضرت مخلص شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مخلص شاہ صاحب فیروز شاہ کے ملازم تھے اور ردولی میں اہل خاندان کے ساتھ رہتے تھے آپ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں چھ مہینے تک دونوں وقت حاضر ہوتے رہے، کھانا پیش کرتے اور واپس چلے جاتے لیکن شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے التفات نہیں کیا بلکہ کبھی یہ تک نہیں پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہاں سے آتے ہو؟ کس کام کے لئے آتے ہو؟ مخلص نے اپنے دل میں کہا کہ اس فقیر کی خدمت کرتے مہینوں ہو گئے مگر اس نے یہ بھی نہ پوچھا کہ تیرا مطلب کیا ہے یہ خیال کر کے گھر واپس ہوئے۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے پیچھے پیچھے ان کے دروازے تک گئے اور آواز دی، ایک لڑکی نکلی آپ نے اس سے کہا کہ مخلص سے کہہ دو! احمد دروازے پر کھڑا ہے، خبر پاتے ہی مخلص فی الفور دوڑتے ہوئے آئے اور پابوس ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے گلہ مند ہو گئے، مخلص نے بصد تعظیم وتکریم بٹھایا اور کھانا پیش کیا۔ آپ نے تناول فرمایا اور کھانا کھانے کے بعد مخلص کے ساتھ خانقاہ آئے پھر ان سے دریافت کیا کہ کوئی اولاد بھی ہے؟ عرض کیا ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ جب تک ان کی شادی وغیرہ سے فراغت نہ پالو میرے پاس نہ آنا۔ مخلص شاہ صاحب حکم کی تعمیل کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مرید کرنے سے قبل آپ نے تعلیم فرمائی جس کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے وہ اللہ کے ولیوں میں سے ایک ولی ہوئے۔(۱)

(۱) انوار العیون صفحہ-۵۶-۵۷

واقعہ

حضرت مخلص شاہ صاحب نے ایک دن حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ پیر دستگیر میرا کپڑا بوسیدہ ہو گیا ہے میں چاہتا ہوں نیا کپڑا پہنوں اور اس جہان سے چلا جاؤں۔ آپ نے فرمایا چند دن اور ٹھہرو، مخلص گھر واپس ہوئے دوسرے دن عرض کیا پھر وہی جواب ملا پھر تیسری بار عرض کیا اس مرتبہ بھی وہی جواب ملا۔ لوٹ کر مخلص نے اپنے لڑکوں سے وصیّت کی کہ اب میرا وقت قریب آچکا ہے میرے مرنے کی خبر پیر و مرشد کو نہ دینا۔ اور فوراً لے جا کر دفن کر دینا۔ میرا پیر ایسا شیخ ہے جس کے کمال و جمال کی کوئی انتہا نہیں ہے وہ نہایت غالب شیخ اور نہایت جاذب و واصل ہے۔ وہ ایسا مالک ہے کہ دونوں جہان میں اس کا فرمان نافذ ہے کسی کو اس کے مرتبہ کا اندازہ نہیں اور نہ کوئی اس کو پہچانتا ہے۔ یہ کہہ کر چادر اوڑھ کر لیٹ گئے اور طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر گیا۔ مخلص کے لڑکے بہرام نے شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی موت کی خبر دیدی، آپ آئے اور مخلص کے کانوں کے پاس چالیس پچاس بار زور زور سے مخلص مخلص پکارا[1]، آواز سُن کر دوسرے لوگ آگئے اور اپنی آنکھوں سے یہ ماجرا دیکھا۔ کہ شاہ مخلص آپ کی آواز پر زندہ ہو کر اٹھ کر بیٹھ گئے۔ الغرض مخلص کو اس عالم سے پھر اس عالم میں لے آئے۔ مخلص اٹھ بیٹھے اور اپنے ہاتھ آپ کے قدموں پر رکھ دیئے پھر آپ خانقاہ لوٹ آئے۔

مخلص نے اپنے لڑکوں سے کہا کہ تم نے میری بات نہ مانی، تم کو یقین نہیں تھا کہ جو میں نے کہا تھا وہ سچ کہا تھا۔ بہرام سے کہا کہ جا کر پیر دستگیر سے عرض کرو کہ یہاں سے جانے کی اجازت عطا کی جائے۔ آپ نے بہرام سے فرمایا کہ جا کر اپنے باپ سے کہو کہ چند دن اور ٹھہرو، ہم تم ساتھ چلیں گے۔ مخلص نے شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا پیغام سنا، اور دوبارہ بہرام کو اجازت کے لئے بھیجا، آپ نے بہرام سے فرمایا کہ مخلص سے جا کر پوچھو کہ کہاں جاؤ گے؟ میں بھی وہیں آؤں؟ جواب میں مخلص نے کہلایا کہ پیر دستگیر مجھ سے بہتر جانتے ہیں کہ آنا جانا ایک مقام سے دوسرے

۱ صوفیا سے منقول ہے کہ پاک لوگوں کی روحیں وفات کے بعد مقامات علیا طے کرتی جاتی ہیں۔ حضرت شاہ مخلص کی روح چالیس یا پچاس مقامات علیا طے کر چکی تھی کہ حضرت شیخ العالم نے آپ کو پکارا۔

مقام میں ظاہر سے پوشیدہ میں پوشیدہ سے ظاہر میں اور ایک جامے سے دوسرے جامے میں، پرانے سے نئے میں اور نئے سے پرانے میں منتقل ہونے کا نام ہے۔ بہرام سے شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اپنے باپ سے پوچھو کہ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو دی جائے۔ مخلص نے کہلایا کہ حضور کے طفیل میں سب کچھ مل چکا ہے اب اجازت عطا فرمائیں۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے اس بار اجازت عطا فرمائی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے لڑکے حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا عطا کیا ہوا خرقہ آپ کے پاس لائے آپ نے فرمایا یہ خرقہ انہیں کے لائق تھا لہٰذا اس کو ان کے ساتھ دفن کردو چنانچہ ان لوگوں نے ویسا ہی کیا۔(۱)

وفات

مخلص شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہوگئی تھی۔ ان کا مزار محلّہ مخدوم زادہ میں سڑک کے جنوب میں جھبری نیم کے تلے اچھی حالت میں ہے۔

مخلص شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب اولاد تھے۔ شیخ بہرام اور شمس الدین ان کے لڑکے تھے اور دونوں شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔

شیخ بہرام رحمۃ اللہ علیہ

شیخ بہرام بہت ہی خدمت گزار اور قابل اعتماد مرید تھے۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اور مخلص شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے منظور نظر تھے واقعہ مذکورہ میں مخلص شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان پیغام رسانی کا نازک کام شیخ بہرام نے انجام دیا۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اکثر ان سے پیغام رسانی کا کام لیا کرتے اور ان پر خاص توجّہ فرماتے تھے۔

نوٹ: حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے وقت ان کی عمر ۸۰ سال کی تھی آپ نے بہرام سے گفتگو کی۔ اور انہوں نے واقعات بیان کئے۔(۲)

(۱) انوارالعیون صفحہ-۵۷ تا ۶۰۔ (۲) ایضاً صفحہ-۵۵۔

جائزہ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

قُلْ اِنِّیٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللہَ مُخْلِصاً لَّہُ الدِّیْنَ۔ (سورہ الزمر-آیت ۱۱)

"آپ ﷺ فرمادیجئے، مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کروں کہ عبادت کو اسی کے لئے خالص رکھوں۔"

پھر ارشاد فرمایا:

قُلِ اللہَ اَعْبُدُ مُخْلِصاً لَّہٗ دِیْنِی۔ (سورہ الزمر آیت-۱۴)

"آپ ﷺ فرمادیجئے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ اپنی عبادت اسی کے لئے خالص رکھتا ہوں۔"

صوفیائے کرام فرمان حق اور فرمان رسول اللہ ﷺ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کرتے تھے۔ ان کی زندگی حق کے لئے تھی۔ ان کے قول وفعل، ظاہر وباطن میں یکسانیت تھی، تبلیغ کا کوئی معاوضہ نہیں مانگتے تھے۔ چنانچہ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ بھی صوفیائے کرام کی طرح ان صفات کی آئینہ دار تھی۔ آپ کے مرید آپ کے معمولات اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ لہٰذا وہ بھی آپ کے رنگ میں رنگ گئے تھے اور خالص ہوگئے تھے۔ ان میں صفات عالیہ پیدا ہوگئی تھیں۔ وہ آپ کے اثر تصرّف سے معرفت حق تعالیٰ کی آرزو کرتے، وہ آپ کی ولایت ودرویشی پر یقین کامل رکھتے یہاں تک کہ آپ کی اجازت کے بغیر اس دنیا سے سفر نہ کرتے۔

۷۸۶

حق حق حق

عبادت

شریعت کی پابندی میں شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے غیر معمولی سعی کی اور مجاہدہ کیا جس کے ثمرہ میں حضرت صمدیت کی درگاہ سے عبدالحق کا خطاب پایا۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وصف کو اس طرح بیان فرمایا ہے،

''سیّدالاولین والآخرین ﷺ کی پیروی میں انتہائی سعی وکوشش کی چونکہ انکو عبدہٗ ورسولہ کہا گیا تھا اسلئے انکو عبدالحق کا لقب ملا۔ زہے کمال کہ پیر کی پیروی میں مثال پائی۔''(۱)

اس سے زیادہ خراج عقیدت پیش نہیں کیا جاسکتا اور حضرت عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کوئی دوسرا اس انداز کا خراج عقیدت پیش بھی نہیں کرسکتا۔

بچپن کی عبادت

بچپن ہی سے نماز کی پابندی شروع کردی تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ نماز تہجّد کے لئے اٹھتیں تو آپ بھی اٹھتے، والدہ منع فرماتیں اور کہتیں کہ کمسن بچوں پر تو فرض نمازیں بھی فرض نہیں ہیں۔ تم نفل کے لئے اتنی جدّ وجہد کیوں کرتے ہو؟ مگر آپ کی عبادت میں فرق نہ آیا۔ حق تعالیٰ کی محبت کا جذبہ ابتداہی سے تھا۔(۲)

(۱) انوار العیون صفحہ-۵ (۲) ایضاً صفحہ-۸

نماز باجماعت

آپ جامع مسجد ردولی میں اوّل وقت جاتے اور اپنے ہاتھ سے جھاڑو دیتے۔ چالیس پچاس سال تک یہی دستور رہا۔ جب آپ نماز کے لئے نکلتے تو شیخ بختیار رحمۃ اللہ علیہ آگے آگے بہ آواز بلند حق حق حق کہتے جاتے تھے اور آپ اسی آواز کے سہارے راستہ طے کرتے، نماز باجماعت کے سختی سے پابند تھے۔(۱)

شب بیداری

تمام رات عبادت میں مصروف رہتے۔(۲) اور بکثرت درود شریف پڑھتے۔(۳) رات کوٹھے کے حجرے میں گذارتے تھے۔

مجاہدہ

کتاب جامع السلاسل میں تحریر ہے کہ آپ نے تیس برس تک سر کے نیچے تکیہ نہیں رکھا۔(۴) شہر اودھ میں چھ مہینے قبر کے اندر اور نو مہینے کھڑے کھڑے سرجو ندی کے کنارے عبادت کی۔(ملاحظہ کیجئے پچھلے صفحات)

شریعت کا لحاظ

پنجاب میں آپ کی زبان سے عالم سکر میں شطحیات نکل گئے اس کے کفّارے میں دریائے سندھ کے پانی میں اتر کر مہینوں شام سے صبح تک ''دین محمد قائم ودائم'' کا ورد کرتے رہے۔ جب تک قلب مطمئن نہیں ہوا تزکیۂ نفس جاری رہا۔(۵)

محویت اور استغراق

آخری دور میں جب آپ عالم حق سے عام خلق کی جانب آتے اور سامنے موجود شخص پر نظر پڑتی تو پوچھتے تم کون ہو؟ وہ عرض کرتا میں فلاں ہوں میرا یہ نام ہے، پھر فرماتے فلاں کون؟ وہ

(۱) انوار العیون صفحہ-۷۱ (۲) ایضاً صفحہ-۱۵ (۳) ایضاً صفحہ-۳۱
(۴) ایضاً صفحہ-۹۲ (۵) مرأة الاسرار بزم صوفیہ صفحہ-۶۱۳

عرض کرتا فلاں فلاں کا لڑکا، جب چند پشتوں کی وضاحت ہو جاتی، تب آپ پہچانتے اور فرماتے وہ شخص ہمارا ہے۔ پھر آپ پر عالم استغراق طاری ہو جاتا۔

کیا حال اور کیا کمال تھا کہ اپنے پیر اور حضرت سیّد الاولین والآخرین ﷺ کی راہ میں بحدّ کمال پہونچا تھا۔ تمام مقامات کو عبور کئے ہوئے تھے کمال اسی قسم کا تھا جیسا کہ ایک مرتبہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب کہ وہ آپ کے عالم استغراق میں آپ کے پاس آئیں تھیں تو غلبۂ حال میں مرد عورت کا امتیاز نہ کر سکے اور فرمایا تم کون ہو؟ مذکّر کی ضمیر استعمال فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا میں عائشہ ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ عائشہ کون؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ عائشہ ابوبکر کی لڑکی۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا! کون ابوبکر؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ ابوبکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ پھر آپ ﷺ نے پوچھا۔ ابوقحافہ کون؟ یہ رنگ دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کے پاس سے بھاگ گئیں وہ فرماتی تھیں کہ اگر میں اس وقت نہ چلی آتی تو جل جاتی۔ (۱)

جب آنحضرت ﷺ پر سے یہ کیفیت دور ہوئی اور حجرے سے باہر تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے واقعہ پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''حق تعالیٰ کے ساتھ میرا تنہائی کا ایک خاص وقت ہوتا ہے اس وقت کسی مقرّب فرشتے اور نبی مرسل کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔'' (۲)

صاحب مرأۃ الاسرار تحریر کرتے ہیں کہ چشتیہ خاندان کے سلسلے میں حضرت خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد دائرۂ وجود مطلق اور نقطۂ ذات حقیقت الحق کے مشاہدے سے جو دوامی استغراق و تحیّر مخدوم شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھا کسی ولی کو میسّر نہیں ہوا۔ (۳) مگر یہ جذب، یہ تحیّر اور یہ استغراق آپ کی صفت پابندئ شریعت پر اثر انداز نہیں ہوا۔ سلوک و جذب کے انداز جدا ہیں مگر کرم حق سے آپ کو دونوں انداز عطا ہوئے تھے جو اپنے اپنے دائرے میں برقرار رہتے تھے۔ آپ نے شادی بھی کی، آپ کے اولاد بھی ہوئیں مگر حق کی سعی اور اہتمام اتباع سنّت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

---

(۱) انوار العیون صفحہ-۶ (۲) ایضاً صفحہ-۷ (۳) ایضاً صفحہ-۸۸

۸۶ے

حق حق حق

سماع

سلسلۂ عالیہ چشتیہ میں سماع کو ایک اہم مقام حاصل ہے سماع کی محفلیں انہیں کو زیب دیتی ہیں جو اس کی شرائط کی پابندی کریں اور لوازمات کو ملحوظ رکھیں، سماع کا مقصد دراصل رسول اللہ ﷺ کی محبت کو تیز سے تیز تر کرنا ہے اور یہی محبت ہر مسلمان کی معراج اور باعث نجات اُخروی ہے۔

ہندوستان کی جغرافیائی اور سماجی حالت اس بات کی متقاضی ہے کہ اسلام کی اشاعت و تبلیغ کا کوئی ایسا مؤثر ذریعہ ہونا چاہئے جو یہاں کے لوگوں کے مزاج کے مطابق ہو، ہندوستان کی سرزمین فطرت کے حسن و جمال سے مالا مال ہے۔ خصوصاً وادئ گنگ وجمن کی تہذیب نرم و نرمک لطافت چاہتی ہے کہ یہاں جو بات پیش کی جائے وہ موسیقی کی طرح دلنشیں زبان و انداز بیان لئے ہوئے ہو۔

اس نزاکت کو صوفیائے کرام نے سمجھ لیا اور سماع کو تبلیغ کا ایک ذریعہ بنایا۔ بے شک وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ آج بھی لوگ تبلیغ کرتے ہیں مگر بے اثر، خشک وعظ سے کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ سماع بہت سے امراض کا علاج ہے بلکہ باطنی و روحانی امراض کا درمان ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

حضرت غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''سماع روح کے لئے غذا ہے، اعمال میں سے بہت لطیف اور پُر اثر عمل ہے اس کے اہل

وہ لوگ ہیں جن کا دل پاک وصاف ہوتا ہے اور وہی سماع سے رقّت قلب حاصل کرتے ہیں۔ وجد کے بارے میں بعض صوفیاء نے یہ بھی کہا ہے کہ انسان کے دل پر حضرت حق کی طرف سے کچھ مکاشفات وارد ہوتے ہیں اسی کا نام وجد ہے سالک پر جب وجد کا نور چمکتا ہے تو اس پر سے شکوک وشبہات اٹھ جاتے ہیں۔(۱)

مناسبت ازلی

روح کو نغمہ سے مناسبت ازلی ہے۔ روز ازل میں ربّ العالمین نے تمام روحوں کو جمع کیا اور فرمایا! کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ یہ ارشاد ربّانی اتنا مترنّم تھا کہ روحوں میں وجد پیدا ہو گیا اور وہ عالم کیف میں معترف ہوئیں ''ہاں'' صوفیائے کرام نے اس کی معبودیت کے اعتراف کے لئے سماع کو لازم گردانا اس لئے جس نے سماع کو حق کے ساتھ سنا وہ اہل حق ہوا اور جس نے نفس سے سنا وہ اہل نفس ہوا۔

راگ، رنگ اور روشنی کے اثرات وجود انسانی پر یکبراں ہیں۔ راگ میں رنگ بھی ہوتا ہے اور روشنی بھی ہوتی ہے۔ راگ سے خیالات جلد مرتعش ہو جاتے ہیں۔ پاکیزہ نفس، پاکیزگی کی طرف اور بھی مائل ہو جاتا ہے ایک مخصوص حالت پیدا ہوتی ہے جس کا تعلق دل کی کیفیت سے ہے۔

سماع میں ساز کے ساتھ، حمد، نعت اور صوفیانہ کلام گایا جاتا ہے جس سے قلوب نرم ہو جاتے ہیں، فکر روشن ہو جاتی ہے اور روحانی عالم کا در کھل جاتا ہے۔ وقتی طور پر سہی مگر اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دل میں نور پیدا ہو جاتا ہے۔

صوفیاء چشت

صوفیائے چشت صاحب سماع تھے ان کے نزدیک یہ ایک راز ہے اور جو اس راز سے واقف ہوا وہ بغیر سماع کے نہیں رہ سکتا۔ سماع کی تاثیرات یہ ہیں:

(۱) خلاصۂ احیاء علوم دین۔ صفحہ ۱۴۶۔

۱- مریض روحانی کو شفا ہو جاتی ہے۔
۲- دل حق کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔
۳- مشاہدے کی نعمت حاصل ہوتی ہے۔
۴- نفس کو خودی و پندار سے نجات ملتی ہے۔

(۱) حضرت سیّد ابو احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ محفل آراستہ کرتے، آپ نے فرمایا کہ صد سالہ عبادت و ریاضت سے مشاہدہ کی جو نعمت ملتی ہے وہ سماع کی ایک محفل سے حاصل ہو جاتی ہے۔ دوران سماع آپ کی پیشانی منوّر ہو جاتی اور جس شخص پر نظر پڑتی وہ صاحب حال ہو جاتا اور کافر اسلام قبول کر لیتا۔(۱)

(۲) حضرت سیّد خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ محفل سماع کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے اور ختم محفل تلاوت قرآن پر کرتے۔ بعد میں حاضرین محفل کو اعلیٰ درجے کا کھانا کھلاتے۔(۲)

(۳) حضرت خواجہ عثمان ہارونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کسی کو فتح اہل سماع پر حاصل نہیں ہوئی۔ ہمارے خلفاء اور مریدوں میں یہ سنّت تا قیامت جاری رہے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔(۳)

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ العالم قدس اللہ سرہٗ نے مشائخ چشت کی طرح سماع کی محفلوں کو فروغ دیا۔ اس سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ:

''خدائے تعالیٰ کا ایک مقام ہے جس کو ''نور اسود'' کہتے ہیں۔ اس مقام پر سالک بلا سماع کے نہیں پہونچ سکتا۔(۴)

سماع کی حالت میں آپ کی آنکھیں ہوا کی سمت ہوتیں، کبھی روتے اور کبھی ہنستے، ایک درویش نے پوچھا کہ حالت سماع میں کبھی آپ اس طرح روتے ہیں کہ ساری محفل رونے لگتی ہے اور ہنستے ہیں تو محفل نور جمال سے معمور ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب اہل سماع حق تعالیٰ کی

(۱) سیر الاقطاب صفحہ-۶۱۔ (۲) ایضاً صفحہ-۸۱۔
(۳) ایضاً صفحہ-۹۶۔ (۴) ایضاً ضمیمہ صفحہ ۹۲۔

جمالی صفت کا مشاہدہ کرتے ہیں تو مسکراتے ہیں اور جب جلالی کی کیفیت دیکھتے ہیں تو پریشان ہوجاتے ہیں۔ سماع میں اکثر آپ محفل سے غائب ہوجاتے تھے۔ محفل کے اختتام پر جو کچھ ہوتا قوّالوں کو دیدیتے۔

واقعہ

آپ کے زمانے میں جمّن نامی مشہور قوّال تھا۔ لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ اس کی دیپک سرائی سے بجھا ہوا چراغ بھڑک اٹھتا تھا۔ ایک دن آپ نے سماع کے بعد کنیز سے کہا کہ گھر سے کچھ لاکر قوّالوں کو دیدو کنیز گھر گئی تو اہل خانہ بہت برہم ہوئے اور کہا جاکر کہہ دو کہ گھر میں کچھ نہیں ہے۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے مطربوں سے غلبۂ حال میں فرمایا کہ اسی کنیز کو لے جاؤ! مریدوں نے کنیز کے عوض مطربوں کو تین تنگے دیئے۔

واقعہ

ایک سال قصبے میں بارش نہیں ہوئی۔ اہل قصبہ پریشان ہوکر حاضر خدمت ہوئے اور دعا کرنے کی گذارش کی۔ آپ نے محفل آراستہ کی اور دوران سماع گریہ شروع کیا۔ تھوڑی دیر بعد ابر رحمت اٹھا، بارش ہوئی اور کلفت دور ہوگئی۔

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی میں آج بھی سماع کی محفلیں خانقاہ درگاہ اور مسجد میں منعقد ہوتی ہیں جو اپنی روایتی تہذیب وشائستگی اور معیاری کلام کے لئے تمام ہندوستان میں مشہور ہیں آپ کا عرس مبارک محافل سماع سے عبارت ہے۔ ۱۴؍جمادی الثانی کی رات کی محفل خاص شہرت رکھتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ محفل سماع فی زمانہ صرف ردولی میں باقی رہ گئی ہے۔

حضرت شاہ حیات احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں سماع کی محفلوں کو فروغ دیا۔ ان کے زمانہ میں اچھے قوّال حاضر ہوتے تھے۔ مثلاً نصیر خاں حیدرآبادی، بخشا، کنھیّا وغیرہ۔

مرلی قوّال

شاہ صاحب نے شاہجہاں پور کے مرلی قوّال کی سرپرستی فرمائی۔ بے شک مرلی بزم صوفیاء

کا پسندیدہ قوّال ہے۔ درگاہ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی وابستگی بچپن سے ہے اس کی شہرت یہیں سے ہوئی عرس شریف کی کوئی محفل ناغہ نہیں ہوئی۔ حضرت شاہ آفاق احمد احمدی فرماتے تھے کہ ''تکرار'' میں مرلی کا کوئی مدّ مقابل نہیں۔ وہ محفل سماع کی اہمیّت کو سمجھتا ہے۔ اس کا گلا خراب ہے مگر خدا نے اس کو ''لے'' کی صفت سے نوازا ہے جس سے اہل سماع مسحور ہوجاتے ہیں۔ وہی کلام جو دوسرے گاتے ہیں تاثیر نہیں پیدا ہوتی اور جب مرلی گاتا ہے تو تاثیر پیدا ہوجاتی ہے۔ غالباً یہ فیض خانقاہ شریف کا ہے اس کے باہر ممکن ہے یہ بات نہ پیدا ہوتی ہو۔ یہ کلام بالخصوص اچھا گاتا ہے۔

۱- گر بگذری بادِ صبا روز بہ شہر مصطفیٰ ﷺ
برگو سلام ایں گدا بر روضۂ آں مجتبیٰ ﷺ

۲- تو سلطان صاحب سریر آمدی
علیٰ کُلِّ شئٍ قدیر آمدی

۳- خود را نہ پرستیدۂ عرفان چہ شناسی
کافر نشدی لذّت ایماں چہ شناسی

۴- عابد شدی، زاہد شدی، واعظ شدی لیکن
صوفی نشدی، مشرب رنداں چہ شناسی

۷۸۶

حق حق حق

مسئلہ وحدت الوجود

تصوّف میں وحدت الوجود بہت ہی نازک مگر اہم مسئلہ ہے۔ سلسلۂ عالیہ صابریہ کے بزرگ اس کو تسلیم کرتے تھے اور اس کی اشاعت میں جوش و خروش کے ساتھ حصّہ لیتے تھے۔

مسئلہ وحدت الوجود کو فلسفہ کے طور پر حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۴۰/۱۱۶۵ء نے پیش کیا۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور تصانیف ''فصوص الحکم'' اور ''فتوحات مکّیہ'' کا مرکزی نقطۂ نظر یہی مسئلہ ہے۔ اس فلسفہ سے اسلام کے بہترین دماغ متاثر ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسلک کو صحیح قرار دیا ہے۔

مختصر طور پر وحدت الوجود کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کائنات میں کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ یعنی جو کچھ بھی موجود ہے سب خدا ہی کا ہے مثلاً دھاگے میں جو گرہیں لگا دی جاتی ہیں ان کا وجود اگرچہ دھاگے سے ممتاز نظر آتا ہے لیکن فی الواقعہ دھاگے کے سوا کوئی زائد چیز موجود نہیں۔ (۱) اسی طرح دریا کے بلبلے اور اس کی موجیں دریا سے ممتاز نہیں۔ منصور رحمۃ اللہ علیہ کے انا الحق میں اسی کی جلوہ آرائی تھی۔ [ا]

(۱) تاریخ مشائخ چشت۔ صفحہ ۱۱۲۔

ا مسئلہ وحدت الوجود ایک انتہائی مغلق اور پیچیدہ مسئلہ ہے۔ خود اہل علم اس تعلق سے ورطہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ

آپ کی پیدائش ہسپانیہ اندلس کے مشہور شہر ''مرسیہ'' میں ۵۶۰ھ میں اور شہادت دمشق میں ۶۳۸ھ میں واقع ہوئی۔ والد کا نام علی بن محمد حاتمی تھا۔ ان کا شمار ممتاز اور سربرآوردہ حضرات میں تھا۔ شیخ اکبر آپ کا لقب ہے آپ نے علوم و فنون مختلف مقامات پر اور مختلف علماء سے حاصل کئے۔ ۵۹۸ھ میں اندلس سے دمشق آ گئے۔ اور سفح قاسیون میں ابدی آرام فرمایا۔

صاحب مرأۃ الاسرار کے بموجب سلسلۂ عالیہ قادریہ کے بزرگ حضرت شیخ محمد یونس رحمۃ اللہ علیہ سے خرقۂ خلافت پایا نیز حضرت شیخ ابوالحسن جامعی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت پائی۔

ادقّ انداز بیان

حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا انداز بیان مشکل ہے۔ کنایات و استعارات کے پردے میں اسرار حیات و کائنات بیان کئے ہیں، ہر شخص ان کے مافی الضمیر سے واقف نہیں ہوسکتا۔ علماء وقت میں بعض نے سمجھا اور بعض الجھ گئے۔ حضرت شیخ رکن الدین علاء الدّولہ سمنانی نے پہلے شیخ اکبر رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا لیکن بعد میں متفق ہو گئے۔ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سرہندی نے وحدت الوجود کے مسلک سے انکار کیا لیکن آپ ہی کے سلسلۂ نقشبندیہ کے جیّد عالم حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صحیح قرار دیا۔ ہم ناظرین کرام کی خدمت میں حضرت ابن عربی کی لاثانی کتاب ''فتوحات مکّیہ'' سے چیدہ چیدہ اقتباسات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں تاکہ ان کے خیالات سے (برائے نام سہی) کچھ نہ کچھ واقفیّت حاصل ہو جائے۔

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) حیرت میں ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اس کے قائلین پر نہ طعن کریں اور نہ اس میدان میں عقل کا گھوڑا دوڑائیں۔ بلکہ سکوت میں سلامتی ہے۔ واللہ اعلم۔ محمد احمد رضا مصباحی

اقتباسات از فتوحات مکیّہ

اُردو ترجمہ

(۱)

ایمان تقلیدی

۱- طالب حق پر لازم ہے کہ اس کا عقیدہ قرآن مقدس کے مطابق ہو۔(۱)

۲- طالب حق کو لازم ہے کہ جو عقیدہ اہل اسلام کا مسلّم ہے بغیر حجّت و چون و چرا تسلیم کرلے اور معتقد ہو۔(۲)

ملّا عبدالغفور قدس سرہٗ فتوحات کی شرح میں لکھتے ہیں کہ مشاہدہ ایمان کے مطابق ہونا چاہئے اور تقلیدی ایمان ہی سے معرفت حاصل ہوسکتی ہے۔ عام اہل اسلام سچے اور پکے مسلمان ہوتے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ نص پر ہوتا ہے۔(مرآۃ الاسرار)

(۲)

شہادت

''میں اپنے آپ پر حق تعالیٰ، اس کے فرشتوں، مومنین اور حاضرین و ناظرین کو گواہ ٹھہراتا

(۱) فتوحات مکیّہ جلد اوّل دیباچہ صفحہ-۲۳۔ (۲) ایضاً صفحہ-۲۶۔

ہوں اور زبان و دل سے اقرار کرتا اور گواہی دیتا ہوں کہ:

خدا ایک ہے۔ اس کی الوہیت میں اس کا کوئی ثانی نہیں وہ مالک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ بادشاہ ہے اس کا کوئی وزیر نہیں، وہ صانع ہے اس کے ساتھ کوئی صاحب تدبیر نہیں اس کے سوا ہر ایک موجود اپنے وجود میں اس کا محتاج ہے۔''(۱)

شہادت دوئم

''میں ہر اس چیز پر ایمان لاتا ہوں جس کو آنحضرت ﷺ لائے اور جو کچھ میں جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا۔''(۲)

(۳)

''ہر طرح کی کامل حمد خدا تعالیٰ کے لئے ہے جس نے تمام اشیاء کو محض نیست سے اور نیست کو نیست کرنے سے وجود بخشا اور ان کے وجود کو اپنے کلمات عالیہ کے توجہ دینے پر موقوف کر رکھا ہے تا کہ ہم اس کے قدیم ہونے کی صفت اور کائنات عالم کے حدث اور قدم کے اسرار کی اس سے تحقیق کرسکیں۔

خدائے تعالیٰ کی ذات پاک اس سے برتر ہے کہ مشاہدہ کے وقت اس کو کسی جہت مخصوص یا متعارف ملاقات کے طور پر دیکھ سکیں۔(۳)

(۴)

اس بارگاہ کبیریا میں پہونچ کر بندہ تمام جہات سے معرّا ہو جاتا ہے اور جب اس کی نظر ذات مقدس پر پڑتی ہے تو وہ ادھر اُدھر نہیں دیکھ سکتا۔ میں اس خدائے برتر کی ایک ایسے شخص کی طرح حمد وثنا کرتا ہوں کہ جو جانتا ہے کہ اس کی ذات وصفات کے علوّ اور برتری کی کچھ انتہا نہیں۔ وہ ایک برتر اور بزرگ تر ذات پاک ہے۔ جس نے اپنی عظمت کو تمام عالم پر آشکارا کر دیا ہے اس

(۱) فتوحات مکیّہ جلد اول دیباچہ صفحہ ۲۶ (۲) ایضاً صفحہ-۳۳۔

(۳) ایضاً جلد اوّل خطبہ صفحہ-۱۔

کے جلال و جبروت کے دَرے پر عظمت کے در پر لٹکے ہوئے ہیں اور اس کی کنہ ذات کے پہچاننے کا دروازہ مسدود ہے۔ وہ اپنے بندے سے خطاب فرماتا ہے تو وہ اس حالت میں خود سنانے والا ہوتا ہے اور خود سننے والا۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔ اگر بندہ اس کا حکم بجالاتا ہے تو یہ سمجھ لو کہ وہ خود معبود اور خود عابد و مطیع ہے۔ اس عجیب و غریب حقیقت کو دیکھ کر میں دنگ رہ گیا۔ تو لوگوں کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے میں نے علم طریقت کے موافق اس مطلب کو اس طرح منظوم کیا۔

اَلــرَّبُّ حَــقٌّ، وَالْــعَبْدُ حَــقٌّ　　　یَـالَیْـتَ شِـعْـرِیْ مَنِ الْمُكَلَّفُ

حق تعالیٰ خود معبود ہے اور خود عابد ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ پھر مکلّف بالشرائع کون ہے۔

اِنْ قُلْـتَ عَبْـدٌ فَـذَاکَ میّتٌ　　　اَوْ قُـلْـتَ ربّ انّـیٰ یُـكَـلِّفُ

اگر تم کہو کہ بندہ مکلّف ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ وہ تو مُردہ ہے لیکن اگر دوسری شق اختیار کرو اور رب کو مکلّف کہو تو یہ محال ہے۔

خدائے پاک اپنے ارادے کے مطابق جب چاہتا ہے بذریعہ اپنی مخلوق اپنی اطاعت خود آپ ہی کرتا ہے اور خود اپنے فرائض و واجبات بجالاتا ہے۔ جو شکلیں تم کو نظر آتی ہیں وہ محض کٹ پتلیاں ہیں اور حقیقت میں کچھ بھی نہیں آواز کی بازگشت میں ہمارے اشاروں کا راز مضمر ہے جس کو وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو راہ مستقیم پر چلنا اختیار کرلے۔(۱)

(۵)

مرتبۂ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

جس مقام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت الٰہیّہ میں پہونچ کر بے حجاب مشاہدہ کیا اس مقام کو آپ کے وارث اور قائم مقام پردہ اور نقاب حائل ہونے ہی کی حالت میں دیکھ سکتے ہیں۔(۲)

چونکہ یہ مسئلہ سب کے بس کی بات نہیں اس لئے صوفیائے کرام نے اس کے برتنے میں پابندیاں عائد کردی تھیں۔ عوام کو اس میں شریک نہیں کرتے تھے اور نہ ہر آشنا و بیگانہ کے سامنے

(۱) فتوحات مکیّہ جلد اول خطبہ صفحہ-۳۹　　(۲) ایضاً صفحہ-۵۲۔

بیان کرتے کیوں کہ اس سے الحاد و زندقہ اور کفر و شرک کے دروازے ذرا سی چوک میں کھل جاتے ہیں۔ لیکن اس نزاکت کے باوجود اس میں انقلابی عناصر کارفرما ہیں جو زندگی کے خاموش سمندر میں عمل کا طوفان برپا کردیتے ہیں اور انسان خوب سے خوب تر اور بلند سے بلند تر کی جانب دیکھنے لگتا ہے۔ دور حاضر کا کوئی نظریہ اس سے ٹکّر نہیں لے سکتا۔ بہر حال اس کے برتنے کے لئے مجدّدانہ بالغ نظری اور بیدار مذہبی شعور کی ضرورت ہے۔

سلسلۂ صابریہ کے بزرگ صوفی شیخ عبدالقدّوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلفاء مثلاً حضرت جلال الدین تھانیسری وغیرہ اس فلسفے کے مبلّغین میں سے تھے لیکن اس کے بارے میں جہاں تک حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ہے تو آپ سے اس نظریئے کی کوئی صراحت نہیں ملتی تاہم درج ذیل منقولات سے جو بھی روشنی پڑتی ہو،

(الف) نقل ہے کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی خانقاہ میں تشریف فرما تھے قاضی رئیسِ خطہ اودھ کا لڑکا خواجہ بڈّا آیا اس میں شراب دنیا کی مستی تھی بیبا کانہ بولا کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ میں سنتا ہوں کہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں بندگان خدا کو خدا دکھا سکتا ہوں! آپ نے فرمایا۔ ''کیا تم دیکھو گے؟'' کہا۔ ہاں! دیکھوں گا لیکن جو کچھ وہ کہہ رہا تھا گستاخی کا پہلو لئے ہوئے تھا۔ آپ نے فرمایا اچھا دیکھو، اس نے نظر اٹھائی تو شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ میں ایک چوپایہ آفتاب کی طرف ٹکٹکی لگائے ہوئے نظر آیا۔ اس نے کہا کہ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ چوپایہ کو خدا کہتے ہو؟(۱)

(ب) نقل ہے کہ کبھی کبھی حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں اپنی جان کا خود مالک ہوں، ملک الموت میری اجازت کے بغیر میری جان قبض نہیں کرسکتا۔ میری موت میرے اختیار میں ہے اگر چاہوں تو ابدالآباد تک اسی طریقے اور انتظام کے ساتھ زندہ رہوں۔(۲)

یہ ہے خلاصۂ علم قلندری کہ حیات
خدنگ جستہ ہے لیکن کمال سے دور نہیں　　(اقبال)

(۱) انوار العیون صفحہ-۳۳۔　　(۲) ایضاً صفحہ-۴۱-۴۰

آپ کی
شخصیّت وسیرت
ایک جائزہ

۷۸۶

حق حق حق

خدّ وخال

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ بلند قامت تھے۔ قد بلندی کی طرف پرواز کرتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ رنگ سرخ گندمی تھا، پیشانی کشادہ اور بینی ذہانت کی آئینہ دار تھی، آنکھیں کشادہ اور تیز تھیں۔ شانے چوڑے، جسم مضبوط اور غیر معمولی قوت برداشت کا حامل تھا۔

صحت

صحت اعلیٰ درجے کی تھی۔ بڑے سے بڑا سفر اور بڑی سے بڑی جسمانی محنت اضمحلال کا باعث نہ ہوتی۔ بنگال سے شہر اودھ تک پیدل سفر کیا مگر تکان کا نام ونشان نہ تھا۔ عبادت وریاضت ومجاہدات کا دار و مدار اچھی صحت پر ہے بہتر نتائج بغیر اچھی صحت کے ممکن نہیں، آپ نے عظیم مجاہدات کئے مگر جسمانی کمزوری ظاہر نہیں ہوئی۔ صحت عطیّہ خداوندی ہے مگر انسان بھی حفظان صحت کے اصولوں کی پابندی سے اسے برقرار رکھ سکتا ہے۔

لہجہ وزبان

لہجہ پروقار، انداز گفتگو مؤثر اور متین تھا آپ کے دل میں جو بھی آتا چند ساعت میں اس کا ظہور ہوجاتا۔ نظر وزبان میں بلا کی تاثیر تھی۔ علماء وفضلاء وامراء وذی حیثیت اشخاص بات کرتے وقت جھجکتے اور خوف محسوس کرتے تھے۔

قوت ارادی

آپ مضبوط قوت ارادی کے مالک تھے جو بات فرماتے ہوجاتی، جو قدم اٹھاتے منزل پر

پڑتا، عناصر کی شدّت ارادے میں حائل نہ ہوتی قوت ارادی اس درجہ پر تھی جہاں غیر ذی روح اشیاء بھی شخصیت کی تابع ہوجاتی ہیں۔

(۱) ایک بقّال آپ کا مرید تھا۔ شراب کے نشہ میں ایک دن وہ خانقاہ میں آکر ''حق پیر من پاک'' کا نعرہ لگانے لگا۔ آپ کے فرمان پر بھی باز نہ آیا تو آپ نے زمین پر عصا مارا اور عصا ٹوٹ گیا۔ عصا ٹوٹتے ہی اس پر سے شراب کی مستی اتری اور موت کا نشہ چڑھنے لگا۔ بالآخر اس دنیا سے گذر گیا۔ (۱)

(۲) آپ نے ملک شمّو کو مرید نہیں کیا۔ البتہ پگڑی اور کمبل عطا فرمایا۔ جب اس کو کوئی مشکل پیش آتی یا جنگ کے لئے جاتا تو کمبل اوڑھ لیتا اور پگڑی سر پر باندھتا، مشکل آسان ہوجاتی اور جنگ میں کامیابی ہوتی۔ (۲)

لباس

آپ خرقہ پہنتے (سیاہ اُون کا چغہ) پھٹتا تو پیوند لگا لیتے۔ خرقہ کے ساتھ صاف اُجلا لباس بھی رکھتے تھے۔ کسی معزّز شخص سے ملنے جاتے تو زیب تن کر لیتے، کلاہ چہارتر کی پہنتے اور دستار بھی باندھتے تھے آپ سلطان ابراہیم شرقی سے جونپور ملنے گئے تو گدڑی اتار کر صاف اجلا لباس پہن لیا جب واپس ہوئے تو پھر گدڑی پہن لی۔ (۳)

عصا

عصا لئے رہتے تھے، سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔[ا]

صفائی و پاکیزگی

پاکیزگی اور صفائی کا خیال رکھتے، پاک و صاف رہتے اور پاک و صاف چیز کھاتے، مشہور واقعہ ہے کہ جب آپ حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس

(۱) انوار العیون صفحہ-۳۶- (۲) ایضاً صفحہ-۶۸- (۳) ایضاً صفحہ-۲۷-

ا آپ کا خرقہ، عصا، کلاہ وغیرہ تبرکات آج بھی بحمدہٖ تعالیٰ محفوظ ہیں اور ۱۵/ جمادی الثانی کو حضرت صاحب سجادہ زیب تن کر کے خانقاہ تشریف لاتے ہیں جہاں لوگ زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ ۱۲ احمد رضا مصباحی

میں حاضر ہوئے تو دستر خوان پر ممنوعہ اشیاء دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک لقمہ بھی نہیں چکھا اور اپنی راہ لی بار دیگر واپس ہوئے تو پیر و مرشد کے اصرار پر خود روسائین کی پاک و صاف روٹیاں کھائیں۔ (۱)

میل جول

آپ سب سے میل جول رکھتے مگر عوام سے زیادہ حق بات آپ کی زبان پر رہتی، مریض کی عیادت کرتے، لوگوں کے دکھ درد میں شریک ہوتے شیخ زکریا ابن سلیمان بیمار ہوئے تو آپ ان کو دیکھنے گئے۔ (۲)

انسانوں سے محبت

شہر ستام میں آپ نے مزید عبادت و ریاضت کی۔ ایک دیوانے سے دوستی ہوگئی، اس کا قیام ایک مسجد میں تھا، لوگ خورد و نوش کی اشیاء دے جاتے وہ رکھے رہتا۔ جب آپ اس سے ملنے جاتے تو کہتا احمد! یہ خدا کی نعمت ہے۔ تم بھی کھاؤ اور مجھ کو بھی کھلاؤ، چنانچہ آپ بھی کھاتے اور اس کو بھی کھلاتے، دیوانہ معذور تھا ورنہ وہ خود بھی کھا سکتا تھا۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے کھلانے کی ضرورت نہیں تھی۔ (۳)

سخاوت

آپ سخی تھے، جو کچھ ملتا راہ خدا میں صرف کر دیتے، غریبوں ناداروں مفلسوں اور بیواؤں کی مدد کرتے، رانئری کے سفر میں آپ کو ایک گھوڑا نذر میں ملا۔ آپ نے عزیز مرید بختیار جونپوری کو حکم دیا کہ اس کو بیچ کر قیمت لاچار اور مجبور عورتوں میں تقسیم کردو۔ بختیار فرمان شیخ بجالائے۔

فقر و قناعت

ایک بار سلطان ابراہیم شرقی جونپوری کی طرف سے اخراجات خانقاہ اور اہل خاندان کے لئے کئی گاؤں اور بہت سے تحائف نذر کئے گئے مگر آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا میری

(۱) انوار العیون صفحہ-۱۴- (۲) ایضاً صفحہ-۳۵ (۳) ایضاً صفحہ-۱۶

اولاد فقر کی قدر نہ جانے گی۔(۱) اسی طرح محمد خاں مقطع ردولی نے سات سو بیگھہ آراضی کا پروانہ خدمت میں پیش کیا آپ نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔(۲)

دنیا اور دنیا کے نام سے لرزہ براندام ہو جاتے، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ ''آج تک جب کہ آپ کے وصال کو پچاس سال گذر گئے ہیں[1] اور یہ تیسری پشت ہے آپ کی اولاد میں اتنی وسعت نہیں ہوئی کہ اطمینان سے زندگی بسر کر سکے اور فکر معاش سے بے فکری حاصل ہوا اور نہ دنیاوی بادشاہوں کے دفتر ہی میں حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا نام لکھا گیا اور نہ آپ کے فرزندوں میں سے کسی کا نام مرقوم ہوا اور معلوم نہیں آئندہ بھی لکھا جائے گا یا نہیں۔(۳)

حضرت قطب بندگی نے بالکل صحیح فرمایا تھا آج بھی وہی عالم ہے اگرچہ فکر معاش سے رستگاری نہیں پھر بھی فیض شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ سے بات نبھے جاتی ہے۔

غرور سے بیزاری

آپ کو غرور، تمکنت اور شاہانہ طمطراق ایک جی نہ بھاتا تھا۔ جس شخص میں خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہوتا آپ اس میں اگر کسی قسم کی خرابیاں پاتے تو ٹوکتے اور سرزنش کرتے۔

بے تکلّف انداز

آپ میں ایک عام آدمی کے کردار کی لطیف خوبیاں تھیں سادہ طبیعت پائی تھی، ہر شخص سے بے تکلّف ملتے۔ کوئی بلاتا اس کے یہاں تشریف لے جاتے۔ کھانا پیش کرتا تو تناول فرماتے، پلنگ نہ ہوتا تو زمین پر بیٹھ جاتے سونا ہوتا تو اکثر درخت کے نیچے لیٹ جاتے، اکثر روٹھ جاتے اور مان بھی جاتے۔

(۱) انوار العیون صفحہ-۲۶۔ (۲) ایضاً صفحہ-۲۹
(۳) ایضاً صفحہ-۳۱
[1] حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے انوار العیون آپ کے وصال کے پچاس سال بعد لکھی۔۱۲ احمد رضا

مزاح

مزاج میں لطافت ومزاح کی چاشنی تھی جس میں اصلاحی پہلو نمایاں تھا ایک بار ایک امیر شخص شیخ زین الدین اودھی سے ملنے گئے۔ دربان نے فقیر جان کر اندر جانے کی اجازت نہیں دی۔ اس کا قاعدہ تھا کہ وہ اس کو ملنے کی اجازت دیتا جو تحائف ساتھ لاتا۔ آپ لوٹ آئے۔ ایک طشت کنکر پتھر سے بھرا اوپر سے صاف وشفاف خوان پوش ڈال دیا۔ اجلا لباس زیب تن کیا اور ایک آدمی کو طشت دے کر ساتھ میں لئے ہوئے پھر شیخ زین الدین کے گھر گئے۔ اس بار دربان نے جانے دیا، شیخ مذکور سے ملاقات ہوئی۔ جب اس نے خوان پوش الٹا تو اس میں کنکر پتھر نظر آئے۔ کہا مخدوم یہ کیا؟ آپ نے فرمایا جس کے پاس کنکر پتھر ہوں وہ تمہارے پاس آ سکتا ہے۔(۱)

(۲) آپ نے مرید بہرام کے ہاتھ مجلس عالی فیروز خاں کے پاس خط بھیجا، ہدایت کرتے ہوئے بہرام سے کہا کہ وہاں ایک تیلی کا بیل ہے خط اس کے ہاتھ میں نہ دینا۔ اشارہ شیخ فخر الدین کی طرف تھا۔ وہ مجلس عالی کے قریب رہتے تھے، شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے چاہنے والوں میں تھے۔ قصبہ ایسولی میں جو مرید جاتا وہ خاطر ومدارات کرتے بہرام سے کہا کہ جامع مسجد میں فیروز خاں نماز پڑھنے آئیں گے۔ اس وقت تم خط مجھے دے دینا، میں دے دوں گا۔ جب بہرام واپس آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھتے ہی فرمایا۔ آخر تم نے میرا کہنا نہ مانا اور خط تیلی کے بیل (یعنی شیخ فخر الدین) ہی کے ہاتھ میں دے دیا۔ بہرام نے اقرار کیا اور زمیں بوس ہوئے۔(۲)

جمالیاتی پہلو

پنڈوہ شریف بنگال میں سلسلۂ عالیہ نظامیہ کے مشہور صوفی حضرت نور رحمۃ اللہ علیہ قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کرنے گئے تو سبزۂ نوخیز کا خوش نظر تحفہ آپ نے پیش کیا اسی طرح شہر اودھ میں شیخ فتح اللہ اودھی جیسے عالم وفاضل کے یہاں معلومات کی طلب میں گئے تو ان سے براہ راست سوالات کرنے کے بجائے سایۂ چتر کو گھمایا۔ مقصود یہ تھا کہ وہ معرفت کے اسرار بتائیں۔

(۱) انوار العیون صفحہ-۲۴۔ (۲) ایضاً صفحہ-۶۹-۷۰

اس سے آپ کے حُسن آداب گفتگو اور جمالیاتی ذوق کا اظہار ہوتا ہے۔لوگوں کے مراتب اور درجات کے مطابق آپ کا طرزِ عمل ہوتا تھا۔

شعروشاعری

آپ اعلیٰ شاعرانہ مذاق رکھتے تھے۔آپ فرماتے کہ نظامی بچہ تھا کہ اس نے یہ شعر کہا:

صحبت نیکاں زجہاں دور گشت　　خوان عسل خانۂ زنبور گشت

کیونکہ جس طرح صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت کا شرف حاصل تھا اسی طرح آج بھی صاحبان حال اور محبان ذوالجلال کو یہ شرف حاصل ہے۔(۱)

تشریح: اس قول سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سیّد الاولین والآخرین ﷺ کی حیات طیبہ اور ظاہری پردہ فرمانے میں کوئی فرق نہیں ہے۔فیض دربار نبوت ﷺ جاری ہے۔رحمۃ للعالمین ﷺ اُسی طرح سے جلوہ گر ہیں اور صوفیائے کرام کو شرف حضوری حاصل ہوتا ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

سختی شکستہ از ہمہ عالم برائے ما　　آرے برائے یار دو عالم تواں شکست

احمدا، تا در نبازی حال و جاہ و جان و تن　　ہرگز از عشقت نباشد شمۂ اندر مقام (۲)

ع

چتر شاہی بر سر طفلان ماست (۳)

ہندی کے بول بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں:

۱- گھٹ ہی میں گنگا　　گھٹ ہی میں جمنا

۲- جھول لے پوت جھول لے　　پھر کئے جھولے آئے (۴)

۳- کنواں ہوئے تو پاٹوں سمندر کہ پاٹن جائے

پارا ہوئے تو برجوں جھیل کہ برجن جائے (۵)

(۱) انوار العیون صفحہ-۵۴۔　(۲) ایضاً صفحہ-۷۳　(۳) ایضاً صفحہ-۷۵
(۴) ایضاً صفحہ-۳۴　(۵) ایضاً صفحہ-۲۶

بے خوفی

آپ رحمۃ اللہ علیہ نڈر اور بے خوف تھے۔انوار العیون میں کئی واقعات بیان کئے گئے ہیں۔صاحب مرأۃ الاسرار نے ایک اہم واقعہ یہ لکھا ہے کہ موضع بہریلہ میں جا کر تن تنہا اذان دیا۔حق تعالیٰ کی مہربانی سے بہت سے لوگ اس کی درگاہ میں سر بہ سجود ہوئے یعنی اسلام قبول کرلیا۔اس کی تصدیق انوار العیون سے بھی ہوتی ہے کہ اس موضع کے نومسلم کمال الدین نامی آپ کے مرید تھے۔

واقعہ

نقل ہے کہ شیخ کمال الدین نومسلم حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید تھے۔ان کی زبان پر ہمیشہ ''حق'' کا ذکر جاری رہتا۔قصبہ بہریلہ کے رہنے والے تھے۔ایک دن سیّد زین الدین مقطع اودھ بہریلہ میں اترے۔شیخ کمال الدین نے ان سے ملنے کا ارادہ کیا۔آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر جانے کی اجازت مانگی۔آپ نے فرمایا کہ کس لئے جاؤ گے، کیا بھینس کی سینگ کھاؤ گے؟ اس در پردہ ممانعت کے باوجود وہ گئے۔جیسے ہی زین الدین کے لشکر کے قریب پہونچے ایک چھوٹی ہوئی بھینس نے ان کو سینگوں پر اٹھالیا اور پھینک دیا۔کاری زخم لگا۔لوگ چارپائی پر اٹھا کر حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لائے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔جب تک نہ لیا نہ مانا۔(۱)

عشق وعلم

آپ عشق کی اس بلندی پر تھے جہاں علم و دانش کی حیثیت نظرانداز ہوجاتی ہے اور فطرت کے عناصر ہاتھ باندھ کھڑے رہتے ہیں کہ کیا حکم ہوتا ہے؟

حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق علم کی تین قسمیں ہیں:

(۱) علم عقلی۔(۲) علم حالی۔(۳) علم اسرار۔

(۱) انوار العیون صفحہ-۷۴۔

علم اسرار

یہ علم مرتبۂ عقل سے بالاتر ہے۔ یہ وہ علم ہے جس کو روح القدس (فرشتہ) دل میں ڈالتا ہے۔ یہ علم نبی اور ولی سے مخصوص ہوتا ہے اور اس علم کی بھی قسمیں ہیں۔ اس علم کا عالم تمام علوم سے ماہر ہوتا ہے اس علم سے اعلیٰ اور اشرف کوئی علم نہیں کیوں کہ اس کے ذریعہ انسان تمام معلومات پر حاوی ہوجاتا ہے۔(۱) صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اسے قرب فرائض کہتے ہیں۔ اس مرتبے پر صوفی اپنے شعور اور موجودات کے شعور سے فنا ہوجاتا ہے۔ اس طرح اس کی نظر میں حق تعالیٰ کے وجود کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ بہ الفاظ دیگر مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور جو کہتا ہے حق سے کہتا ہے۔ اس کے سینے میں مقامات جلیلہ پیدا ہوجاتے ہیں۔

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ مرتبۂ قرب فرائض کے بلند درجے پر تھے۔ طالب پر ایک نظر ڈالتے تھے اور وہ علم کی دولت سے مالا مال ہوجاتا تھا۔ (ملاحظہ کیجئے شیخ بختیار جونپوری کے حالات)

(۱) فتوحات مکیہ جلد اول دیباچہ صفحہ-۹-۸

پیشین گوئیاں

بابت حضرت شیخ عبدالقدّوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت شیخ محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ ابھی بچے ہی تھے کہ چند بچوں کے ساتھ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے گئے، آپ نے شیخ محمد اسماعیل کو بُلا کر نہایت شفقت سے پیٹھ تھپ تھپایا اور فرمایا کہ اس لڑکے کی پشت میں ایک ایسا مبارک بچہ دیکھ رہا ہوں جو اپنے زمانے کا قطب ہوگا۔ اس کے مرید ہمارے مرید ہوں گے اور وہ ہمارے برگزیدہ خلفاء میں ہوگا۔ ہماری نعمت اس کو پہونچے گی۔(۱)

بابت حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

سیاحت کے زمانے میں آپ کا گذر سرہند شریف سے ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو یہاں ایک ولی کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ ایک زمانۂ دراز کے بعد حضرت شیخ احمد الفاروقی رحمۃ اللہ علیہ مجدّد الف ثانی کا ظہور ہوا۔

بابت آبادی ردولی

ایک دن شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اپنی خانقاہ میں بیٹھے تھے، مشرق کی طرف دیکھ کر فرمایا ''قصبہ ردولی کس قدر آباد ہے'' اس وقت مشرق کی طرف خانقاہ کے پاس سے آبادی نہ تھی رفتہ رفتہ خدا کے حکم سے آبادی ہونے لگی۔ اور تاجو کے باغ تک ہوگئی۔ اگر چہ قصبہ سلطان حسین کے زمانے میں کئی بار اجڑا اور بسا مگر کل آبادی اسی سمت ہے جس سمت کی نسبت حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ کیا آباد ہے۔(۲)

(۱) شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی تعلیمات۔ (۲) انوار العیون صفحہ-۳۱-۳۲۔

۷۸۶

حق حق حق

حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ
و
دیوانے اور مجذوب

نہ صرف اس دور کے سالک بلکہ دیوانے اور مجذوب بھی حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی فقیری کے مدّاح تھے۔ آپ کی زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر ایک نہ ایک دیوانے کا وجود ہم ضرور پاتے ہیں۔ انوار العیون میں ان کا مفصّل بیان ہے۔

سالک اور مجذوب

سلوک کے معنی ہیں راستہ چلنے کے اور اصطلاح صوفیا میں تہذیب نفس کو سلوک کہتے ہیں۔

سالک وہ ہے جو شریعت مطہّرہ کی پابندی اخلاص اور احسان کے ساتھ کرتا ہے، وہ دنیا میں رہتا ہے مگر اس کا دامن آلائش دنیا سے پاک رہتا ہے۔ سالک ہی سے تجدید واحیاء کا کام لیا جاتا ہے وہ حق تعالیٰ کی طرف سے خلق کی رشد وہدایت پر مامور ہوتا ہے۔ مجذوب سے اصلاح کا کام نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ وہ ہمہ وقت عالم جذب میں رہتا ہے۔ قلب سالک پر بھی یہ جذبہ طاری ہوتا ہے مگر وقتی طور پر اور اس وقت اس کو عالم ظاہر سے بے خبری ہوجاتی ہے۔ ایک نشہ کی کیفیت طاری ہوتی ہے جو مرتبۂ فنا سے کم ہے۔ اسے اصطلاح تصوّف میں ''سکر'' کہتے ہیں۔ اس حالت میں ظاہر وباطن کے احکام کا امتیاز جاتا رہتا ہے مجذوب کی ایک حد ہوتی ہے۔ مگر سالک کی حد نہیں ہوتی، ''سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ'' سے اس کی تشریح کی جاتی ہے۔ سیر الی اللہ کے معنی ہیں اللہ کی طرف راستہ طے کرنا۔ یہ حصول معرفت پر ختم ہوجاتی ہے اور سیر فی اللہ کے معنی ہیں اللہ کی ذات وصفات کی تجلیوں میں راستہ طے کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات، علم وحکمت کی معرفت حاصل کرنا، اس کی انتہا نہیں ہے۔ اس میں مجدّدانہ شان ہوتی ہے۔ مجدّد حقیقت کے مقام اعلیٰ پر بیٹھنے کے بعد دنیا میں پھر واپس آتا ہے اور اصلاح وتجدید کا فرض منصبی ادا کرتا ہے اور یہی عزیمت کا کام ہے۔ یہاں پر مجذوب اور دیوانوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو حق سبحانہٗ تعالیٰ کی کسی نہ کسی تجلّی کے تحت عالم تحیّر میں رہتے ہیں۔ خود سے اور دنیا سے بیگانے ہوتے ہیں۔ ان کے اپنے مخصوص اشارات اور کنایات ہوتے ہیں۔ ان کی زبان انہیں کے قبیل کے لوگ سمجھتے ہیں یا وہ لوگ جو ان کی صحبت میں رہے ہوں۔

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ دوران سفر اس دور کے سالکوں سے ملے اور دیوانوں سے ملاقات کی۔

شہر سنّام کا واقعہ

شہر سنّام میں آپ کی دوستی ایک دیوانے سے تھی جس کا قیام ایک مسجد میں تھا۔ لوگ اس کو

کھانا دے جاتے۔ جب آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس جاتے تو وہ کہتا۔ احمد! یہ خدا کی نعمت ہے۔ تم بھی کھاؤ اور مجھ کو بھی کھلاؤ۔ دیوانہ معذور تھا اور نہ وہ خود بھی کھا سکتا تھا۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے کھلانے کی ضرورت نہیں تھی اس سے آپ کے اعلیٰ کردار کی نشاندہی ہوتی ہے کہ معذور سے اجتناب کرنے کے بجائے آپ اس کی خدمت کرتے تھے کیونکہ نفس کا غرور فنا ہو چکا تھا۔

پنڈوہ[1] شریف کا واقعہ

پنڈوہ شریف بنگال کے قیام میں آپ کے ساتھ ایک دیوانہ رہتا تھا جب وہاں کے حکمراں نے کسی بناء پر قلندروں کو شہر بدر کرنے کا حکم صادر کیا تو آپ اس کو ساتھ لے کر اس کی ڈیوڑھی پر خاک ملے کافی دیر تک بیٹھے رہے مگر کسی نے کوئی تعرض نہیں کیا حسب ونسب میں ممتاز ہونے کے باوجود آپ نے حسب ونسب کے بتوں کو آستین سے نکال کر پھینک دیا تھا۔

بہار میں تشریف آوری اور دو دیوانوں سے ملاقات

آپ بنگال سے بہار آئے تو دو دیوانوں سے ملاقات ہوئی ایک کا نام علاء الدین اور دوسرے کا نیم لنگوٹی تھا دونوں نے اپنی زبان میں منزل مقصود ملنے کی بشارت دی وہاں سے شہر اودھ آئے اور چھ مہینے قبر میں مدفون ہو کر عبادت میں مشغول ہوئے حق تعالیٰ کی تجلّی ظاہر ہوئی اور مقصود حاصل ہو گیا۔ اس راہ کی اطلاع اس دور کے سالک نہ دے سکے۔ دیا تو دیوانوں نے انہوں نے کہا تھا کہ ''بابا احمد! مردوں نے دیگ پکائی کھانے کے وقت کیوں چھوڑ گئے'' حضرت

[1] پنڈوہ شریف صوبہ بنگال کے ضلع مالدہ میں واقع ہے جہاں حضرت شیخ علاء الحق چشتی شیخ نور قطب عالم چشتی، شیخ حافظ بندگی چشتی اور بے شمار اولیاء وشہداء کے مزارات ہیں۔ یہ جگہ ایک زمانے میں علماء، فضلاء اور درویش ومشائخ کی اجتماع گاہ ہوا کرتی تھی حتی کہ ایک وقت ایسا آیا کہ یہاں سے مدرسوں اور خانقاہوں کا وجود مٹ گیا اور سوائے مزارات کے اس کی تمام ظاہری یادگار غالباً ختم ہوگئی پھر کئی سو سال بعد مشائخ کچھوچھہ مقدسہ نے اس کی تعمیر وترقی کی طرف توجہ دی اور آج بحمدہٖ تعالیٰ اس کی عظمتہ رفتہ بحال ہوچکی ہے کچھوچھہ شریف ہی کے ایک موجودہ بزرگ حضرت علامہ سید جلال الدین اشرف عرف قادری میاں نے یہاں ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا خانقاہ تعمیر کرائی۔ مزارات پر عمارتیں بنوائیں اور اعراس ودیگر تقریبات کی طرف توجہ فرمائی جس سے اس کی رونق میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ ۱۲/ احمد رضا مصباحی

شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے مفہوم سمجھا اور ناامیدی امید میں بدل گئی۔ ان کا در پردہ اشارہ یہی تھا کہ منزل اس طریقۂ کار سے ملے گی۔

ردولی شریف کے مجذوب اور حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ

ردولی میں اس وقت دو دیوانے تھے ایک کا نام ولی حق میران سیّد قطب رحمۃ اللہ علیہ تھا اور دوسرے اِتّے دیوانے کے نام سے مشہور تھے اور دونوں آپ سے محبت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ چند گماشتہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مویشی پکڑ لے گئے جب میران سیّد قطب کو معلوم ہوا تو انہوں نے میاں خضر کو بلا کر کہا کہ یہ جام شراب لو اور برادرم احمد سے جا کر کہو ''کہ ماروں'' میاں خضر نے آکر پیغام سنایا۔ آپ نے فرمایا کوئی حاجت نہیں۔ بمشکل ایک دو گھڑی گذری تھی کہ گماشتہ مذکورہ ختم ہو گیا۔ (۱)

ایک دن آپ خانقاہ میں بیٹھے تھے مخلص شاہ رحمۃ اللہ علیہ کھڑے تھے کہ میاں اِتّے دیوانے اس گلی سے حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی دیوار سے ملے ہوئے گذرے۔ تھوڑی دور جا کر انہوں نے آپ کی طرف توجہ کی اور کچھ دیر ٹھہر کر آگے بڑھ گئے مخلص رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا۔ پیر دستگیر! اِتّے دیوانے کچھ دیر سامنے کھڑے رہے مگر پیر دستگیر نے ان سے یہ بھی نہ فرمایا کہ بیٹھو یا جاؤ۔ بہرام بھی اس وقت موجود تھے انہوں نے اتّے کو نہیں دیکھا کہ کب آئے اور کب گئے۔ اپنے والد مخلص شاہ صاحب کی بات سن کر سخت متعجب ہوئے۔ بہرام خانقاہ سے نکل کر باہر آئے تو واقعہ کو صحیح پایا کہ اتّے گلی سے گذرے تھے۔ تھوڑی دیر تک شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ رہے۔ (۲) **نکتہ:** یہ ہے کہ اتّے دیوانے خانقاہ میں شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے نہیں آئے، خانقاہ کی دیوار کے پیچھے سے گذرے آڑ تھی، اس کے باوجود مخلص شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ معلوم ہوا کہ اتّے شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے کھڑے رہے یعنی خانقاہ شریف میں آئے اگرچہ وہ خانقاہ میں نہیں آئے تھے۔ اتّے دیوانے صاحب کمال تھے اور صورت مثالی حاصل تھی۔

(۱) انوار العیون صفحہ-۳۲/۳۳۔ (۲) ایضاً صفحہ-۵۷۔

قنّوج کا دیوانہ

قنّوج میں ایک دیوانہ رہتا تھا یہ بولتا نہ تھا۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے میاں خضر کوتوال قنّوج کے ہاتھ اس دیوانے کو خط بھیجنا چاہا۔ انہوں نے عرض کیا مخدوم! یہ دیوانہ کسی سے بات بھی کرتا ہے؟ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم کو اس سے کیا غرض وہ ایک پختہ کار آدمی ہیں۔ میرا یہ خط ان کے پاس لے جاؤ، غرض میاں خضر عرف خَدّا خط لے کر قنّوج پہونچے یہ سوچ کر کہ دیوانہ کچھ برا نہ مانے شیرینی ساتھ میں لینا چاہئے۔ چنانچہ انہوں نے مصری کی ڈلی لے لی کہ خط کے ساتھ پیش کریں لیکن سامنے پہونچے تو خط دینا بھول گئے۔ گھبراہٹ میں مصری کی ڈلی پیش کی دیوانے نے مصری واپس کر دی اور اشارے سے شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا خط مانگا اب ان کو خط یاد آیا، فوراً خط نکال کر پیش کیا۔ انہوں نے شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا خط انتہائی تعظیم سے لیا اور کئی مرتبہ اس کو پھول کی طرح سونگھا۔ (۱)

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ قطب الاقطاب تھے، سالک اور مجذوب دونوں آپ کی سلک غلامی سے منسلک تھے۔

(۱) انوار العیون صفحہ-۶۱-۶۰۔

۷۸۶

حق حق حق

خوارق عادات وکرامات

حضرت شیخ ابوالحسن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اللہ تعالیٰ اپنے کچھ بندوں کو دوست بناتا ہے ان سے صفات رذیلہ کو دور کر کے ان میں اوصاف حمیدہ پیدا کرتا ہے یہ لوگ حرص وطمع، مال وزر، غرور نفس اور شہرت وغیرہ سے بے نیاز ہو کر صرف ''حق'' کے ہو کے رہتے ہیں اپنے حال میں فانی اور مشاہدۂ حق میں باقی رہتے ہیں نہ ان کو خوف محسوس ہوتا ہے اور نہ وہ غمزدہ ہوتے ہیں، ان بندوں سے ''سکر'' کی حالت میں کرامات کا اظہار ہوتا ہے، کرامت نہ عقل کے نزدیک محال ہے اور نہ شریعت کے خلاف۔

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ سے خوارق عادات وکرامات کا اظہار بہت ہوا ہے۔

۱- نقل ہے کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ تمام بزرگوں کے مقامات متعین کر کے بتاتے تھے کہ فلاں درویش یہاں تک پہونچا فلاں یہاں تک اور فلاں اس منزل تک پہونچا۔ زہے کمال وجمال کسی درویش اور صاحب تصرّف کے علوئے مرتبہ کی حد یہاں تک سننے میں نہیں آئی۔ (۱)

۲- نقل ہے کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر میں ایک دیگ کھانا پکاؤں اور

(۱) انوار العیون صفحہ-۵۴۔

اس سے تا قیامت مخلوق کھاتی رہے مگر کمی نہ ہو، اس میں خلق کا بھی فائدہ ہے۔اس فرمان کے بعد ایک دیگ کھانا پکا کر خلق اللہ کی رہ گذر پر رکھ دیا۔ تین دن تک تمام آنے جانے والے لوگ اس دیگ سے کھاتے رہے لیکن اس میں کچھ کمی نہ آئی پھر آپ نے فرمایا۔احمد! بندے سب خدا کے ہیں وہ رزّاق مطلق ہے، اس کی شان بڑی ہے، وہ جانے اور اس کے بندے جانیں تم درمیان میں نہ پڑو۔ یہ کہہ کر دیگ کو الٹ دیا۔(۱)

۳- ایک دن ایک برات اپنی پوری آرائش کے ساتھ آپ کے سامنے سے گذری، آپ نے اس برات پر جلالی نظر ڈالی، تمام آدمی اور گھوڑے وہیں پر جل کر خاک ہوگئے، تھوڑی دیر کے بعد جب آپ کو افاقہ ہوا تو لوگوں نے آپ سے یہ واقعہ عرض کیا۔آپ نے دوبارہ اس راکھ پر جمال کی نظر ڈالی تو سب اٹھ کھڑے ہوئے اور بدستور چلنے لگے۔(۲)

۴- شیخ محبّ اللہ الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ مخدوم برحق شیخ احمد عبدالحق قدس اللہ سرہٗ نے متعدد آدمیوں کو قم باذن اللہ کہہ کر زندہ کر دیا لوگوں میں شہرہ ہوگیا کہ احمد مردوں کو زندہ کرتے ہیں۔اس شہرت کی وجہ سے آپ وہاں سے روپوش ہوکر شہر بھکّر چلے گئے پھر اس فعل سے توبہ کرلی۔(۳)

۵- نقل ہے کہ موضع آسومئو (نزد ردولی) کا ایک جولاہا شیخ سماء الدین ردولوی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید تھا۔وہ آپ کی خانقاہ میں بھی آیا کرتا تھا۔ایک دن اس نے آپ سے مرید ہونے کی گذارش کی۔آپ نے فرمایا تم پگڑی شیخ سماء الدین رحمۃ اللہ علیہ کو واپس کردو، اس نے ایسا ہی کیا بعدہٗ آپ کے مریدوں میں شامل ہوگیا۔ ایک دن عرض گذار ہوا پیر دستگیر اجازت ملے تو غلام خانۂ کعبہ جائے۔آپ نے فرمایا چند دن ٹھہرو انشاء اللہ تعالیٰ ہم تم ساتھ چلیں گے، وہ لوٹ گیا، کچھ دنوں بعد پھر گذارش کی، آپ نے یہی جواب دیا۔ایک دن مع سامان سفر آگیا اور اجازت کے لئے اصرار کرنے لگا، آپ نے فرمایا گھر لوٹ جاؤ

(۱) انوارالعیون صفحہ-۵۳۔ (۲) ایضاً صفحہ-۹۶۔
(۳) انوارالعیون ضمیمہ صفحہ-۵۱/۵۰۔

صبح کو میں آؤں گا اور ساتھ چلیں گے۔حسب الارشاد وہ گھر واپس گیا۔حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ آدھی رات کو موضع مذکور کے جنگل میں ''حق'' کی آواز بلند کرنے لگے، جولاہا آواز سن کر آگیا اور ساتھ ساتھ چلنے لگا۔اس نے دیکھا کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے آگے تین بزرگ اور بھی ہیں۔ان کے پیچھے حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ان کے پیچھے وہ خود ہے۔موضع اچولیا کے قریب سپیدۂ سحری نمودار ہونے لگا تو حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے جولاہے کو سب سے آگے والے پر جمال بزرگ کے قدموں پر ڈال کر عرض کیا کہ یہ بے چارہ ضعیف ہے وہاں تک پہنچنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

تھوڑی دیر بعد جب اس کے ہوش وحواس درست ہوئے تو کسی کو نہ پایا اور آپ کی خانقاہ میں آیا۔آپ نے دیکھتے ہی فرمایا کہ تم کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔سب سے آگے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔آپ کے پیچھے حضرت شیخ فریدالحق گنج شکر قدس اللہ سرہٗ اور اُن کے پیچھے حضرت شیخ نظام الدین قدس اللہ سرہٗ تھے اور ان کے پیچھے یہ فقیر تھا۔(۱)

۶- قطب عالم حضرت شیخ عبد القدّوس گنگوہی فرماتے ہیں کہ پنجشنبہ کے دن مجمع عام میں حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پرانوار شق ہوا اور آپ مادی جسم کے ساتھ ظاہر ہوئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ عبدالقدوس تجھ کو خدا تک پہنچا دیا۔جا اپنے کام سے لگ جا۔(۲)

۷- صاحب مرأۃ الاسرار حضرت شیخ عبد الرحمٰن چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ تحریر کرتے ہیں کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے استعمال میں دو حجرے تھے، جلالی اور جمالی، جلالی گھر کے کوٹھے پر تھا اور جمالی اس کے نیچے، جب جلال کی کیفیات طاری ہوتیں تو آپ جلالی حجرے میں تشریف لے جاتے تھے اور اضطراب عظیم پیدا ہوتا تھا۔ایسے عالم میں نظر قہر معدوم کا اثر رکھتی تھی اگر کسی ذی روح پر پڑتی تو ہلاکت کا باعث ہوجاتی۔ایسے نفس قاطع اور سرعت التاثیر رکھنے والے شیخ کم دیکھے گئے ہیں۔

جب سے آپ ردولی کے صاحب ولایت ہوئے کسی درویش عالی مقام کی مجال نہ تھی کہ

(۱) انوارالعیون صفحہ-۵۰-۵۱۔ (۲) انوارالعیون ضمیمہ صفحہ-۹۶۔

آپ کی اجازت کے بغیر قصبے میں قدم رکھتا۔ چنانچہ شیخ مسعودالاولیاء رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ شیخ سعد اللہ کی قوتیں سلب ہوگئی تھیں۔

دوبجیہ (ایک جگہ کا نام) کا سردار قصبہ پر حملہ آور ہوا۔ آپ نے اپنا عصا ایک درخت کے تنے پر مارا اور فرمایا کہ میں نے خدا کے حکم سے اس کا سر اڑا دیا۔ رائے کھریسہ کے سردار (موجودہ کھنڈاسہ ضلع فیض آباد) نے اس کو شکست دی اور قتل کردیا۔ اس وقت سے شیخ حمید رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے تک نواح کے زمینداروں نے ردولی پر متعدد بار لشکر آرائی کی مگر ہمیشہ شکست کھائی اور کبھی غلبہ حاصل نہ کر پائے۔

۷۸۶

حق حق حق

اقوال زرّیں

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ ارشاد صرف آراستہ ہی نہیں ہوا بلکہ اس نے شجر طوبیٰ کی نوعیت اختیار کرلی کہ عالم ارشاد کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جہاں اس کا سایہ نہ پہونچا ہو۔(۱)

اخلاق

اخلاق کے معنی ہیں کہ بندے کا مقصود و مطلوب حضرت صمدیت کی ذات کے سوا کچھ نہ ہو''(۲) اخلاق کا لفظ معنی کا ایک سمندر رکھتا ہے انسانی زندگی کا ہر گوشہ اس کے دائرے میں آجاتا ہے اس کی تعریف جو ہر لحاظ سے مکمل ہو آسان نہیں، حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد غور سے دیکھئے تو ہر اعتبار سے جامع ہے۔ رضائے حق کی جستجو ہی نجات اخروی کے مترادف ہے اور زندگی میں سرخروئی کا باعث۔

حدیث شریف

۱- قال رسول اللہ ﷺ بعثت لاُتمّم حسن الاخلاق. (مشکوٰۃ صفحہ-۴۳۲)

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ''میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

۲- اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا. (ایضاً صفحہ۴۳۲/۴۳۳)

---

(۱) پانی پت اور بزرگان پانی پت صفحہ-۲۴۵ (۲) انوارالعیون صفحہ-۱۸۔

ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے۔

تصوّف رسوم اور علوم کا نام نہیں ہے بلکہ اخلاق کا نام ہے صوفیائے کرام کی زندگی قرآن مقدس اور حدیث شریف کے مطابق ہوتی ہے۔ ان کا قول اور فعل سنّت رسول اللہ ﷺ سے بیروں نہیں ہوتا۔(۱) دنیا سے وہ کوئی صلہ نہیں چاہتے وہ اس آیت شریفہ پر عمل کرتے ہیں:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْناً وَّ يَتِيْماً وَّ اَسِيْرا. اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَّ لَا شُكُوْراً. (الدھر آیت ۹/۸) اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔ ان سے کہتے ہیں کہ ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔

اہل حق کی عبادت و ریاضت صرف حق کے لئے ہوتی ہے مقصود اسلام کی تبلیغ ہے اور اس کی تعلیمات کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا ہے۔

واقعہ

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے داماد میاں فرید پر ملک زکو نے سختی کی اور قید کرلیا۔ جب آپ اس کے پاس گئے اور رہا کرنے کے لئے کہا تو اس نے اور بھی سختی کی۔ آپ رنجیدہ واپس چلے آئے، ملک زکو بھی دوسری طرف روانہ ہوا۔ دوسرے دن اس کی موت واقع ہوگئی۔ اس کا جنازہ آپ کی خانقاہ میں لایا گیا۔ آپ گھر سے باہر آئے اور اس کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ ذرّہ بھر بھی کدورت آپ کے دل میں نہ تھی۔(۲)

اولیاء اللہ کے قول و فعل میں مطابقت ہوتی ہے۔ وہ خالص حق کے لئے جیتے ہیں اور مرتے ہیں۔

(۱) تذکرۃ الاولیاء۔ (۲) انوار العیون صفحہ-۳۴۔

اسم ''حق'' کی تشریح

آپ کا کہنا ہے کہ ''حق کی ذات پاک بے نام و نشان ہے لیکن اگر اس کی ذات پاک کے ناموں سے کسی نام کا اس پر اطلاق ہوسکتا ہے تو وہ حق کا نام ہے کیونکہ حق کے معنی ہیں کہ اس کی ذات پاک تمام کمالات کی مستحق ہے اور وہ کمالات اسی کی ذات کے ساتھ قائم ہیں اور خدا کی پاک ذات تمام کمالات کے ساتھ متّصف اور بذات خود قائم ہے۔(۱)

ربّ العزت کے نام بے شمار ہیں (لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنیٰ) اور ہر نام اس کے کمال صفت کا مظہر ہے اس کی ہر صفت سے انسان کو عرفان حاصل ہوسکتا ہے۔ وہ رحیم بھی ہے، رحمان بھی، قادر بھی ہے اور قہّار بھی، حق کا نام ایسا ہے جس میں اس کا ہر کمال اور ہر صفت آجاتی ہے اور تضاد نہیں ہونے پاتا۔ خواہ صفت جمال ہو یا جلال ہر حالت میں اسم ''حق'' کا اطلاق ہوتا ہے۔

مزید تشریح اسم حق

حضرت ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحات مکیّہ میں حروف کے ایسے عجیب و غریب اسرار بیان فرمائے ہیں کہ عقل کو سکتہ آجاتا ہے۔ ہم حرف ''ح'' اور حرف ''ق'' کی تعریفات پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔

تعریف حرف حائے مہملہ

''حا'' صورتوں میں اللہ کا راز ہے جس کی حقیقت کو اس نے بشر کے دیکھنے سے پوشیدہ رکھا ہے۔ اگر تم ''کون'' اور عالم اجسام سے کوچ کرتے ہو تو عالم ارواح اور صورتوں کی طرف کوچ کرو اور حاملان عرش کو دیکھو میں نے اس کے حقائق کو دیکھ لیا جو مقدّر ہے۔ وہاں حاء کی حکومت اور عزت ایسی پاؤ گے کہ جس کا مقابلہ نہیں ہوسکتا اور نہ غیر خدا سے خوف کیا جاتا ہے۔(۲)

''واضح رہے کہ حا عالم غیب میں سے ہے۔ اس کا مخرج حلق کا وسط ہے۔ اس کے عدد آٹھ

(۱) انوار العیون صفحہ-۷۷۔ (۲) فتوحات مکیہ جلد اول باب دوم حصہ ششم صفحہ-۲۵۴-۲۵۵۔

ہیں، اس کے حروف بسیط، الف ہمزہ، لام، فاء، میم اور زائ ہیں۔ اس کا عالم ''ملکوت'' ہے اس کا فلک دوسرا ہے۔ اس کے فلک کی حرکت کے سال گیارہ ہزار ہیں وہ خاص اور خاص الخاص ہے اس کا مرتبہ ساتواں ہے اور اس کی حکومت جمادات میں ہے۔ اس کے حرف سرد تر ہیں اور اس کا عنصر پانی ہے اور اس کی حرکات ٹیڑھی ہیں اور حروف اعراق سے ہے خالص بلا آمیزش وکامل ہے جو اس کے ساتھ پیوست ہو اس کو رفع کر دیتا ہے۔ عالم انس ثنائی سے ہے۔ اس کا مزاج سرد تر ہے۔ اس کے حروف الف، ہمزہ ہیں اور اس کے ذاتی نام درج ذیل ہیں:

''اللہ، اول، آخر، ملک، مومن، مہیمن، متکبّر، مجید، متین، متعالی وعزیز اس کے صفاتی نام ہیں۔

''مقتدر اور محصی'' اس کے افعال کے نام ہیں۔

لطیف، فتّاح، مبدئ، مجیب، مقیت، مصور، مذل، معز، معید، محی، ممیت، منتقم، مقسط، مغنی، مانع اور اس کا طریق ابتدائی ہے۔ (۱)

تعریف حرف قاف

ترجمہ ابیات:

قاف کے کمال کا راز اس کے سر میں ہے۔
اہل عرب کے علوم اس کے قطر کی ابتدا میں ہیں۔
شوق اس کی تعریف کرتا اور اس کے غیب کو
اس کے نصف میں اور اس کے شہود کو اس کے نصف میں ٹھہراتا ہے
عجب ہے اس کی دوسری پیدائش کے لئے کہ وہ اس کے
ابتدائی وجود کا ابتدا اور اس کے زمانے کا بھی ابتدا ہو۔

قاف عالم شہادت وجبروت سے ہے، مخرج زبان کا اقصیٰ اور تالو ہے۔ عدد سو ہیں، بسائط، الف، فاء، ہمزہ اور لام ہیں، اس کا فلک دوسرا ہے۔ جس کے دورہ کی حرکت گیارہ ہزار سال ہے۔ خاص اور خاص الخاص میں متمیّز ہے۔ اس کا مرتبہ چہارم ہے اس کی حکومت کا ظہور جنات میں ہے

(۱) فتوحات مکیہ جلد اول باب دوم حصہ ششم صفحہ-۲۵۵۔ (۲) ایضاً صفحہ-۲۵۷-۲۵۸۔

اس کا مزاج امّہات اول ہیں۔ اس کا آخری حصّہ گرم وخشک ہے اور سارا سرد تر ہے اس کے عنصر پانی اور آگ ہیں۔ اس سے انسان اور عنقا پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے کئی احوال ہیں۔ حرکت آمیختہ ہے۔ یہ حرف آمیختہ ''مونس ومثنّی'' ہے۔ علامت مشترک ہے اس کے حروف الف اور فا ہیں۔ اس کے نام حسب مراتب ہیں۔ ہر ایک اسم جس کے اوّل میں حروف بسائط سے کوئی حرف ہو وہ اس کا نام ہے۔ اہل اسرار کے نزدیک اس کی ''ذات'' ہے اور اہل انوار کے نزدیک ''ذات وصفات'' دونوں ہیں۔ (۱)

خاصیّت

''الحق'' ایک مربع کاغذ کے چاروں گوشوں پر لکھ کر اس کو ہتھیلی پر رکھ کر آخر شب میں آسمان کی طرف بلند کرے تو مہمّات کو کفایت ہو۔ (۲)

عبادت

خدا کا بندہ خالص خدا کا بندہ ہوتا ہے۔ منافق نہیں ہوتا ہے اور جو بندہ اپنی بھلائی کے لئے خدا کی عبادت کرتا ہے اور اس کی بلاؤں سے دوری کا خواستگار رہتا ہے وہ بندہ درحقیقت اپنی بھلائی کا بندہ ہے۔ (۳)

سماع

''خدائے تعالیٰ کا ایک مقام ہے جس کو نور اسود کہتے ہیں۔ اس مقام پر سالک بلا سماع کے نہیں پہونچ سکتا۔'' (۴)

پاکی

''پیر کس طرح پاک ہوسکتا ہے جب کہ وہ بندہ ہے۔ پاکی صرف حق تعالیٰ کے لئے ہے اس کے علاوہ کسی کو راس نہیں آتی۔ (۵)

(۱) فتوحات مکیہ جلد اول باب دوم حصہ ششم صفحہ-۲۵۷-۲۵۸۔ (۲) اعمال قرآنی صفحہ ۱۳۸
(۳) انوار العیون صفحہ-۱۸۔ (۴) ایضاً ضمیمہ صفحہ ۹۲۔ (۵) ایضاً صفحہ ۳۶۔

اسرار

منصور بچہ تھا اس کو برداشت کی قوت نہ تھی اس لئے اسرار ظاہر کر دیئے۔ لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو دریا کے دریا چڑھا جاتے ہیں اور ڈکار تک نہیں لیتے۔(۱)

تشریح

حضرت امام غزالی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ:

''معرفت کا راستہ طے کرنے والوں کو کبھی کبھی مغالطہ ہو جاتا ہے وہ بعض حجابات ہی کو منزل سمجھتے ہیں جہاں سے انہیں گذر جانا چاہیئے۔ کیونکہ ہر مقام کے بعد دوسرا مقام آتا ہے سب سے پہلا حجاب خدا اور بندے کے درمیان روح یا نفس ہے روح بھی خدا کے انوار میں سے ایک نور ہے۔ جس میں حق کی حقیقت پوری طرح جلوہ گر ہوتی ہے۔

صوفی اس حجاب اول یعنی روح یا نفس میں اس وقت نہایت درجے کی چمک دیکھتا ہے جب حضرت حق کی تجلّی سے وہ چمک سامنے آجاتی ہے۔ جس کے دل پر یہ کیفیت گذرتی ہے اگر وہ دل پر غور کرے تو اس میں جمال کی اس قدر زیادتی پاتا ہے کہ حیران و ششدر رہ جاتا ہے اسی حیرانی میں بعض اوقات وہ انا الحق پکار اٹھتا ہے اور کبھی لا الہ میں گم ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد اگر توفیق الٰہی سے یا پیر اور معلّم کی رہبری سے حجاب دور نہیں ہوتا، آگے راز نہیں کھلتا تو اسی مغالطے میں سرگرداں ہو کر ہلاک ہو جاتا ہے اور یہ موقع ہے بھی مغالطے کا کیونکہ اس وقت تجلّی والی شے اور جس پر تجلّی پڑ رہی ہے دونوں ایک ہو جاتے ہیں۔ یعنی بندے اور خدا کے درمیان سے امتیاز من و تو اٹھ جاتا ہے۔(۲)

حضرت امام غزالی رضی اللہ عنہ نے بہترین انداز میں جناب منصور رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی درجے کا تعیّن فرما دیا ہے اس سے بہتر لکھا نہیں جا سکتا۔ صرف حاشیہ آرائی ہو سکتی ہے۔

(۱) انوار العیون صفحہ-۵۴۔ (۲) اسلام کی اخلاقی تعلیمات ۲۲۶-۲۲۷۔

جناب منصور رحمۃ اللہ علیہ استعارات و تشبیہات میں الجھ گئے انا کو رہبر بنایا۔ کسی شیخ وقت سے مدد لینا گوارا نہ کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ شریعت محمدی ﷺ نے اپنا کام کر دیا۔

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے قول بالا میں یہی بات کہی ہے کہ جناب منصور بچہ تھے۔ یعنی معرفت الٰہی کے بالکل ابتدائی درجے پر تھے۔ قوت ضبط نہیں تھی ابتدائی تجلّی حق کے جمال میں گم ہو کر ہلاک ہو گئے۔

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے مراتب

انوار العیون میں حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس اللہ سرہٗ نے آپ کے کمالات کا اظہار اس طرح کیا ہے۔

''حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ مالک الملک کے اس حکم ''قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ'' (یوسف آیت ۱۰۸)

ترجمہ: ''کہہ دیجئے کہ یہ میرا راستہ ہے میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور میں اور جو شخص میری پیروی کرے وہ بصیرت پر ہے''

کے مطابق دنیا اور اہل دنیا کو طرفۃ العین میں احدیت کا بینا اور صمدیت کا شناسا بنا دیتے ہیں اور باطنی ہمت جو ملک اور فلک سے بھی آگے بڑھی ہوئی تھی ایک نظر میں ماسواء اللہ سے پار کر دیتے ہیں۔

آپ نے بارگاہ الٰہی سے عبد الحق کا معزّز خطاب پایا اور سیّد الاوّلین والآخرین ﷺ کی پیروی میں انتہائی سعی و کوشش کی۔ چونکہ ان کو عبدہٗ و رسولہٗ کہا گیا تھا اس لئے ان کو عبد الحق کا لقب ملا۔ زہے کمال کہ پیر (حضرت سرکار دو عالم ﷺ) کی پیروی میں مثال پائی اور غیر اللہ کے نقوش سے آگے بڑھ کر بقائے حق میں مل گئے۔''(۱)

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی موت و زندگی میں کوئی فرق نہیں، آپ کا معاملہ مردہ اور زندہ دونوں کے ساتھ یکساں ہے۔

(۱) انوار العیون صفحہ-۵-۶۔

حضرت قطب عالم مزید فرماتے ہیں کہ:

''لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو ان کی وفات کے چالیس سال بعد مرتبہ ولایت سے مرتبہ نبوت میں پہونچا دیتا ہے۔ اس لئے وہ اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف نہیں اتر سکتے۔ لیکن حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی ولایت بدرجہ کمال ہے اور قیامت تک ایسی ہی رہے گی۔'' (۱)

حضرت قطب عالم قدس اللہ سرہٗ نے حرف بہ حرف حق لکھا تھا۔

تفصیل اور تجزیہ

تصوّف کی تاریخ میں اسم ''حق'' کی تجلّی جناب حسین بن منصور حلاّج رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۰۹ھ) اور حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ احمد عبد الحق صاحب توشہ ردولوی (وصال ۸۳۷ھ) پر ہوئی۔ جناب منصور پر اس کا اثر منفی اور حضرت شیخ العالم پر اثر مثبت ہوا۔ اوّل الذکر نے ''انا الحق'' کہا اور مؤخر الذّکر نے ''یا حق'' کہا۔ لہٰذا دونوں کے راستے جدا ہو گئے اور بنی نوع آدم پر اثرات مختلف ہوئے۔

جناب منصور رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ذات کو سب کچھ سمجھا۔ ان کے نظریے سے انفرادیت، برتری اور مکمل آزادی کو فروغ ہوا۔ انسان کو مقید کرنے والی ہر زنجیر ٹوٹ گئی۔ ذاتی وجود کو سماجی وجود پر فوقیت حاصل ہو گئی شخصیت پرستی اور ڈکٹیٹر شپ کو بھر پور تقویت ملی۔ خود پرستی نے شرک اور عدم رواداری کو جنم دیا۔

یہاں پر یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ ابلیس اور آدم علیہ السلام کے قصّے میں ابلیس نے کہا تھا کہ وہ آدم علیہ السلام سے بہتر ہے۔ اس کا وجود آگ سے اور آدم علیہ السلام کا وجود سڑی مٹی سے ہے۔ اور آگ مٹی سے افضل ہے۔ اس لئے ربّ العالمین کے حکم کے باوجود وہ آدم علیہ السلام کے سامنے نہیں جھکا۔

اس طرح ''انا خیر'' اور ''انا الحق'' کے نظریات نے دنیا کو دوزخ بنا دیا[ا] نسلی برتری اور قومی

---

(۱) انوار العیون صفحہ ۸۱۔

[ا] انا الحق اور انا خیر کے درمیان مؤلف نے جو موازنہ پیش کیا ہے بالکل غیر مناسب ہے اور اس پر جو تبصرہ کیا ہے وہ بھی بالکلیہ طور پر قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ ۱۲ احمد رضا مصباحی

مفاد پرستی نے جو قیامت برپا کر رکھی ہے اس سے ہر شخص واقف ہے انسان نے انسان پر مظالم کے پہاڑ توڑے برتر قوم اور فرد نے کمتر فرد اور قوم کو روند ڈالا۔ یہ سلسلہ برابر جاری ہے موجودہ دنیا میں امریکہ، اور مغربی ممالک بشمول روس انھیں نظریات کے حامی ہیں۔ سب اپنی معاشی اور سیاسی نظام کو دنیا کی فلاح و بہبود کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ غریب ملکوں کا استحصال روز افزوں ہے۔ عرب ممالک اور افریقہ خاص نشانے پر ہیں۔

جنسی آزادی کی لعنت

آزادانہ جنسی اختلاط اور ارتباط نے معاشرے کو تباہ کر ڈالا ہے۔ دل و دماغ کا سکون چھن چکا ہے۔ خودکشی کی وارداتیں عام ہو رہی ہیں اور ناجائز اولاد کی شرح ان ترقی یافتہ ممالک میں پیہم بڑھ رہی ہے نتیجہ یہ ہے کہ ذہنی انتشار اور عدم توازن سے جرائم کو فروغ حاصل ہو رہا ہے اور جنگ کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔

تجارتی آزادی

ذرائع پیداوار پر چند افراد قابض ہیں، سرمایہ داری کی حکمرانی ہے، ساری دولت چند پونجی پتیوں کے ہاتھوں میں جمع ہو گئی ہے بقیہ نسل انسانی ان کی محتاج ہے۔ یہی چند افراد غیر ترقی یافتہ ممالک کی معاشی، سیاسی اور معاشرتی زبوں حالی کے ذمہ دار ہیں۔ ترقی پذیر ممالک کی ترقی اور خوش حالی کسی قیمت پر روا نہیں رکھتے۔ ان ملکوں کی پالیسی ان کے مفاد کے مطابق نہیں ہوتی ہے تو حکومت بدل جاتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں در پردہ کنٹرول ان کا ہے اس طرح نوّے فی صد آدمی غریبی اور جہالت کا شکار ہیں۔ سودی نظام نے سارا خون نچوڑ لیا ہے۔

فوجی توازن

اس وقت فوجی طاقت صرف روس اور امریکہ کے پاس ہے کوئی ملک ان کی مرضی کے خلاف نہیں جا سکتا اور اگر جاتا ہے تو ان کے بمبار گرجنے لگتے ہیں اور لاشوں کے انبار لگ جاتے ہیں۔ عمارتیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ قحط پڑ جاتا ہے، دانے دانے کی محتاجی ہو جاتی ہے۔

انسانیت ختم ہو چکی ہے۔ سلوک اور محبت کا دور دور تک نام ونشان نہیں ہے۔ آج سائنسی اور تکنیکی ترقی کا مقصد انسانوں کو ختم کرنا ہے اور ایسے مظالم کرنا ہے کہ انسانیت چیختی رہے۔

خلاصہ

''انا خیر'' کا عملی روپ یہ ہے۔ ابلیس نے حق تعالیٰ سے کہا تھا کہ وہ نسل آدم کو گمراہ کردے گا۔ البتہ منتخب شدہ لوگ اس کے مکر سے محفوظ رہیں گے۔ تو ابلیس نے اپنا گمان سچ پایا۔[1]

''یاحق''

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی نے مکتوب نمبر ۹۰ میں ''انواع محبت خمس و در قرب نفل و قرب فرض'' کے ادقّ موضوع پر گفتگو فرمائی ہے۔ آپ کے نزدیک محبت کی پانچ قسمیں ہیں:

۱-محبت احسانی ۲-محبت حسنی ۳-محبت ازلی ۴-محبت صفاتی ۵-محبت ذاتی

۱-محبت احسانی: دوست کا مطالبہ اس محبت میں اس کے احسان سے ہے اور یہ محبت عام ہے۔

۲-محبت حسنی: جب عشق مقام احسان سے ترقی کر کے حسن کے مرتبہ پر پہونچ جاتا ہے اس وقت دوست کی نظر دوست کے جمال پر ہوتی ہے اور جمال سے بے خود ہو جاتا ہے۔

قرآن پاک (سورۂ یوسف) میں حضرت یوسف علی السلام اور حضرت زلیخا کا قصّہ بیان ہوا ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام محفل زلیخا میں تشریف لائے تو زنان مصر نے حسن و جمال سے بے خود ہو کر پھل کے بجائے اپنی انگلیاں کاٹ لیں، عقل و خرد نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا۔ اس درجے پر منصور رحمۃ اللہ علیہ پہونچے اور خود کو زخمی کرلیا۔

۳-محبت ازلی: جب عشق مقام حسن سے گذر کر اور بلندی پر جاتا ہے تو ازل و ابد اس کی نظر میں ایک ہو جاتے ہیں۔ تب ''محبت ازلی'' ظاہر ہوتی ہے۔ یہاں پر معاملہ پوشیدہ ہے۔

---

[1] اناالحق کا عملی روپ یہ ہے کہ سالک غلبہ عشق میں اس حد تک جا پہنچتا ہے جہاں خود فراموشی ہی لازم ہے اور جہاں تجلیات حق کے سوا ساری حقیقتیں اپنی شناخت کھو دیتی ہیں نتیجۂ سالک انا عبدالحق کہنے کے بجائے بے ساختہ انا الحق کہہ دیتا ہے۔ گویا وہ اعتراف عاجزی کی آخری حد پر پہنچتے ہوئے یہ کہتا ہے کہ اے ذات حق تیرے وجود کے آگے ہم معدوم و نیست ہیں۔ ۱۲/احمد رضا مصباحی۔

مومن ایمان کے نقطۂ نظر سے اگرچہ حق تعالیٰ کا محبّ ہے لیکن چونکہ حق تعالیٰ کی محبت اس درجے پر ''پائندہ ازلی'' ہے ظاہر نہیں ہوتی ہے۔ رواہ ہے کہ اس جگہ پر کافر مومن ہو جائے اور مومن کافر ہو جائے (یہاں سے بلندی پر جانا اعمال صالحہ اور مشیّت ایزدی پر منحصر) یہی وہ مقام ہے جہاں اولیاء کا خون پانی ہو جاتا ہے اور جگر کباب، جو بھی رویا اسی جگہ پر رویا۔ اس مقام کی تشریح کے لئے ہم حضرت مجدّد الف ثانی قدس اللہ سرہٗ کی مشہور کتاب ''معارف لدنیہ'' سے حوالہ پیش کررہے ہیں۔

> ''غلبۂ توحید کے وقت ہی کفر و اسلام کو ایک نظر سے دیکھنا ہوتا ہے۔ اور سکر کی کثرت جمع کے مقام میں صرف ہے اور وہاں فنا و ہلاکت ہے۔ یہ دید سالک کے اختیار سے باہر ہے پس ہر آئینہ معذور ہوتا ہے اور جب تک سالک کو اس مقام سے گذارتے نہیں مقام فرق بعد الجمع تک نہیں پہونچاتے۔ حقیقی اسلام کی خوشبو سے مشام جان معطر نہیں ہو سکتا لازمی نتیجہ کفر حقیقی میں گرفتاری ہے۔''(۱)

۴-محبت صفاتی: جب عشق مقام ازلیّت سے گذر جاتا ہے تو محبت صفاتی ظاہر ہوتی ہے اور وہ محبوب کی صفات سے موصوف ہو جاتا ہے اس مقام کو اصطلاح تصوّف میں ''قرب نفل'' کہتے ہیں۔ یہ وہ منزل ہے جہاں انسان کے بشری صفات زائل ہو کر صفات خداوندی میں فنا ہو جاتے ہیں اور وہ حق کا مظہر ہو جاتا ہے اس حال میں وہ کسی کو مارے یا زندہ کرے، بغیر کان کے سُنے، بغیر آنکھ کے دیکھے یا بغیر پاؤں کے چلے تو وہ منجانب حق ہوگا، اس کے باوجود سالک اس جگہ پر کامل نہیں ہوتا، لغزش ہو سکتی ہے اور تنزّل ہو سکتا ہے۔ اس مقام کے مدارج ہیں۔

یہ مقام غلبۂ حال میں ظاہر ہوتا ہے۔ شطحیات کا بہ کثرت گذر ہوتا ہے۔ اس جگہ پر اگر سالک کشتہ ہوتا ہے تو شہید ہوگا۔ مگر راستے میں ہوگا اس کا شمار اولیاء مستہلک میں ہوتا ہے۔ جب صحو میں آئے تو توبہ اور استغفار کرنا لازم ہوگا۔

---

(۱) معارف لدنیہ۔ صفحہ-۳۶۔

۵-محبت ذاتی: جب عشق، مقام صفات (درجۂ قرب نوافل) سے ترقی کرتا ہے تو مقام جمال پر فائز ہوتا ہے۔ اصطلاح میں اسے مرتبۂ قرب فرائض کہتے ہیں۔ سالک کے نزدیک یہ بلند ترین درجہ ہے اور اس کے بھی مدارج ہیں۔
اس کو ''تجلّی ذات'' کا بھی نام دیتے ہیں اور اس جگہ پر ''محبت'' کا کوئی نام نہیں ہے اور نہ وہ کوئی ''اشارہ'' رکھتی ہے۔ فھو لیس اللہ یا وَمَا رَمیت اذ رَمیت و لکنّ اللہ رمیٰ یا پھر یَدُ اللہ فوق ایدیھم کا جلوہ گاہ یہی مقام ہے۔

تشریح

جنگ بدر میں سرکار دو عالم ﷺ نے لڑائی کے وقت ایک مٹھی خاک کافروں کی طرف پھینکی اور کافروں کو شکست فاش ہوگئی۔ اس تاریخی فتح نے تاریخ بدل دی اور رفتہ رفتہ اسلام کو غلبہ اور اقتدار حاصل ہو گیا اور تمام عالم مفتوح ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا: وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللہ رَمیٰ۔ کہ مٹی جو آپ یعنی رسول اللہ ﷺ نے پھینکی وہ آپ نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی نیز سورۂ الفتح میں ارشاد فرمایا کہ جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں اور اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے اور ارشاد فرمایا کہ جس نے آپ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ دینے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں۔
اس درجے پر سالک کو، لا الہ الاّ اللہ محمد رّسول اللہ ﷺ کی معرفت وحقیقت کا ادراک ہوتا ہے اور اس کا وجود مطمئن ہو جاتا ہے اَلَّذِیْنَ آمَنُوْا تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللہ.(الرّعد آیت ۲)
اس حاصل شدہ عرفان کو خلق پر ان کے عقول کے مطابق پہونچاتا ہے اس مقام پر اس کا قول اور فعل عین شریعت محمّدی کے مطابق ہوتا ہے جہاں شطحیات کا گذر نہیں ہوتا پھر وہ خلق کی ہدایت پر مامور ہو جاتا ہے اور حق کی نیابت اس کے سپرد کی جاتی ہے۔

خلاصہ

اس بلند ترین درجے پر پہونچ کر حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''یاحق، یاحق، یا

حق'' فَاعْلَم اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلّا اللہ، تم کو یقین حاصل ہو جائے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ختم المرسلین ﷺ کی پیروی میں یہ نور یقین عطا فرمایا جو صرف اعلیٰ درجے کے منتخب شدہ اولیاء کے حصّے میں آتا ہے۔

صفات عالیہ

صوفیائے کرام کا اتفاق ہے کہ عبودیت کے مقام سے افضل بندہ کے لئے کوئی مقام نہیں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، خالقیت، و مالکیت کا اعتراف اور اس کی اطاعت کاملہ، جب صوفی اس درجے پر پہونچتا ہے تو حضرت شیخ ابو طالب رحمۃ اللہ علیہ مکّی کے نزدیک دس اوصاف یا مقامات پیدا ہوتے ہیں۔
''توبہ، زہد، صبر، شکر، رجا، خوف، توکّل، رضا، فقر اور محبت۔''
حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی کا ارشاد ہے کہ
''مقامات و احوال کی بنیاد یقین پر ہے۔ یقین ہی سے توحید اخلاص، توکل، شکر، اُنس، ہیبت، تفریق، صدیقیت، محدّثیت وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔''

تاثیر

۱- صوفی وسیع القلب اور وسیع النّظر ہوجاتا ہے اور خلق خدا سے محبت اس کی فطرت بن جاتی ہے لہٰذا رنگ ونسل کی تفریق، تعصب وتنگ نظری ختم اور آفاقیت پیدا ہو جاتی ہے۔
۲- غرور اور تکبّر اور احساس برتری کی جگہ عجز وانکسار اور برابری کے اوصاف لے لیتے ہیں لہٰذا ملوکیت، ڈکٹیٹر شپ اور آمریت رخصت ہوجاتی ہے۔
۳- ایثار، عفو، احسان، اور مروت طرز حیات ہوجاتی ہے جن سے سماجی زندگی میں امن وامان قائم ہوتا اور انسان مادی ترقی سے روحانی ترقی کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔
۴- طہارت وپاکیزگی ظاہر ہوتی ہے جس سے صحت مند معاشرے کا وجود ممکن ہوجاتا ہے۔
۵- صوفی کے پاس دو روٹیاں ہوتی ہیں تو وہ ایک روٹی اپنے پڑوسی کو دے دیتا ہے یعنی خود بھوکا

رہتا ہے اور دوسرے کو کھلا دیتا ہے۔ لہٰذا سرمایہ دارانہ نظام اور دولت کی بے انصافی پر مبنی تقسیم ختم ہوجاتی ہے۔ ہر انسان کو زندہ رہنے کا حق ملتا ہے اور اللہ کے رزق میں برابر کا حق دار ہوجاتا ہے۔ انصاف کی حکمرانی ہوتی ہے جرائم کا سدّ باب ہوتا ہے خلق سکون کا سانس لیتی ہے۔

۶- یہ ساری اچھائیاں وہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی راہ میں کرتا ہے۔ حق کی رضا پیش نظر رہتی ہے۔ دنیا سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتا۔ لہٰذا اخلاص اس کا اصل اصول ہوتا ہے۔

۷- دین اسلام کی طرف لوگوں کو بلاتا ہے۔ آخرت کے لئے ان کو تیار کرتا ہے۔ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ کا مستحق ہوجاتا ہے۔ اس کا فیض جاری ہوتا اور اس کی پیروی کرنے سے حق کی رحمت نازل ہوتی اور اس کی نسبت مغفرت کا سبب ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: السَّابِقُوْنَ الاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ. (توبہ آیت ۱۰۰)

''سابق اور مقدّم مہاجرین وانصار اور جن لوگوں نے ان کی اتباع احسان کے ساتھ کیا۔ اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔'' (التوبہ-آیت ۱۰۰)

حیات حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ تناظر میں

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی اس پیمانے پر پوری اُترتی ہے۔ واقعات گذشتہ صفحات میں بیان کئے گئے ہیں۔ نظام خانقاہ و باب شخصیت و سیرت خاص طور سے ملاحظہ فرمالیں۔

رضائے الٰہی

اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہوا۔ ظاہر ثبوت یہ ہے کہ سلسلۂ عالیہ صابریہ چشتیہ آپ سے جاری اور مستحکم ہوا۔ بقول صاحب خزینۃ الاولیاء عرب وعجم میں کوئی ملک نہیں ہے۔ جہاں آپ کے خلفاء کے خلفاء اور ان کے مرید نہ ہوں۔ سلسلہ روز افزوں ترقی پذیر ہے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کے صوفی وعالم وواعظ سے مملو ہے۔ جن کی خدمات عالیہ کا اعتراف زمانہ کررہا ہے۔

آپ کے سلسلے کے سبھی حضرات خواہ ان کا تعلق مدرسے سے ہو یا خانقاہ سے، یا درگاہ سے، آپ کو پیرومرشد تسلیم کرتے ہیں اور اپنے اپنے شجرۂ طریقت میں آپ کے نام مبارک کا ورد کرتے ہیں اور ظاہری وباطنی فیوض سے مالا مال ہوتے ہیں۔

آپ کو اسم حق کی تجلّی نے دائمی ولایت کی سند سے سرفراز فرمایا حق یہ ہے کہ پھر آپ کے بعد آپ کے مرتبہ کا درویش ظاہر نہیں ہوا۔

خوارق عادات

رہی بات کرامت عالیہ کی تو شہر اودھ میں قبر میں مدفون ہوکر مسلسل چھ مہینے حق تعالیٰ کی عبادت کا واقعہ کسی صوفی سے ظاہر نہیں ہوا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر کے حکم کے بموجب اللہ تعالیٰ نے ایک مثال بنادیا۔

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے سامنے آپ مادّی جسم کے ساتھ وصال کے چالیس سال بعد مرقد منوّر کو شق کر کے جلوہ فرما ہوئے۔ اس واقعہ کو بہت سے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کیا یہ واقعہ نادر المثال نہیں ہے؟

خلاصہ: حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا فرمانا کہ شیخ منصور رحمۃ اللہ علیہ سلوک کے ابتدائی درجہ پر تھے بالکل حق تھا۔ ان کی شہرت کا باعث واقعۂ شہادت ہے اور بس۔

جہاد

''خدا کی راہ میں مارنا اور مارا جانا خاص و عام کے اعزاز کا راستہ ہے انتقال کے لئے نہیں۔'' (۱)

مقدّرات الٰہی

''احمد! بندے سب خدا کے ہیں، وہ رزّاق مطلق ہے۔ اس کی شان بڑی ہے۔ وہ جانے اس کے بندے جانیں، تم درمیان میں نہ پڑو۔'' (۲)

(۱) انوار العیون صفحہ-۹۔ (۲) ایضاً صفحہ ۵۳۔

لباس

''نرم ونازک کپڑے پہننا نفس کی پرورش کرنا ہے۔''(۱)

طرزحیات

''دنیا میں ایسی چال چلو کہ کچھ دن باقی رہو۔''(۲)

پیرکا مرتبہ

''پیروں سے غائبانہ کھیل کیا جانا اپنی جان سے سیر ہونا ہے۔''(۳)

علم

''علم وہ ہے جس سے خدائے تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو۔''(۴)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: **هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ.** ''کیا علم رکھنے والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں؟ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: **طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ.** ''طلب علم ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔''

علم کہلانے کے لائق تین علم ہیں۔

۱-علم آیات قرآنی۔ ۲-علم سنّت نبوی ﷺ۔ ۳-علم فرائض نبوی۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''علم سیکھنا خوف الٰہی، علم کی جستجو عبادت، علم کا پڑھنا پڑھانا خدا کا ذکر، علمی بحث ومباحثہ جہاد ہے۔ نہ جاننے والے کو بتانا خیرات ہے۔''(۵) آپ فرماتے ہیں کہ علم مکاشفہ ہی علم باطن ہے۔ علوم کی انتہا اور مقصد بھی یہی علم ہے۔ اسی سے ہر نیکی کی اصلیت سمجھ میں آجاتی ہے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔

(۱) انوار العیون صفحہ ۶۸ (۲) ایضاً صفحہ ۵۲ (۳) ایضاً صفحہ ۳۰
(۴) ایضاً صفحہ-۹۔ (۵) اسلام کی اخلاقی تعلیمات صفحہ ۵۷۔

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں اسی علم کی طرف اشارہ ہے۔ جو معرفت کردگار کے حصول میں مدد کرتا ہے۔

چتر شاہی

ع- چتر شاہی بر سر طفلان ماست(۱) (حلقۂ صوفیا میں مبتدی کو طفل کہتے ہیں اور چتر شاہی کو تاج کشف وکرامات) مرأۃ الاسرار

آتش دوزخ

''جو شخص میرے دائرے سے گذرتا ہے اس پر آتش دوزخ حرام ہو جاتی ہے۔(۲)
(آتش دوزخ سے مراد آتش شرک وفراق ہے جو واصلان حق سے دور رہتی ہے) مرأۃ الاسرار۔

ولایت

''مجھ کو دونوں جہان کی ولایت حاصل ہے۔''(۳)

درویشی

''آقائی اور چیز ہے درویشی اور چیز ہے۔''(۴)

(۱) انوار العیون صفحہ-۵۷۔ (۲) ایضاً صفحہ-۷۶۔
(۳) ایضاً صفحہ-۵۴۔ (۴) ایضاً صفحہ ۵۰۔

۷۸۶

حق حق حق

ازواج واولاد

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شادی کی آپ کی زوجہ محترمہ بیدار مذہبی شعور رکھتی تھیں۔ مرأۃ الاسرار کے بموجب وہ ردولی کی تھیں اور قرابت دار تھیں۔ ان کی قبر حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کے پورب میں خطیرہ کے اندر سنگ مرمر کی ہے۔

عموماً اولیاء اللہ کی درگاہوں میں کسی ولی اللہ کے پہلو میں ان کی زوجہ کی قبر دیکھنے میں نہیں آتی مگر شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں معاملہ برعکس ہے اسلام نے عورت کو ایک ممتاز درجہ دیا ہے اور حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ ایک مجدّد تھے۔ اس لئے آپ ہر حق کی پاسداری ضروری تھی۔

آپ کے کئی اولاد ہوئیں، فرزند بھی اور دختر بھی، انوارالعیون سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے دو بیٹیاں تھیں ایک کے شوہر کا نام فرید اور دوسرے کا جہانشہ تھا۔ بزم صوفیہ میں میاں فرید اور جہانشہ کو ایک ہی شخص لکھا گیا ہے مگر شجرۂ خاندان کے مطابق میاں فرید اور جہانشہ دو الگ الگ شخص تھے۔ انوارالعیون میں دو واقعہ تحریر ہیں۔ ایک تنہا میاں فرید سے (۱) اور دوسرا جہانشہ سے تعلق رکھتا ہے۔ (۲)

(۱) انوارالعیون صفحہ-۳۴۔ (۲) ایضاً صفحہ-۳۰-۲۸۔

بیٹیوں کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کئی فرزند ہوئے مگر حضرت شیخ عارف احمد رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کوئی زندہ نہ رہا وہی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ وسجادہ نشین ہوئے اُن کے واحد فرزند و خلیفہ وسجّادہ نشین حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ ہوئے اور ان کے خلیفہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی ہوئے حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلۂ خاندان وسجّادگی وطریقت جاری ہوا۔

نوٹ: حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ نشینوں کا مکمل ومستند تذکرہ کتاب کے آخر میں پڑھئے۔ احمد رضا مصباحی۔

۷۸۶

حق حق حق

وصال

قطعہ تاریخ ازانوارالعیون صفحہ-۸۳

شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ شہ کون ومکاں   مرشد کونین فخر انس و جاں
از پئے دیدار حق عین یقیں   کرد رحلت چوں بہ گلزار جناں
سال تاریخ آں شہ عالم پناہ
گفت ہاتف ''دستگیر بیکساں''
۸۳۷ہجری

۷۸۶

حق حق حق

حضرت شیخ العالم احمد عبد الحق صاحب توشہ قدس سرہٗ کا وصال مابین عصر و مغرب ۱۵/ر جمادی الثانی ۸۳۷ہجری ردولی شریف میں ہوااور آپ اپنی خانقاہ اوراپنے مکان سے متصل دفن ہوئے اس ضمن میں چند اقتباسات پیش کیے جارہے ہیں:

عبارت ازاخبارالاخیار فارسی صفحہ۱۸۴

''وفاتش پانزدہم جمادی الثانی سنہ ہشت صدوسی ہفت درسلطان ابراہیم شرقی۔''

عبارت ازسیرالاقطاب فارسی صفحہ۲۲۲

''نقل است کہ آں قدوۃ الاولیاء پانزدہم جمادی الثانی سنہ ہشت صد وسی وہفت ہجری برحمت حق جلّ وعلیٰ پیوست چنانچہ شخصے تاریخ رحلت آں برگزیدہ درگاہ ربّانی
''عارف حق احمد عبدالحق بحق''نوشتہ است''
۸۳۷ہجری

عبارت ازمرأۃ الاسرار فارسی

''وفاتش بتاریخ پانزدہم شہر جمادی الثانی درسن سبع وثلثین وثمانیہ درزمان سلطنت ابراہیم شرقی واقع شد۔''

قطعۂ تاریخ

حضرت مخدوم، قطب ابدال وقت   چوں حجاب ہستیش خود کرد شق
بہر تاریخش ندا آمد ز غیب   عارف حق احمد عبد الحق بحق
۸۳۷ہجری

عبارت از بزم صوفیہ صفحہ ۲۲۳

''۱۵/ جمادی الثانی ۸۳۷ھ میں ایک سو آٹھ سال کی عمر میں وفات پائی اور اپنی خانقاہ سے متصل دفن ہوئے، مزار آج تک مرجع خلائق عام ہے۔ ''**دستگیر بیکساں**'' تاریخ وفات ہے۔

۷۸۶

حق حق حق

تبرکات چشت و آثار حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ

''کلاہ چہار ترکی، عمامہ، خرقہ اور عصا''

اس سے قبل حضرت شاہ آفاق احمد احمدی سجادہ نشین ۱۵/ جمادی الثانی کو مابین عصر و مغرب ان کی زیارت کراتے تھے۔

حضرت شاہ آفاق احمد کا وصال ۲۵/ جولائی ۱۹۸۰ء المطابق ۱۱/ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ کو بروز جمعہ ہوا اور درگاہ شریف میں مدفون ہوئے، انہوں نے اپنی زندگی میں اپنے پوتے شاہ عمار احمد احمدی عرف نیّر میاں ابن شاہ تمیم احمد کو اپنا قائم مقام سجّادہ نشین حضرت صاحب توشہ رحمۃ اللہ علیہ بنا دیا تھا۔ شاہ تمیم احمد کا انتقال ۱۳۹۹ھ میں ہو گیا تھا۔ اب شاہ نیّر میاں صاحب تبرکات کی زیارت کراتے ہیں۔

٧٨٦

حق حق حق

شخصیت کا جائزہ

آغاز میں کتابوں کے اقتباسات پیش کئے گئے ہیں جن سے آپ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر کافی روشنی پڑتی ہے نیز دیباچہ اور قیام خانقاہ میں آپ کی زندگی کے حالات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ ہم یہاں پر انہیں کی روشنی میں ان اسباق کو لکھ رہے ہیں جو آپ کی حیات سے ملتے ہیں:

اسباق

۱- خلوص وصداقت کی جدّ وجہد غیر یقین حالات کو یقینی حالات میں بدل سکتی ہے۔

۲- سعی مسلسل سے علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل کیا جا سکتا ہے۔

۳- درویشی کو جمہوری سطح پر لا کر عوام میں شعور زندگی پیدا کیا جا سکتا ہے۔

۴- ''حق'' بات کے اظہار کی طاقت سے خواص کی اصلاح کی جا سکتی ہے۔

روحانی مرتبہ

ابتدا ہی میں پیر ومرشد نے فرمایا تھا کہ حیات وممات میں مجھ کو تمھارے کمالات کی انتہا نظر نہیں آتی۔ اُن کے وصال کے بعد آپ نے ایک عرصۂ دراز تک ارشاد کی محفلیں آراستہ رکھیں۔ جب آغاز کا یہ عالم تھا تو انتہا کا عالم کیا رہا ہوگا اندازہ لگانا مشکل ہے۔ البتہ کچھ مرتبہ شناس آپ

کے عزیز مرید شیخ بختیار جونپوری رحمۃ اللہ علیہ ہوئے تھے۔ پھر آپ کے وصال کے تقریباً چالیس سال بعد حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بصد عجز اعتراف کیا کہ آپ کا معاملہ زندہ اور مردہ دونوں کے ساتھ یکساں ہے۔ آپ کی زندگی اور موت میں کوئی فرق نہیں۔ بہرحال صاحب مرأۃ الاسرار کے الفاظ میں یہی کہنا پڑتا ہے کہ آپ کے کمالات تحریر وتقریر سے باہر ہیں، ہم یہاں پر شیخ بختیار جونپوری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ وضاحت کے طور پر دوبارہ لکھ رہے ہیں۔

واقعہ

شیخ بختیار جونپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مرید ہونے کی گذارش کی مگر آپ نے اعراض فرمایا۔ وہ جونپور لوٹ گئے۔ آتش عشق نے ان کو پھونک دیا تھا۔ آخرش حضرت شیخ بوعلی قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے مشاہدۂ انوار کے مقام پر آپ سے بختیار کی سفارش کی۔ اس واقعہ کو حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ دہلوی دونوں نے لکھا ہے۔

سلسلہ عالیہ صابریہ میں آپ کا مقام

آپ سے سلسلۂ عالیہ صابریہ میں استقامت پیدا ہوئی اور جاری ہوا۔ آپ نے سلسلے کو رونقِ تازہ اور زینت بہار بخشی اور سلسلہ تاریخ کی روشنی میں آیا جس سے اس کی شناخت ہوئی۔

(۱) بزم صوفیہ صفحہ-۲۹۴۔

۷۸۶

حق حق حق

حضرت شیخ العالم
اور
تبلیغ دین

۷۸۶

حق حق حق

تبلیغ کے چند اصول

پہلا اصول ''مناظرہ''

صوفیائے کرام نے بحث و مباحثہ سے حتی الامکان گریز کیا ہے۔ لیکن تصوّف کی تاریخ میں ایسے زمانے بھی آئے ہیں جب اسلام دشمن نظریات کا مقابلہ انہیں دلائل و براہین سے کرنا پڑا، سلسلۂ صابریہ چشتیہ میں حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ وہ پہلے درویش ہیں جنہوں نے مناظرے (عقلی دلائل وحجّت) کو ایک اہم اصول تبلیغ کی حیثیت سے داخل کیا چنانچہ آپ نے پنڈوہ شریف بنگال میں ایک دانش مند مدرس سے، شہر اودھ میں شیخ فتح اللہ اودھی رحمۃ اللہ علیہ سے، جونپور میں قاضی القضاۃ حضرت شہاب الدین دولت آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے اور رائسڑی میں شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ سے بحث و مباحثہ کیا۔

آپ کے خلفاء نے آپ کی پیروی کی۔ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی مناظرے میں گذری یہاں تک کہ انہوں نے سماع کے جواز پر اپنے صاحبزادوں سے بحث کی۔

دوسرا اصول ''سماع''

سلسلۂ صابریہ چشتیہ میں سماع کی محفلیں آپ سے جاری ہوئیں۔ آپ کے پیر و مرشد حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے پیر حضرت سید خواجہ شمس الدین ترک پانی

پتی رحمۃ اللہ علیہ اوران کے پیر حضرت سید خواجہ علاء الدین علی احمد صابری کلیری رحمۃ اللہ علیہ (بانی سلسلہ) کے یہاں سماع نہیں ہے۔ نہ توانوار العیون میں نہ سیر الاقطاب میں اس کا تذکرہ ہے۔

تیسرا اصول ''سفر''

ایک جگہ پر بیٹھ کر تبلیغ کے فرائض سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے سفر سے حالات زمانہ سے واقفیت اور لائحہ عمل مرتب کرنے میں آسانی ہوتی ہے۔ آپ نے سندھ سے بنگال تک سفر کیا۔ اور ہر جگہ اپنے نشانات چھوڑے۔ یہ عادت سفری سنّت انبیاء علیہم السلام ہے۔

چوتھا اصول ''عوام سے رابطہ''

آپ فرماتے تھے ''آقائی چیزے دیگر است و درویشی چیزے دیگر است'' آقائی اور چیز ہے اور درویشی اور چیز ہے حضرت شیخ جمال الدین گوجری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا کہ میں نے شہر بھکر سے بنگال تک سفر کیا مگر کسی مسلمان سے ملاقات نہیں ہوئی البتہ شہر اودھ میں اس بچے کو دیکھا۔ یہ ارشادات اس دور کی خانقاہوں اور صاحبان خانقاہ کی روش پر بلیغ تبصرہ ہیں، معاشرے سے روح اسلام اڑ چکی تھی اور خانقاہوں میں درویشی کی جگہ آقائیت نے لے لی تھی، شیوخ خانقاہ نے کردار سے عوام کو اپنی طرف بلانے کے بجائے سیاست اور ظاہری رکھ رکھاؤ کا طریقہ اپنا لیا تھا۔

شہر اودھ میں شیخ زین الدین کی خانقاہ تھی۔ ان کے پاس وہی شخص باریاب ہوسکتا تھا جو تحفہ پیش کرتا۔ ڈیوڑھی پر بیٹھا ہوا دربان خالی ہاتھ والے کو اجازت نہ دیتا تھا۔ طرز زندگی شاہانہ تھی۔ اسی طرح قصبہ ردولی میں شیخ سماء الدین کی خانقاہ تھی جو ارباب حکومت واہل دولت وثروت کے لئے وقف تھی غیر اسلامی کردار پر شیوخ خاموش رہتے ورنہ ان کے مفادات پر اثر پڑتا۔

ان خانقاہوں میں مفلس اور ٹھکرائے ہوئے لوگوں کی گذر نہ تھی۔ صدق واخلاص کا دور دور تک پتہ نہ تھا۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان حالات میں یہ خانقاہ قائم کی اور اس کے

دروازے عوام کے لئے کھول دیئے۔ مریدین کا تعلق طبقۂ عوام سے تھا جو محنت اور روزگار سے اپنے کنبہ کی پرورش کرتے اور باقی وقت میں خانقاہ شریف میں دینی تعلیم حاصل کرتے۔ آپ ان کے درددکھ میں شریک ہوتے اور ان کے مسائل کے حل میں پوری مدد دیتے۔

نذرونیاز سے دامن بچایا۔ ارباب حکومت سے کوئی معاشی مدد نہیں لی اور ان کی امداد سے انکار کردیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصے میں آپ کی خانقاہ کو مرکزیت حاصل ہوگئی، عوام وخواص بکثرت حاضر ہونے لگے اور آپ کو ''شیخ العالم'' کا لقب دے کر دلی عقیدت کا اظہار کیا۔ دوسروں کی خانقاہیں آپ کی خانقاہ کے سامنے ماند پڑ گئیں۔ وَاللہ یحب المطھرین. (توبہ ۱۰۸)۔ اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتے ہیں۔

عوام سے رابطہ عین سنّت رسول اللہ ﷺ کے مطابق تھا۔ جس سے سلسلے کی جڑیں مضبوط ہوئیں اور پھر چاروں طرف پھیل گئیں۔

آج بھی درگاہ سے جتنا دلی تعلق عوام کو ہے متموّل اور خوش حال طبقے کو نہیں ہے۔

پانچواں اصول ''محنت اور جہاد''

آپ نے جسمانی محنت کو رہبر واصول قرار دیا، محنت سے نظام ہضم صحیح رہتا اور صالح خون بنتا ہے جس سے دل ودماغ کو توانائی حاصل ہوتی ہے اور یکسوئی کا ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ صحت مند دل لگا کر کام کرتا ہے اور نتائج اچھے برآمد ہوتے ہیں اگر اسے عبادت وریاضت کی طرف لگایا جائے تو وہ زیادہ احسن طریقے سے عبادت وریاضت کرے گا۔ ہنگامی حالات میں بھی اس کے قدم استوار رہتے ہیں۔ اس دور کی ردولی اور اطراف کے ماحول کے مطابق جانثاروں کی ضرورت تھی۔ جو طاعت حق تعالیٰ میں مضبوط ہوں اور ساتھ ہی ساتھ خانقاہ سے نکل کر عرصۂ تبلیغ میں جہاد کا ثبوت دیں۔ اسی لئے آپ نے جسمانی محنت کو لازمی قرار دیا تھا۔ آپ کی سعی ومحنت سے مریدوں کی ایسی جماعت وجود میں آگئی جو آپ کے ساتھ دیہی علاقوں کا دورہ کرتی اور وقت پڑنے پر لڑتی۔

شہر میں رہ کر تبلیغ کا کام اتنا مشکل نہیں جتنا دیہات میں کام کرنا کیونکہ دیہات والوں کے قلوب سخت ہوتے ہیں، ان کو موم کر کے مائل بحق کرنا آسان نہیں وہ جس چیز پر جم جاتے ہیں جمے رہتے ہیں اسلام کو اپنا لیا تو سچّے اور پکّے مسلمان ہوتے ہیں اور ہر حالت میں اس پر قائم رہتے ہیں اور اس کے لئے جنگ کرتے ہیں، دیہاتوں میں اسلام کا پیغام پہونچانے کے لئے بہت ہی جامع شخصیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہر صوفی اور واعظ کے بس کی بات نہیں، حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اس دور کے اعتبار سے سب سے زیادہ موزوں شخص تھے۔ صوبہ اودھ میں تبلیغ کا کام آپ کے عہد میں آپ سے بہتر کوئی نہ کرسکا۔

چھٹا اصول ''حقوق العباد'' کا لحاظ

حدیث شریف

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق خبر ہوئی کہ انہوں نے ہمیشہ دن میں روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے کا عہد کیا ہے۔ آپ ﷺ نے ان کو بلایا اور فرمایا کہ کیا یہ صحیح ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ''تم پر تمہارے جسم کا حق ہے، آنکھ کا حق ہے، بیوی کا حق ہے۔(۱)

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اس تعلیم نبوی ﷺ پر خود بھی عمل کرتے اور مریدوں کو بھی تعلیم فرماتے حقوق اللہ اور حقوق العباد آپ کی خانقاہ کا اہم اصول تھا۔

بعض اہل قلب ونظر کا قول ہے کہ اس دور میں شریعت محمدی ﷺ کی پیروی کا غیر معمولی شرف آپ کے حصّے میں آیا جس کا اعتراف حضرت شیخ عبدالقدّوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کیا ہے۔

(۱) رحمت عالم صفحہ-۱۵۱۔

۷۸۶

حق حق حق

ولایت کی دائمی سند

بزیرِ زلف دو تا چوں نظر کنی بنگر
کہ از یمین و یسارت چہ بیقرار آیند

حافظ رحمۃ اللہ علیہ

٧٨٦

حق حق حق

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کو بارہ گاہ ایزدی سے ولایت کی دائمی سند عطا ہوئی ہے۔ آپ کا روحانی فیض زمان و مکان کی قید سے ماوراء اور برابر جاری ہے۔ ہر دَور میں صاحبان دل بقدر ظرف و ذوق مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت کی ولایت میں کوئی اہل حق اس وقت تک اعلیٰ مدارج پر نہیں پہونچ سکتا اور کسی دیوانے کو معراج فرزانگی اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک کہ وہ آپ کے مزار پر حاضر نہ ہو۔

آپ کے وصال کے بعد سے سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے مشائخ بالخصوص اور دوسرے سلسلوں کے بزرگ بالعموم درگاہ شریف میں چلہ کشی، مراقبہ و مجاہدہ اور ریاضت کرنے برابر آیا کرتے تھے اور آتے رہتے ہیں۔ ایک خاص بات یہ بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ اہل ہنود کے باشعور لوگ بھی مقصد حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوتے ہیں، ہم یہاں چند اہل حق کا ذکر خیر کرتے ہیں جو آپ سے مستفیض ہوئے۔

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۴۴ھ/ ۱۵۳۷ء

آپ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے انوار العیون میں شیخ کے باطنی فیوض و برکات کے بارے میں یہ اعتراف کیا ہے۔

''اس فقیر کی ارادت و اجازت پہلے عالم معاملہ میں حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ سے درست ہوگئی پھر اس کے بعد حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے شیخ الوقت حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اجازت کے شرف سے بھی مشرّف ہوگیا حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مرتبہ عالم معاملہ میں اس فقیر پر لطف و مہربانی کی اور ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ میں نے خدا تک تجھ کو پہونچا دیا۔ اس فقیر کو حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اس قدر معاملات پیش آئے ہیں

کہ حدّ شمار میں نہیں آسکتے اور یہ تمام معاملات حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی ظہور ولایت میں آپ کی رحلت کے چالیس سال بعد پیش آئے۔(۱)

شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد منوّر کا شق ہونا

شیخ عبدالستّار رحمۃ اللہ علیہ مرید و خلیفہ حضرت شیخ عبدالقدوس[۱] رحمۃ اللہ علیہ اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ پنجشنبہ کا دن تھا۔ ایک جم غفیر حضرت شیخ احمد عبدالحق کی درگاہ آسمانجاہ کی زیارت کے لئے آیا تھا۔ قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مزار اقدس کے چبوترے کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ دفعتاً مزار اقدس شق ہوا اور آپ مادّی جسم کے ساتھ مزار شریف سے باہر نکل کر چبوترے پر بیٹھ گئے اور قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

مرا زندہ پندار چوں خوشتن،
من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تجھ کو خدا تک پہونچا دیا۔ جس قدر لوگ موجود تھے سبھوں نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا(۲)

حضرت شیخ محبّ اللہ الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۵۸-۹۹۶ھ

آپ حضرت شیخ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے جلیل القدر خلیفہ تھے۔ خرقۂ خلافت پیران چشت پہننے کے بعد پیر کی اجازت سے اپنے وطن قصبہ صدر پور آئے کچھ روز قیام کرنے کے بعد حضرت مخدوم شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ ردولوی کے آستانے پر حاضر ہوئے اور مخدوم کی روحانیت سے فیض و بشارت پا کر الٰہ آباد روانہ ہوئے۔(۳) جہاں ایک زمانے تک ارشاد و تبلیغ کی محفلیں آراستہ کرنے کے بعد وصال فرمایا اور وہیں آرام فرما ہوئے۔

---

(۱) انوار العیون صفحہ ۸۱-۸۰۔ (۲) ضمیمہ انوار العیون صفحہ-۹۶۔ (۳) ہفت احکام صفحہ-۸۰۔

[۱] حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء در خلفاء میں بڑے بڑے جلیل القدر اولیاء اللہ ہوئے اور سب نے اپنے اپنے وقت میں حضور شیخ العالم کے آستانہ پر حاضر ہو کر چلہ کشی کی اور فیوض باطنی و بشارت عظمٰی سے مشرف ہوئے۔ ۱۲/احمد رضا مصباحی

آپ اپنے دور کے بے نظیر عالم و عامل تھے، شیخ عربی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور و معروف تصنیف ''فصوص الحکم'' کی کئی شرحیں لکھیں۔ داراشکوہ نے آپ سے علمی استفادہ کیا تھا۔ اس نے اٹھارہ تحریری سوالات کئے تھے۔ جن کے جوابات آپ نے ارسال فرمائے۔

حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی صابری رحمۃ اللہ علیہ مصنّف ''مرأۃ الاسرار'' ۱۰۶۵ھ

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی ساتویں پشت میں شیخ حمید وصال ۱۰۳۲ھ ابن شیخ قطب الدین ابن شیخ پیر اولیا ابن شیخ بدھ اولیا ابن شیخ محمد ابن شیخ عارف احمد ابن شیخ العالم احمد عبدالحق ردولوی۔ صاحب سجادہ کے مرید اور خلیفہ حضرت شاہ عبدالرحمٰن چشتی صابری تھے۔ آپ نے لکھا ہے کہ اس فقیر نے جب کہ حضرت کی وفات پر دوسو سال گذر چکے ہیں آپ کے فیض روحانیت سے تربیت حاصل کی اور جب کوئی صوری و معنوی تفرقہ پیش آتا ہے تو حضرت قبلہ گاہی کو بیداری کی حالت میں اپنی طرف متوجہ پاتا ہے، آپ کی ولایت اور کمالات کے تصرفات تقریر و تحریر سے باہر ہیں۔(۱)

ایک بار زیارت مزار کے لئے ردولی تشریف لائے۔ کئی دن طاعت و مشغولیت میں بسر کئے آخرش نماز تہجد کے بعد ''حق'' کی آواز سے مشرف ہوئے اور عالم معاملہ میں غایت لطف و کرم سے حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی خاص ٹوپی پہنائی اور حقیقت الحق کے نکتہ کا محرم بنایا۔ صبح کو شیخ حمید سجّادہ نے فرمایا کہ تم حق کی آواز سے مشرف ہوئے۔(۲)

حضرت شاہ عبدالرزاق شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانسہ شریف بارہ بنکی

وصال ۱۱۳۶ء

آپ کی ذات معدن صفات محتاج تعارف نہیں۔ سلسلۂ قادریہ کے مشہور عالم و درویش ہیں، آپ زیارت مزار کے لئے ردولی تشریف لائے درگاہ شریف کے مشرقی حجرہ میں چلّہ کشی کی اور مراقبہ کیا۔ عالم معاملہ میں حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سلسلۂ صابریہ چشتیہ میں

(۱) بزم صوفیہ صفحہ-۶۲۸- (۲) انوار العیون صفحہ-۸۷-

بیعت کیا اور اجازت بیعت عطا فرمائی۔

ایک شخص کو سلسلۂ صابریہ میں مرید کرنے کا واقعہ

اچھے خاندان کے ایک صاحبزادے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر بار بار عرض کرتے کہ مجھ کو سلسلۂ صابریہ میں مرید کر لیجئے۔ آپ یہی جواب دیتے کہ مجھ کو سلسلۂ صابریہ میں مرید کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ سلسلۂ قادریہ میں مرید کر سکتا ہوں۔ ایک دن حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ بہ نفس نفیس تشریف لائے اور سیّد صاحب کو مرید کر کے اجازت بیعت عطا فرمائی، صبح ہوئی تو حضرت سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان صاحبزادے کی تلاش میں نکلے۔ تلاش کر کے ان کو سلسلۂ صابریہ میں مرید کیا۔

سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کا تعلق حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ سے دیرینہ ہے۔ سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ برابر ردولی تشریف لاتے رہے۔ آپ کے ایک صاحبزادے جناب منگرے شاہ صاحب محلّہ صوفیانہ میں آرام فرما ہیں۔ ان کا مرقد بہت ہی اچھی حالت میں ہے۔

جناب مُلّا نظام الدین فرنگی محل لکھنؤ بانی درس نظامیہ حضرت سیّد صاحب کے مرید تھے، مولانا صبغۃ اللہ صاحب شہید انصاری فرماتے ہیں کہ علمائے فرنگی محل کو سربلندی و مرکزیت حضرت سیّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی سے حاصل ہوئی۔(۱)

مولانا شیخ عبدالرحمٰن لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۴۵ھ

آپ جیّد عالم اور صوفی تھے، شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ سے اعتقاد کا یہ عالم تھا کہ جھاڑو تک درگاہ بھجوا دیتے تھے۔ آپ بانسہ شریف سے ہوتے ہوئے ردولی آئے درگاہ شریف میں چھ مہینے مسلسل حاضری اور چالیس دن متواتر جھاڑو دی حضرت مخدوم کی روحانیت سے مستفیض ہوئے۔(۲)

آپ کے مرید مولوی نور اللہ نے ''انوار الرحمٰن'' میں آپ کے مفصّل حالات و واقعات اور

(۱) مناقب رزّاقیہ اُردو ترجمہ دیباچہ۔ (۲) انوار الرحمٰن صفحہ-۳۳-

ارشادات قلم بند کئے ہیں۔اس ملفوظ شریف کے صفحے ۲۷۵ تا ۲۷۹ پر آپ کے ایک اور مرید مرزا خدابخش خلف مرزا محی الدین بیگ قوم مغل ساکن قصبہ مہونہ کے عجیب وغریب واقعات تحریر کئے ہیں کہ کس طرح مرزا مذکور کو آپ نے درگاہ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ میں حاضری دینے، چلّہ کشی اور مراقبہ کرنے کا حکم دیا۔اور کس طرح ان کو بہ حالت بیداری حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی، اس وقت شاہ علی احمد رحمۃ اللہ علیہ سجادہ تھے مولوی نوراللہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ خدابخش کو آپ نے مہونہ میں قیام کرنے کا حکم دیا۔وہاں انہوں نے اسلام کی نمایاں خدمات انجام دیں اور وہیں ان کا انتقال ۱۲۵۴ھ میں ہوا ان کے جانشین ومتولی خانقاہ منشی دیپ چند ہوئے جن کا اسلامی نام شاہ محمد بخش تھا۔

مختصر روداد مرزا خدابخش مہونہ متعلقہ سرکار لکھنؤ

مرزا کے ماں باپ کا صغرسنی میں انتقال ہوگیا تھا۔ان کے ماموں مرزا عصمت اللہ بیگ نے اس کی پرورش کی۔ان کی سفارش پر چودھری سرفراز احمد ردولوی کو مولانا صاحب نے نوکری کے لئے خط لکھ دیا۔مرزا کو نوکری مل گئی۔ان کا آنا جانا حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں ہونے لگا۔طبیعت روحانیت کی طرف مائل ہوئی۔لکھنؤ آنے پر کئی بار کی گذارش کے بعد مولانا صاحب نے ان کو مرید کیا اور درگاہ شریف میں جھاڑو دینے کی ہدایت کی انہوں نے پہلا چلہ چودھری صاحب کی مسجد میں کھینچا۔دوسرا چلہ ان کے باغ میں شروع کیا۔۳۹ دن ہوئے تھے کہ رات میں روشنی ہوئی اور شور ہوا گویا کسی امیر جلیل القدر کی سواری گذر رہی ہو۔انہوں نے ایک شخص کو ہوا میں جلوس کے آگے آگے اڑتے دیکھا۔مرزا صاحب نے اس سے پوچھا یہ کس کی سواری ہے؟ جواب دیا حضرت مخدوم احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی اور تجھ کو حکم دیا ہے کہ درگاہ شریف میں حاضر ہو۔

مرزا درگاہ شریف میں حاضر ہوکر درگاہ شریف کے پوربی حجرے میں مراقب ہوئے۔ یکبارگی حجرہ منوّر ہوگیا۔ان پر خوف طاری ہوا۔روشنی سے ایک بزرگ ظاہر ہوئے اور ان سے

پوچھا کہ یہ روشنی کس طرف سے ظاہر ہوئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔سامنے اور داہنی طرف سے،فرمایا ''نورذات وروشنی جمالی است،اندیشہ مکن'' (فرمایا کہ نورذات ہے اور روشنی جمالی ہے ڈرنے کی بات نہیں) اور اگر یہ روشنی بائیں اور پشت کی طرف سے ظاہر ہوئی ہوتی تو بیشک خوف کی بات تھی۔''

مرزا مذکور لکھنؤ گئے اور مولانا صاحب سے ماجرا بیان کیا مولانا صاحب نے ہدایت کی کہ درگاہ میں پھر حاضر ہو،تیسرا چلّہ انہوں نے درگاہ شریف کی مسجد میں شروع کیا۔بیس دن گذرے تھے کہ تہجد کے وقت مراقبے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے ان کا شانہ ہلا کر کہا ''اذان کہو'' انہوں نے جواب دیا۔آپ بھی مسلمان ہیں،آپ ہی اذان کہہ دیجئے اتنے میں شاہ علی احمد سجّادہ نشین آگئے اور فرمایا خبردار! تم کو معلوم ہے کہ تم کس سے شرف گفتگو حاصل کررہے ہو؟ میں نے پوچھا کون ہیں؟ جواب دیا کہ ''حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ'' ہیں۔

فارسی عبارت

''شاہ علی احمد سجّادہ در آنجا رسیدہ فرمودند خبردار! باکدام کس کلام میکنی؟ پرسیدم کیست؟ فرمودند،حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ ہستند'' (۱)

مرزا خدابخش بدحواس ہوکر حضرت مخدوم کے قدموں پر گر پڑے۔حضرت مخدوم صاحب نے ان کی پشت پر دست حق پرست رکھ کر فرمایا خوف مت کرو اذان کہہ،حسب الحکم انہوں نے اذان کہی،حضرت مخدوم نے امامت فرمائی،وہ اور شاہ علی احمد سجّادہ نے نماز پڑھی بعد نماز حضرت مخدوم نے درگاہ کا رُخ کیا اور نظر سے اوجھل ہوگئے مگر ان کا چلّہ جاری رہا۔ایک دن وہ پائیں مزار شریف حوض کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ ظاہر ہوئے حوض سے ایک کٹورہ پانی بھر کر تھوڑا سا خود پیا اور بقیہ ان کو عطا فرمایا جس کے پینے سے قلب کا حال بیان سے باہر ہوگیا۔

نوٹ: بیشک خدابخش کا واقعہ حیرت انگیز ہے ان کا کوئی تعلق درگاہ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ

(۱) انوارالرحمٰن صفحہ-۲۷۹۔

سے نہیں تھا۔ وہ ایک اجنبی تھے حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے تصرفات کی مثالیں ہر زمانے میں ملتی ہیں، جو آپ کے مرتبے سے واقف نہیں ان کو تعجب ہو سکتا ہے، واقف کار کے لئے کوئی نئی بات نہیں۔

واقعہ حضرت شیخ محبّ الدین مکّی

شاہ حیات احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ حضرت صاحب توشہ قدس اللہ سرہٗ کے مشہور سجّادہ نشین تھے۔ ان کا عہد سجّادگی ۱۹۰۸ء سے شروع ہو کر ۱۹۶۴ء تک رہا ان کے ابتدائی دور میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صابری چشتی کے ایک برگزیدہ خلیفہ حضرت شیخ محبّ الدین مکّی دیارِ حجاز سے تشریف لائے اور خانقاہ شریف کی چھت سے ملحق کمرے میں ٹھہرے۔ ساتھ میں اس وقت کے صوفی حضرت سید بخاری چھم چھم گلی آگرہ کے رہنے والے تھے تصوّف میں ایک ایسا مقام آیا یا ایسا عقدۂ لاینحل پیش آیا۔ جس کو حل کرنے کے لئے اُن کو ہدایت کی گئی کہ وہ ردولی جائیں۔ چند روز ان کا قیام رہا۔ آخرش صاحب توشہ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ سے وہ مسئلہ حل ہو گیا۔ یہ واقعہ جناب چودھری محمد سمیع ابن چودھری محمد بشیر صاحب ساکن محلّہ خواجہ حال قصبہ ردولی نے راقم الحروف سے بیان فرمایا۔

اس ضمن میں اربابِ علم و دانش کا کہنا تھا کہ درویشی کے بعض مقامات ایسے ہیں جن کو سر کرنے کی کنجی حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہے۔

مرحوم شاہ صاحب پشاوری کا واقعہ

مرحوم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ احمد الفاروقی سرہند شریف کے سلسلے کے تھے۔ ان کا معاملہ الجھ گیا۔ سلجھانے کی ہزار کوشش کی مگر بے سود، ان کو ہدایت ہوئی کہ ردولی شریف میں یہ مسئلہ حل ہوگا۔ وہ بہرائچ آئے جہاں ان کے کافی مرید تھے۔ وہ اپنے ایک مرید کو لے کر ردولی آئے ان کا ارادہ کئی دن ٹھہرنے کا تھا۔ شاہ حیات احمد صاحب سجّادہ کے مہمان ہوئے دوسرے دن مرید سے فرمایا کہ واپس چلو، مرید نے عرض کیا آپ تو کئی دن قیام کی غرض سے آئے تھے

انہوں نے فرمایا کہ مسئلہ اتنا پیچیدہ تھا کہ سلجھنے کے لئے کئی روز کی مدت درکار تھی مگر آستانۂ عالیہ پر صرف پندرہ منٹ میں حل ہو گیا۔

نوٹ: یہ واقعہ راقم الحروف جناب انوار اللہ صدیقی علیگ ابن نعمت اللہ صدیقی ساکن محلّہ قاضی کا پورہ بہرائچ نے بیان کیا۔ ان کی والدہ بٹن بی بی مرحوم شاہ صاحب کی مریدہ تھیں اور وہ خود بھی سلسلۂ مجدّدیہ سے منسلک تھے۔ وہ راقم الحروف کے بہنوئی تھے۔ درگاہ شریف میں ان کی حاضری ہوتی تھی، مرحوم شاہ عموماً ان کے یہاں ٹھہرتے تھے۔

جناب ریاض احمد خاں فخری الٰہ آبادی کا واقعہ

حضرت شاہ آفاق احمد احمدی سجّادہ وصال ۱۹۸۰ء کا دور تھا۔ ۱۳۹۸ھ کے عرس شریف میں مجھ سے خانقاہ شریف سے ملحق نشست گاہ کے ہال میں سن دراز بزرگ جناب ریاض احمد خاں فخری سے ملاقات ہوئی۔ دورانِ گفتگو نہ جانے ان کے دل میں کیا آیا کہ انہوں نے عرس شریف میں حاضری کا راز بیان فرمایا کہ وہ سترہ سال بعد حاضر ہوئے تھے۔ کہنے لگے کہ ان کے پیر کا وصال ہوا تو ان کی روحانی تعلیم نامکمل رہی، برسوں درگاہوں کی خاک چھانتے رہے مگر کوئی پیش رفت نہ ہوئی۔ اب کے حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے یاد فرمایا کہ میرے عرس میں حاضر ہو تمہاری تعلیم مکمل ہو جائے گی۔ یہ گفتگو ۱۴؍جمادی الثانی کی صبح کو ہوئی۔ مجھ کو یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ سے دوران عرس کسی کو کچھ ملتا ہے تو ۱۴؍اور ۱۵؍جمادی الثانی کی درمیانی شب میں یا غسل کے وقت، میں نے دوسرے دن ان سے پوچھا کہ آپ کی تعلیم کا کیا ہوا؟ میرے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ کے صدقے میں تعلیم مکمل ہو گئی۔ انہوں نے مجھ کو درود شریف بتایا وہ درود شریف یہ ہے۔

"صلی اللہ علیک یا سیدنا محمد ﷺ قد اقط هی لتی فادر کنی یا رسول اللہ"

نوٹ: خط کشیدہ الفاظ میری سمجھ میں نہیں آئے۔ میں نے عمِ محترم حضرت شاہ آفاق احمد

احمدی رحمۃ اللہ علیہ سے واقعہ بیان کر کے درود شریف سنایا۔انہوں نے فرمایا کہ یہ الفاظ میری بھی سمجھ میں نہیں آئے ہوسکتا ہے مجھ سے لکھنے میں غلطی ہوگئی ہو۔

انہوں نے نماز پڑھنے کی تلقین کی اور کہا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے۔نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نماز میں مستقل ہوں، الحمد للہ انہوں نے دعائیں دیتے ہوئے کہا کہ آپ کا قلب بہت ہی پاکیزہ اور روشن ہے۔

حضرت سیّد حاجی وارث علی شاہ صاحب دیوہ شریف

بارہ بنکی، وصال ۱۹۰۵ء

آپ کی شہرت بین الاقوامی ہوچکی ہے۔تعارف تحریر سے مستغنی ہے ردولی میں آپ کا قیام کئی روز تک رہتا تھا۔عرس مخدوم رحمۃ اللہ علیہ میں شرکت فرماتے تھے اور شاہ التفات احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین وصال ۱۹۰۸ء سے خاص مودّت رکھتے تھے۔

واقعہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۳۲ھ تا ۱۳۱۷ھ

جناب شاہ معین الدین احمد ندوی مدیر ''معارف'' اور ناظم دار المصنّفین اعظم گڑھ نے مجھ سے بیان کیا کہ آپ کے نانا جناب شاہ شرف الدین احمد ردولوی عالم تھے۔ وہ حج کے لئے گئے۔ وہاں ان کی ملاقات جناب حاجی صاحب سے ہوئی۔ کئی باران سے مرید ہونے کی گذارش کی۔ مگر ہر بار انہوں نے اعراض فرمایا اور حج کا زمانہ ختم ہوگیا۔ واپسی کی تیاری ہونے لگی۔ دیکھتے کیا ہیں کہ بے شان وگمان حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ان کو مرید کر کے اجازت بھی عطا فرمائی اور ارشاد کیا ''چونکہ آپ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندوں میں سے ہیں۔ اس لئے آپ کو ان کی اجازت کے بغیر مرید نہیں کرسکتا تھا۔ پہلے مجھ کو اجازت نہیں ملی تھی۔ اب مرحمت ہوئی ہے۔''

حضرت قطب علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنارسی

آپ کی وفات ردولی میں ۱۹۰۱ء میں ہوئی۔ جسد خاکی مریدان باصفا بنارس لے گئے

جہاں عرس ہر سال تزک واحتشام کے ساتھ ہوتا ہے۔اس وقت ان کے صاحب سجّادہ جناب شاہ مصطفٰی احمد صاحب ہیں۔سجّادہ موصوف حضرت شاہ آفاق احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ سے خاص لگاؤ رکھتے ہیں۔(وصال ۱۹۷۸ء میں ہوگیا۔

جناب قطب علی شاہ صاحب نے ایک دراز مدّت تک خانقاہ و درگاہ کے حجرے میں ریاضت ومجاہدہ کیا۔حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی موجودہ سنگ مرمر کی تعویذ اور چھت گیری آپ نے اپنے ایک معتقد کے ذریعے نصب کروائی تھی۔خانقاہ سے ملا ہوا کنواں بھی آپ ہی کا رہین منّت ہے۔آپ کی آرزو تھی کہ ردولی میں دفن ہوں، مریدوں کی تعداد کثیر ہے۔شاہ التفات احمد سجادہ نشین سے بڑے تعلقات تھے۔

مزید حالات

آپ کا سلسلۂ طریقت حضرت شاہ ابو المعالی چشتی صابری انبیٹھوی سہارنپوری وصال ۱۱۱۶ھ'' اور حضرت میراں بھیک رحمۃ اللہ علیہ چشتی صابری قصبہ کھہرام۔ وصال ۱۱۳۱ھ''۔سے ہے۔سیّد صابر علی شاہ بنارسی کے مرید وخلیفہ تھے وطن موضع ننداؤں ضلع اعظم گڑھ۔تھا۔والد کا نام پیر بخش ہے۔

صاحب سوز وعشق وتاثیر تھے، ہزاروں افراد کو سلسلۂ صابریہ میں مرید کیا۔عرس شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ میں مریدوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ شریک ہوتے، مریدوں کو خاص ہدایت ہوتی کہ کسی حالت میں شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا توشہ فراموش نہ کریں۔عرس شریف کے لنگر کے لئے مریدوں سے غلّہ وغیرہ لیکر اور جو کچھ ان کے پاس ہوتا صاحب سجّادہ کو دیدیتے۔صاحب اولاد تھے شجرۂ سجّادگی حسب ذیل ہے:

حضرت حاجی قطب علی شاہ صاحب بنارسی رحمۃ اللہ علیہ

" شاہ سلیم اللہ رحمۃ اللہ علیہ

" " محمد یحیٰی رحمۃ اللہ علیہ

// // مصطفیٰ احمد رحمۃ اللہ علیہ

// // فیض الاسلام موجودہ دستار سجّادگی بدست شاہ آفاق احمد رحمۃ اللہ علیہ

۱-نوٹ: درگاہ شریف بمقام ''لنگر'' محلّہ دوسی پورہ بنارس میں ہے ۲۵/۲۶/اور ۲۷/رجب عرس کی تاریخیں ہیں۔

۲-نوٹ: شاہ مصطفیٰ احمد صاحب منکسر المزاج، بے نفس اور صاحب دل تھے۔ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خاندان کے شیدائی تھے۔ ان کی وفات پر ایک یادگار دور ختم ہوگیا۔

حضرت عبداللطیف شاہ صاحب ستھن شریف (ضلع سلطانپور)

آپ کس خاندان اور کہاں کے رہنے والے تھے کسی کو معلوم نہ ہوسکا مشہور یہی ہے کہ مغل تاجداروں کے خاندان کے فرد تھے۔ ردولی کے محلّہ ملک زادہ میں قیام کرتے تھے۔ درگاہ شریف کے حاضر باش تھے۔ آپ کی تمنّا تھی کہ ردولی کے کسی گوشے میں دفن کردیا جائے حالانکہ آپ کا یہیں وصال ہوا مگر نعش مبارک مریدین ستھن شریف لے گئے جہاں سالانہ عرس اہتمام کے ساتھ ہوتا ہے۔ انتقال کو پچاس سال ہوئے۔ آپ کو مسجدیں بنوانے کا بڑا ذوق تھا۔ ردولی کی کئی مسجدیں آپ کی بنوائی ہوئی ہیں آپ نے اجودھیا میں بھی خدمات کی ہیں۔

حضرت عبدالسلام نیازی بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ نیاز احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۵۰ھ کے سجّادہ نشین حضرت شاہ نظام الدین صاحب کے مشہور مرید ہیں۔ چند سال ہوئے آپ کا وصال دہلی میں ہوا۔ کہا جاتا ہے کہ ڈاکٹر راجندر پرشاد صاحب سابق صدر جمہوریۂ ہند آپ سے ملاقات کرتے تھے۔

آپ جیّد عالم تھے۔ فلسفہ، ریاضی اور الٰہیت میں خاص عبور تھا۔ مسئلہ وحدت الوجود پر عالمانہ گفتگو کرتے۔ برسہابرس عرس شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ میں شرکت فرماتے رہے۔ ردولی میں کئی دن قیام رہتا۔ کمال احتیاط یہ تھا کہ درگاہ کے گرد ونواح میں حاجت روائی کے لئے نہیں جاتے تھے۔ حضرت مخدوم کی ولایت کے بے حد قائل تھے۔ حضرت شاہ حیات احمد احمدی سجّادہ

نشین سے محبت اور ان کی عزت کرتے تھے، کئی واقعات آپ سے منسوب ہیں۔

تقسیم ہند کے موقع پر شرنارتھی (پناہ گزیں) دہلی آئے۔ جس کا مکان پایا لے لیا۔ ان کو معلوم ہوا کہ مولانا کوٹھے پر رہتے ہیں۔ تین چار شرنارتھی لوٹ مار کی غرض سے کوٹھے پر چڑھ آئے۔ مولانا نے پوچھا کون؟ اس ''کون'' کے لفظ سے اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ الٹے پاؤں واپس چلے گئے ان کے بعد چند سکھ آئے تو مولانا نے کہا جس کام سے آئے ہو کام کرو اور واپس جاؤ۔ ان پر اتنا خوف طاری ہوا کہ فوراً لوٹ گئے۔

مولانا خوددار تھے۔ نظام حیدرآباد دکن نے اپنے ایک مشیر کو مولانا کے پاس بھیجا کہ ان کو حیدرآباد آنے کے لئے راغب کریں مگر مولانا نے انکار کردیا۔ آخری دور میں ان کا مزاج گرم ہوگیا تھا۔ بات کرتے کرتے آواز میں شدّت پیدا ہوجاتی تھی۔

حضرت مولانا شیخ ولایت حسین الفاروقی الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ محمد حسین الفاروقی ابن شاہ تفضّل حسین الٰہ آبادی کے فرزند تھے جو حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکّی کے صاحب علم وفضل خلیفہ تھے۔ ان کا وصال حضرت خواجہ اجمیری کے عرس میں دوران سماع حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر پر۔

گفت قدوسِ فقیرے در فنا و در بقا
خود بخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

بتاریخ ۱۹/ستمبر ۱۹۰۴ء المطابق ۸/رجب ۱۳۲۲ھ ہوا۔

شیخ ولایت حسین رحمۃ اللہ علیہ ان کے جانشین ہوئے۔ موصوف جامع الصّفات بزرگ تھے۔ عالم و عامل تو تھے ہی مگر دست غیب کے حاصل ہونے کی صفت بھی مشہور ہے جس کے معترف اور راوی مولانا متین میاں فرنگی محلی ابن جناب مولانا قطب میاں صاحب ہیں۔ عرس شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ احترام وادب مخدومی میں کمال احتیاط برتتے، فرماتے تھے کہ جس کو دین ودنیا لینا ہو وہ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حاضری دے۔ مولانا محمد میاں الفاروقی

کے مطابق ان کے والد حضرت شیخ ولایت حسین اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کا پکّا عقیدہ تھا کہ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں دونوں جہان کی نعمتیں ملتی ہیں۔ ایک مرتبہ الہ آباد میں شیعہ سنّی تنازعہ کھڑا ہوا۔ شیخ ولایت حسین اس میں ملوث ہوگئے۔ عدالتی کارروائی کی نوبت آگئی مولانا صاحب نے بوریہ بستر باندھا اور شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حاضر ہوگئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام معاملات بہ حسن وخوبی طے ہوگئے اور ان کی قدر ومنزلت میں بھی اضافہ ہوا ان کا وصال ۱۳ر ذیقعدہ ۱۹۳۸ء میں ہوا۔ آبائی مکان کے بیرونی حصے میں آرام فرما ہوئے۔

حضرت مولانا شیخ احمد میاں الفاروقی ۱۹۰۶ء تا ۱۹۸۵ء

حضرت شیخ ولایت حسین رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اُن کے چھوٹے صاحبزادے جناب شیخ احمد میاں الفاروقی ہوئے۔ آباء واجداد کی پاکیزہ روایات کا حق ادا کردیا۔ اس دور کے سالک تھے، عجز وانکسار فطرت، سادگی جوہر، قناعت طرّہ دستار اور تقویٰ لباس تھا۔ حسب ونسب وعلمیت کے درجہ پر فائز ہونے نیز وسیع حلقۂ مریدان با اثر رکھنے کے باوجود اس چودھویں صدی ہجری کے دور خودی وپندار میں ''لا'' یعنی نفی نفس کی علامت تھے۔ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہے جن سے سلسلۂ صابریہ کا وقار قائم ہے۔ لوگ سوال کرتے ہیں کہ اب پہلے جیسے صوفی کہاں ہیں؟ تو میں ان کو جواب دیتا ہوں ''کیا آپ مولانا احمد میاں رحمۃ اللہ علیہ سے ملے ہیں؟'' اعلیٰ شخصیت جب ہمارے درمیان سے اٹھ جاتی ہے تب ہماری آنکھیں کھلتی ہیں۔ احمد میاں سے جو حضرات ملے ہیں، گفتگو کی ہے اور خدمت میں رہے ہیں۔ بے شک وہ خوش نصیب لوگ ہیں۔

مولانا صاحب کی تعلیم مدرسۂ نظامیہ فرنگی محل لکھنؤ میں ہوئی اور سند حاصل کی۔ مولانا عبد القادر، مولانا عبدالباری اور مولانا صبغۃ اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین آپ کے اساتذہ تھے۔

آپ کی دو صاحبزادیاں بی بی رابعہ اور بی بی فاطمہ ہیں، لڑکا کوئی نہیں بی بی رابعہ کی شادی شاہ تمیم احمد مرحوم فرزند اکبر شاہ آفاق احمد سے ہوئی جن سے چار صاحبزادے ہیں، بڑے صاحبزادہ شاہ عمار احمد احمدی نیّر میاں اس وقت حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب سجّادہ ہیں۔

حضرت حکیم سید سکندر شاہ صاحب کانپوری

آپ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے شیدائی تھے، عرس مبارک میں مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ شرکت فرماتے، محفل سماع میں کسی شعر پر صاحب سجادہ کو نذر دینے اٹھتے تو ساتھ میں پوری جماعت اٹھتی، صوفیانہ ادب واحترام کا نمونہ تھے، کتابی چہرہ، دراز قد، گندمی رنگ تھا۔ لمبا کرتا، شرعی پائجامہ پہنتے اور دراز صافا باندھتے تھے۔

آپ حضرت سیّد مولانا محمد عبدالحیٔ المعروف فخر العارفین قدس اللہ سرہٗ مرزا کھیل شریف چٹگام بنگلہ دیش کے مرید ہیں۔ سیرت فخر العارفین کے عنوان سے حضرت فخر العارفین کے ملفوظات وارشادات قلمبند فرمائے ہیں۔ انگیریزی میں لائٹ آف دی ورلڈ کے عنوان سے حضرت فخر العارفین کے ارشادات کا ترجمہ کرایا تھا۔ ایک جلد ناچیز کو بھی عطا کی تھی مگر وہ ادھر سے اُدھر ہوگئی۔ ان رسالوں میں پاک اور ناپاک فقیری کی تمیز بیان کی گئی ہے۔ اس مضمون پر یہ پہلی کتاب ہے۔ قرآن مجید، حدیث شریف اور اقوال صوفیاء کرام کی سند پر ولایت معنوی اور قوت مؤثرہ کے عجیب وغریب اسرار بیان فرمائے ہیں یہ معلوم کرنا کہ کسی شخص کے چہرے پر نور پاک فقیری کے سبب سے ہے یا ناپاک فقیری سے، بے حد دشوار ہے، پیمانہ صرف یہ ہے کہ اس شخص کا کردار اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہے یا نہیں۔

راقم الحروف نے بی، اے۔ کا امتحان ۱۹۵۳ء میں پرائیویٹ امیدوار کی حیثیت سے کانپور میں دیا تھا، دادا حضرت شاہ حیات احمد سجّادہ نشین نے حکیم صاحب کے نام خط دیدیا تھا۔ نئی سڑک پر مکان تھا میں ان کے یہاں کئی دن رہا۔ حکیم صاحب نے ادب واحترام اور خاطر ومدارات کی حد ختم کردی۔ بعض وقت ناچیز کو بیحد شرمندگی ہوتی۔ ایک بار محفل سماع منعقد کرائی اور اپنی نوزائیدہ پوتی کا نام مجھ سے رکھوایا۔

اوپر کمرہ تھا اس کے نیچے مطب تھا صبح وشام مریضوں کا تانتا بندھا رہتا، حاذق حکیم تھے، صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، صوفی تھے، ان کے اخلاص واخلاق کی کیا تعریف بیان کی جائے ان کا کوئی قدم شریعت مطہّرہ کے خلاف نہ اٹھتا۔

آپ صاحب اولاد تھے۔ بڑے صاحبزادے جناب سیّد میاں صاحب جانشین ہیں۔ آپ کا وصال کانپور میں ۱۹۵۸ء میں ہوا۔ اور وہیں مدفون ہوئے۔ اللہ تعالیٰ حکیم صاحب کے درجات میں اضافہ فرمائے آمین۔

جناب سیّد میاں صاحب نے مجھ سے بتلایا تھا کہ حضرت فخر العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت ہے کہ ان کے صوبۂ اودھ یا اس کے اطراف کے مریدین ان کی درگاہ میں حاضر نہ ہوسکیں تو وہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں حاضر ہوجائیں اور نذر صاحب سجّادہ کو پیش کردیں تو ان کی حاضری وہاں کی مان لی جائے گی اور نذر قبول کرلی جائے گی۔ یعنی یہاں کی حاضری درگاہ حضرت فخر العارفین کی حاضری کے مترادف ہوگی۔

نوٹ:

مذکورہ بزرگوں کے مختصر حالات جو بیان کئے گئے اس سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ حضرات بارگاہ حضرت شیخ العالم کے خوشہ چین اور آپ کی اولاد سے بے حد محبت کرنے والے تھے اور حضرت شیخ العالم وآپ کے سجادوں کے فضل وکمال کا حد درجہ معترف تھے۔ ۱۲ احمد رضا مصباحی

۷۸۶

حق حق حق

توشہ شریف

۷۸۶

حق حق حق

توشہ

کہا جاتا ہے کہ مزار مبارک حضرت علاء الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ بانی سلسلہ عالیہ صابریہ ایک زمانے تک خلق سے روپوش رہا، حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ مزار مبارک پر حاضر ہوئے اور خانقاہ صابریہ آباد کی اس حاضری میں درگاہ صابر پاک سے آپ کو دو چیزیں عطا ہوئیں۔ ایک توشہ اور دوسری جلال و جمال کی شخصیّت۔

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی بار دربار کبیر الاولیاء پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ میں حاضر ہوئے تو دسترخوان پر ممنوعہ اشیاء دیکھ کر برگشتہ خاطر ہوئے اور اٹھ کر چلے گئے، جب بار دگر پیرومرشد کی خدمت میں واپس آئے تو پیرومرشد نے ''نان وحلوہ'' عطا کیا۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا توشہ یا تو پکائی ہوئی روٹیاں جس کی تفصیل آگے آئے گی یا حلوائے تر پر مشتمل ہوتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے بموجب ''توشہ'' انوار العیون صفحہ-۸۲

قطب بندگی نے لکھا ہے کہ شیخ بختیار جونپوری رحمۃ اللہ علیہ مرید حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ بہ سلسلۂ تجارت باہر جایا کرتے تھے ان کی بیوی کو جب ان کی خیریت نہ معلوم ہوتی تو وہ ایک سیر روٹی پکا کر اس میں ایک دانگ گھی اور ایک دانگ شکر ڈال کر لاتیں اور شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھتیں اور اپنے شوہر کا حال پوچھتیں، آپ حال بتاتے۔ اس روٹی کا نام حضرت شیخ

العالم رحمۃ اللہ علیہ نے ''توشہ'' رکھا تھا۔

توشہ بحوالہ ''سیر الاقطاب'' صفحہ-۲۲۲

حضرت شیخ الہدیہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق توشہ گیہوں کی روٹی گھی اور شکر سے عبارت ہے اس کے پکانے کا طریقہ یہ ہے کہ پاک وصاف ہو کر ایک سیر اور پاؤ بھر گیہوں کے آٹے کی روٹیاں پاک وصاف جگہ پکائی جائیں۔ ان پر گھی پاؤ بھر اوپر سے چرب کیا جائے اور پھر اس پر پاؤ بھر شکر چھڑکی جائے اور شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی روح پاک پر فاتحہ کا ثواب بخشا جائے، اس کے علاوہ حلوائے تر بنا کر بھی حضرت کی روح کو ثواب بخشا جا سکتا ہے جو نہایت مجرّب ہے۔

توشہ کی برکت

قطب بندگی نے فرمایا ہے کہ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا توشہ گرفتاران بلا اور مصیبت زدگان ابتلا کی نجات دلانے میں مشہور ہے۔ ہر مشکل و پریشانی اور ضرورت کے لئے توشہ دیا جاتا ہے اور بلاشک وشبہ مشکل و پریشانی دور ہو جاتی ہے۔

توشہ کی نیّت

توشہ کے لئے کم از کم صدق دل سے نیت کرنا ضروری ہے۔ بہتر یہ ہے کہ حصول مقصد سے پیشتر توشہ دیا جائے۔ اگر حصول مقصد کے بعد توشہ نہ دیا گیا تو انسان بڑی بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جائے گا۔ آپ کا توشہ حلّ مشکلات میں تیر بہ ہدف ہے اور تریاق اکبر کا حکم رکھتا ہے۔ (۱) مزید حیات اور ترقی درجات کا باعث ہوتا ہے۔ (۲)

صاحب سیر الاقطاب کے بموجب کوئی بھی شخص روئے اعتقاد اور خلوص نیت کے ساتھ کسی مہم، کسی تمنا کسی مشکل اور پریشانی کے لئے توشہ نذر کر سکتا ہے۔ توشۂ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ تمام ہندوستان میں مشہور ہے۔ (۳)

(۱) انوار العیون صفحہ-۸۲۔ (۲) مکتوبات قدوسیہ (۳) سیر الاقطاب صفحہ-۲۲۱-۲۲۲

توشہ کی تقسیم

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ توشہ اپنی خانقاہ کے مریدوں کے علاوہ کسی کو نہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو شخص میری اجازت کے بغیر توشہ کھاتا ہے وہ اپنی جان سے سیر ہو گیا ہے۔ لیکن حضرت شیخ عارف احمد رحمۃ اللہ علیہ (آپ کے فرزند و جانشین) نے یہ اجازت دے دی تھی کہ توشہ اگر صاحب سجّادہ یا اولادِ شیخ یا درگاہ شیخ میں نہ پہونچا سکے تو حضرت کے مریدوں تک پہونچا دے یا کسی عابد متقی کو کھلا دے، اگر یہ بھی نہ کر سکے تو توشہ کی قیمت صاحب سجّادہ کے پاس بھیج دے تو بھی اس کی آرزو پوری ہو جائے گی اور مقصد حاصل ہو جائے گا۔(۱)

واضح ہو کہ اس شخص کو ہرگز توشہ نہ تقسیم کرنا اور نہ دینا چاہئے جو حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ سے راست عقیدہ نہ رکھتا ہو۔

مرأۃ الاسرار کے بموجب توشہ

شیخ عبدالرحمٰن چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جب شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ نے چھ مہینے کا اجودھیا میں چلّہ کیا تو اختتام میعاد پر قبر خود بخود شق ہوگئی۔ معتقدین نے آپ کی خدمت میں پکی ہوئی روٹی جن پر گھی اور شکر چھڑکی ہوئی تھی پیش کیا آپ نے قدرے چکھا اور حاضرین میں تقسیم فرما دیا۔

توشہ کی ماہیت

توشہ کی ماہیت کیا ہے اور حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا توشہ سے مقصد کیا تھا؟ اس پر جملہ اہل نظر خاموش ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کوئی وضاحت نہیں کی صرف اتنا اشارہ کیا کہ مزید حیات اور ترقی درجات کا باعث ہوتا ہے۔

نام مبارک کا وظیفہ

آپ کے نام مبارک کا وظیفہ بھی پریشانیوں سے نجات کا سبب ہوتا ہے طریقہ یہ ہے کہ وضو

(۱) انوار العیون صفحہ-۸۲-۸۳۔

کر کے ایک مقرّرہ وقت پر تین سو ساٹھ بار ''اغثنی وامددنی یا شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ'' کم از کم ایک ہفتہ پڑھی جائے۔

عبارت

چنانچہ تسبیح نام مبارکش کہ ہر روز سہ صد و شصت مرتبہ باوضو در یک جلسہ بگوینده بدیں طریق ''اغثنی وامددنی یا شیخ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ'' یک ہفتہ نمی کند کہ کارش بانصرام برسد نہایت مجرّب است (سیر الاقطاب صفحہ-۲۲۲)

جاروب کشی

حضرت شیخ العام رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں جھاڑو دینا بھی درجات میں اضافہ کا سبب ہوتا ہے اور دل کی کدورت کو دور کرتا ہے اہل حق نے جاروب کشی کی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ بات مرغوب خاطر ہوتی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی نے برسوں درگاہ و خانقاہ میں جھاڑو دی ہے شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی اور ان کے مرید مرزا خدا بخش نے زیارت مزار کے زمانے میں جاروب کشی کی ہے۔(۱)

ریگ مزار اور حوض کا پانی

پائیں مزار مبارک ایک چھوٹا سا حوض اس سے غیر معمولی واقعات وابستہ ہیں حضرت شیخ محبّ اللہ الٰہ آبادی نے ''مونس العارفین'' میں تحریر کیا ہے کہ ایک مہاجن شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا نہایت معتقد تھا اور روزانہ درگاہ میں حاضری دیتا تھا۔ جب اس کا آخر وقت آپہونچا تو پیاس کا غلبہ ہوا۔ ہر چند اس کے رشتہ داروں نے جتن کئے مگر تشنگی دور نہ ہوئی، اس مہاجن نے ان سے کہا کہ مجھ کو درگاہ کے حوض کا پانی لا کر پلاؤ، پانی پینے کے ساتھ ہی کلمہ طیبہ پڑھا اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی، مرزا خدا بخش کو شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا دیدار اسی حوض کے پاس ہوا تھا۔ حضرت شیخ

(۱) انوار الرحمٰن صفحہ-۳۳/۲۷۷۔

عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ گنگوہی قدس اللہ سرہٗ کا واقعہ لکھا جا چکا ہے۔

چراغ

درگاہ شریف کے اتری دیوار میں کڑوے تیل کے دو چراغ روشن ہوتے ہیں ان کی کالک میں تاثیر ہے۔ آنکھوں کی بصارت اور بصیرت کے لئے بہت ہی نافع ہے، سُننے میں یہ بھی آیا ہے کہ ناسور ٹھیک ہو گئے ہیں۔

۷۸۶

حق حق حق

درگاہ شریف

حضرت صاحب توشہ ردولوی رحمۃ اللہ علیہ

٧٨٦

حق حق حق

محل وقوع

درگاہ شریف سڑک کے کنارے محلّہ مخدوم زادہ میں ہے۔ بموجب واجب الارض ۱۸۶۵ء قصبہ ردولی اس کا خسرہ آبادی نمبر ۲۴۰۲ ہے۔ ردولی اسٹیشن سے اس کا فاصلہ تقریباً ۲ میل اور چنگی سڑک (بھلسر کے چوراہے سے) تقریباً ۳ میل جنوب میں ہے۔ آمدورفت کی آسانی ہے۔

چوحدّی درج ذیل ہے۔

اُتّر : سڑک اور مسجد

دکھّن : خانقاہ شریف اور مکان حضرت شاہ آفاق احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ

پورب : چھوٹا روضہ

پچھّم : پتلی سی گلی، چھوٹا گھر اور مکان حضرت شاہ آفاق احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ

درگاہ کا رقبہ بہت ہی مختصر ہے۔

پکڑیا کا درخت

درگاہ کھلی ہوئی ہے۔ مزار مبارک کے دکھن میں ایک پکڑیا کا درخت حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے چلا آرہا تھا۔ ۱۹۶۳ء میں گر گیا۔ اس کی جگہ پر پکڑیا کی شاخ حضرت شاہ حیات احمد احمدی کی اجازت سے نصب کر دی گئی جو اب ایک درخت بن چکی ہے۔

خطیرہ (کٹہرا)

موجودہ خطیرہ پیتل کا ہے اس کی تعمیر جناب مطلوب شاہ صاحب پانی پتی کے ایک معتقد چاچا سیٹھ بمبئی والے نے تقریباً ۴۵ سال ہوئے کرائی تھی قدیمی جنگلہ حضرت شیخ پیارے صاحب ردولوی کے مزار پر رکھوا دیا گیا تھا۔ ۱۹۸۷ء میں اتار کر اس کی جگہ چہار دیواری اور چھت پختہ

بنوائی گئی ہے حضرت شیخ العالم کے روضے کی چھت مثلّث نما ٹینوں کی ہے اور رنگ ہرا ہے۔

اس کے اندر سنگ مرمر کی تین قبریں ہیں، بیچ کی نمایاں قبر حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ اس کے مغرب میں آپ کے فرزند و جانشین حضرت شیخ عارف احمد رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور پورب میں حضرت مخدوم رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ کی قبر ہے۔ خطیرہ کے باہر مغرب میں حضرت شیخ محمد فرزند و جانشین حضرت شیخ عارف احمد رحمۃ اللہ علیہ کی سنگ مرمر کی قبر ہے۔

مزار مبارک

مزار مبارک خام ہے اس کے اوپر موجودہ سنگ مرمر کی تعویذ حضرت قطب علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بنارسی نے شاہ التفات احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے ایک معتقد کے ذریعے ۱۲۹۰ھ میں بنوائی تھی، محرابیں، چھت گیری اور ستون سب سنگ مرمر کے ہیں۔ سنگ مرمر سے پہلے تعویذ سنگ سرخ کی تھی، موجودہ تعویذ کی تاریخ درگاہ کی شمالی دیوار میں نصب سنگ مرمر پر کندہ ہے۔

آب زر کا صیقل

ستونوں اور محرابوں پر سونے کا پانی جناب چودھری منیر احمد صدیقی ولد بشیر احمد ساکن قصبہ ردولی نے چڑھایا تھا۔

دیگر مزارات

حضرت شاہ حیات احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین المتوفی ۱۹۶۴ء کی قبر حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ٹھیک پیتانے ہے۔ اور اس کے ٹھیک مغرب میں ان کے والد حضرت شاہ التفات احمد احمدی سجّادہ نشین المتوفی ۱۹۰۸ء کی قبر ہے اور اس کے مغرب میں ان کے آباء کے مزارات ہیں۔ آخر میں مغربی دیوار سے ملی ہوئی بی بی شفیق النساء شریک حیات حضرت شاہ حیات احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر ہے۔ ان کی وفات ۶ / اگست ۱۹۶۸ء میں ہوئی تھی۔ حضرت شاہ آفاق احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۹۸۰ء کی قبر حضرت شیخ محمد کے شمال میں اور ان کے مغرب میں ان کے

فرزند شاہ تمیم احمد المتوفی ۱۹۷۹ء اور بعد ازاں ان کے بھائی حضرت شاہ وسیم احمد احمدی ابن حضرت حیات احمد احمدی المتوفی ۱۹۷۴ء کی قبر ہے۔

نوٹ: درگاہ شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ میں ساری قبریں حضرت شاہ آفاق احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ اوران کے آباء واہل خاندان ہی کی ہیں۔

گائے کی قبر

روایت ہے کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ گائے پالے ہوئے تھے۔جس سے واقعہ منسوب ہے اس کی بھی قبر بنی ہوئی ہے اس کے پیتانے سیاہ رنگ کے پتھر کا کھونٹا گڑا ہوا ہے۔

پوربی کوٹھری

پورب جانب ایک پرانی کوٹھری ہے۔بعض فقراء نے اس میں چلّہ کشی کی ہے۔حضرت شیخ محبّ اللہ الٰہ آبادی، حضرت سیّد عبدالرزّاق شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانسہ شریف بارہ بنکی اور دیگر حضرات مشغولیت کے دوران اس میں حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے فیض روحانی سے مستفیض ہوئے ہیں۔

جنوبی حجرے

جنوب میں تین حجرے حضرت شاہ حیات احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ کے تعمیر کردہ ہیں۔

دروازہ برائے اہل خاندان

دکھّن پچھّم کونے پر صاحب سجّادہ کے اہل خاندان بالخصوص خواتین خانہ کی آمدورفت کے لئے قدیمی دروازہ مکان سے ملا ہوا ہے۔

دروزاہ

درگاہ شریف میں جانے کے لئے صرف ایک دروازہ جانب شرق تھا دوسرا دروازہ جو پہلے دروازے کے اتّر میں ہے۔حاجی عبدالغنی تاجر آنولہ نے ۱۳۵۳ھ میں حضرت شاہ حیات احمد

احمدی کی اجازت سے تعمیر کیا تھا۔سن تعمیر، مع تعمیر کنندہ واجازت سجّادہ نشین دروازے کے اوپر نصب سنگ مرمر پر کندہ ہے۔

صدر دروازے کی تعمیر نو

چھوٹے روضہ کا قدیم املی کا پیڑ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ المطابق ۱۹۷۹ء میں گر گیا اور صدر دروازے کو نقصان پہونچا۔حضرت شاہ آفاق احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ نے پرانی بنیادوں پر از سر نو خوبصورت دروازہ تعمیر کرایا۔سنہ تعمیر کلمہ طیبہ اور نام تعمیر کنندہ سیمنٹ سے لکھا ہوا ہے۔

حق حق حق سیمنٹ میں ڈھال کر اوپر نصب کر دیئے گئے ہیں۔اس سے روضے کی خوشنمائی میں اضافہ ہو گیا ہے۔

دروازے میں داخل ہوتے وقت حق حق حق کا چھوٹا کتبہ اور اس کے اوپر:

احمد والی مدد گار جہاں
قطب عالم دستگیر بیکساں

کا کتبہ لگا ہوا ہے۔

حاجی عبدالغفور ردولی نے اپنی خوش حالی کے دور میں گنگا جمنی دروازہ ۱۹۲۵ء میں شاہ حیات احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بطور نذر حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ پیش کیا تھا۔عرس شریف میں یہ دروازہ لگایا جاتا ہے۔

شمالی دیوار

کہا جاتا ہے کہ درگاہ کی اتری دیوار حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کی ہے آپ کے حکم سے اس دیوار کے چلنے کی داستان عوام میں مشہور ہے۔اس کا نصف مشرقی حصہ آخر ماہ جون یا آغاز جولائی ۱۹۷۱ء میں رام دلارے ولد سری رام بنیا کے ٹرک کی اتفاقیہ ٹکّر سے گر گیا تھا۔اتنی دیوار پھر سے تعمیر ہوئی دو تین ہفتہ تک مزار مبارک سڑک سے دکھائی دیتا رہا۔لوگوں کو خوف محسوس ہونے لگا تھا واقعہ اہم تھا و لے بخیر گذشت، اس سال بارش بھی بہت ہوئی تھی۔سیکڑوں

مکان گر گئے تھے اور بنیا مذکور بھی تباہ حال ہو کر ردولی سے چلا گیا۔

انتظام

درگاہ شریف کی دیکھ بھال، چونہ کاری، مرمت، بجلی، آرائش اور مزارات پر (جو خطیرہ کے اندر ہیں) مستقل چادریں اوڑھانے، اتارنے اور بدلنے کی ذمہ داری صاحب سجّادہ کی ہے حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات کی قبروں پر بھی چادریں اڑھائی جاتی ہیں، گورنمنٹ کی طرف سے صاحب سجّادہ کو سالانہ اینوٹی ملتی ہے۔

آبائی قبرستان

درگاہ شریف کے احاطہ میں حضرت شاہ آفاق احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ سجّادہ نشین کی آبائی قبرستان بھی ہے۔ واجب الارض ۱۸۶۵ء میں درگاہ شریف سجّادہ نشین موصوف کے دادا حضرت شاہ التفات احمد سجّادہ نشین کے نام درج ہے۔

۷۸۶

حق حق حق

مسجد درگاہ شریف

تعارف

یہ مسجد درگاہ شریف کے نام سے مشہور ہے اور محلّہ مخدوم زادہ میں واقع ہے۔ اس کے جنوب میں سڑک بعدۂ درگاہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ صاحب توشہ ردولوی ہے۔ صدر دروازہ سڑک پہ کھلتا ہے اور اسی طرف سے آمد و رفت رہتی ہے نیز پوربی اتری کونے پر بھی ایک دروازہ ہے۔

خسرہ آبادی نمبر

بموجب نقل انتخاب خسرہ آبادی جلد بندوبست سابق ۱۸۶۵ء موضع ردولی خسرہ آبادی نمبر ۴۴۵۹ ہے اور شاہ التفات احمد سجّادہ نشین کے نام خانہ ملکیت میں درج ہے۔ خانہ کیفیت میں ''مسجد پختہ'' تحریر ہے۔

قدیمی مسجد

بہت ہی قدیمی مسجد ہے۔ اس کا تذکرہ حضرت سید عبدالرزاق شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانسہ شریف۔ وصال-۱۱۳۶ھ۔ اور شاہ عبدالرحمٰن لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ۔ وصال۔۱۲۴۵ھ۔ کے ملفوظات میں ملتا ہے۔

انتظام

اس کا متولی، امام اور منتظم سجّادہ نشین وقت زمانۂ قدیم سے چلا آرہا ہے۔

اہمیت

جامع مسجد ردولی کے بعد سب سے زیادہ اہمیت اسے حاصل ہے فی زمانہ اس کو سب سے زیادہ مرکزیت حاصل ہوگئی ہے۔ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کی قربت ونسبت سے عوام وخواص اس مسجد میں نماز ادا کرنا زیادہ بابرکت سمجھتے ہیں، صوفیائے کرام، علماء، درویش، فقرا اور صالحین نے نمازیں پڑھی ہیں اور برابر پڑھتے رہتے ہیں، ذکر وفکر وتلاوت سے مسجد ہمیشہ آباد اور منوّر رہتی ہے۔

اینوٹی

مقدمہ نمبر ۴۱۸۸، فیصلہ عدالت عطیہ بحالی افسر تحصیل رام سنہی گھاٹ ضلع بارہ بنکی مورخہ ۲۱/نومبر ۱۹۶۰ء کے مطابق جائیداد موقوفہ درگاہ شریف کے متولّی شاہ حیات احمد ولد شاہ التفات احمد قرار پائے۔ اس حکم کے بموجب آر۔ جی۔ فارم ۱۸/جاری ہوا۔ جس میں دس گاؤں تحصیل رام سنہی گھاٹ ضلع بارہ بنکی اور دو گاؤں تحصیل بیکا پور، ضلع فیض آباد کی جائیداد کی سالانہ اینوٹی منظور ہوئی۔ تحصیل بیکا پور ضلع فیض آباد کے دونوں گاؤں کی جائیداد وقف مسجد درگاہ تسلیم کی گئی، درگاہ اور مسجد کی اینوٹی ایک میں بنی۔

سرٹفکیٹ

معاوضہ افسر تحصیل رام سنہی گھاٹ ضلع بارہ بنکی نے انگریزی میں ۲۶/۴/۱۹۷۸ء کو اس امر کا سرٹفکیٹ جاری کیا کہ شاہ آفاق احمد ولد شاہ حیات احمد رحمۃ اللہ علیہ وقف مسجد ودرگاہ شریف شیخ مخدوم عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ ردولی ضلع بارہ بنکی کے متولّی ہیں اور ان کو مندرج اسٹاک سرٹیفکٹس کو فروخت کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

تعمیر جدید

پرانی بنیاد پر بی بی حلیمہ پاریکھ بمبئی نے از راہ عقیدت حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ وبرائے ثواب صدقہ جاریہ کچھ خوبصورت ترمیمات اپنے معتمد کے ذریعہ بہ اجازت صاحب سجّادہ مسجد میں کرائیں جو تعمیر جدید کے مترادف ہے تعمیر نو ۲۸/مارچ ۱۹۸۳ء کو مکمل ہوئی۔

اندرونی فرش

۱۹۸۵ء میں عرس شریف کے موقع پر اندرون مسجد پختہ فرش بنوانے کی سعادت اللہ تعالیٰ نے اس گنہ گار کو عطا فرمائی نیز اتر جانب ملے ہوئے دالان کا فرش بھی اس کی طرف سے بنا، صحن مسجد کے فرش کی تعمیر حضرت شاہ آفاق احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے ہوئی تھی۔[1]

امامت

یوں تو سجّادہ نشین وقت کا امام ہوتا ہے لیکن خاندان کے برگزیدہ افراد بھی امامت کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں، چنانچہ راقم الحروف کے نانا حضرت حکیم شاہ عزیز احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۹۶۰ء نے برسوں، عید، بقرعید اور جمعہ کی نمازوں کی امامت کی ہے۔

حضرت شاہ حیات احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ- وصال ۱۹۶۴ء- اور حضرت شاہ آفاق احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ- وصال ۱۹۸۰ء- نماز پڑھاتے تھے۔ ناچیز نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، صاحب سجّادہ یا بزرگ خاندان کی اجازت سے ہم مسلک افراد بھی امامت کے فرائض ادا کرتے رہتے ہیں۔[2]

۱۳/جمادی الثانی کی محفل سماع

حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک جمادی الثانی میں ہوتا ہے۔ زمانۂ دراز سے

---

۱ موجودہ سجادہ نشین حضرت نیر میاں صاحب نے اب پوری مسجد کے اندر سنگ مرمر لگوادیا ہے نیز مع گنبد کے پوری مسجد کی از سرِ نو مرمت کرا کے اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگا دیا ہے۔ ۱۲ احمد رضا مصباحی

۲ حضرت صاحب سجادہ نے اب جمعہ و پنج وقتہ امام مقرر کر دیا ہے۔ ۱۲ احمد رضا مصباحی

۱۳/ جمادی الثانی کو بعد نماز عشاء مسجد میں محفل سماع منعقد ہوتی چلی آ رہی تھی کہ حضرت شاہ آفاق احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ صاحب سجّادہ نے ۱۹۷۰ء میں موقوف کردی اور اعلان ۱۹۷۱ء میں کیا۔ راقم الحروف کی گذارش پر ارشاد فرمایا کہ سلسلے کے ذمہ دار حضرات اس کی موقوفی کے خواہاں تھے۔ مگر ان ذمہ دار حضرات کے نام نہیں بتائے۔ بعد میں محفل مسجد کے بجائے خانقاہ شریف میں ہونے لگی۔

شاہ آفاق احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۱۹۸۰ء میں ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے بہنوئی حضرت مولانا جمال فرنگی محلی لکھنوی، کراچی پاکستان سے اہل خاندان کے پاس تعزیت کے لئے تشریف لائے انہوں نے اہل خاندان کو بلا کر فرمایا کہ آپ کے خاندان میں پے بہ پے جانکاہ حادثات وواقعات ہو رہے ہیں ان سے میرا ماتھا ٹھنک رہا ہے۔

مسجد کی محفل سماع کی موقوفی سے ان کا تعلق ہوسکتا ہے۔ لوگوں کا اعتراض مزامیر پر ہے۔ سرکار دوعالم ﷺ نے حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اجازت عطا فرمائی تھی کہ وہ مسجد نبوی ﷺ میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے رب کی شان میں خوش الحانی سے اشعار پڑھتے اور شعرائے باطل کو جواب دیتے تھے۔ مزید فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے زنداں میں پوچھا گیا کہ آپ کس کے مذہب پر ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں حضرت ابراہیم حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے مذہب پر ہوں۔

مولانا صاحب کا مقصد تھا کہ مسجد میں نعت شریف اس تاریخ میں پڑھی جائے۔ چنانچہ مسجد میں دوبارہ محفل سماع کا آغاز ہوا۔ ایک غزل پڑھ کر بقیہ محفل خانقاہ شریف میں ہونے لگی، ۱۹۸۶ء سے راقم الحروف کے کہنے سے دو غزل کی اجازت صاحب سجادہ نے دیدی، اس موقع پر میں نے تمام حضرات کی موجودگی میں مسجد کی محفل سماع کے بارے میں معلومات پیش کیں جو پسند کی گئیں۔ اہل حال وقال نے بشارت سے نوازا اور خوش خبری دی۔

علمائے فرنگی محلی

ہم علمائے فرنگی محل کو اپنے علماء تسلیم کرتے ہیں۔ جن کی دینی خدمات کا دائرہ بے پناہ وسیع ہے۔

چھوٹا روضہ

درگاہ شریف سے ۴ فٹ کے فاصلے پر پورب میں قبرستان ہے اس کو چھوٹا روضہ کہتے ہیں۔ عرس شریف میں حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے ''تبرکات'' عصا اور خرقہ شریف'' پہلے درگاہ شریف بعد ازاں چھوٹا روضہ ہو کر خانقاہ شریف جاتے ہیں۔ اس سے اس کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے کہ یہاں حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے بعض برگزیدہ افراد خاندان محو استراحت ہیں۔

تمر ہندی

ایک املی کا پیڑ زمانۂ دراز سے لگا ہوا چلا آ رہا تھا۔ بروز دوشنبہ ۳۰/ جولائی ۱۹۷۹ء کو تیز آندھی اور بارش سے گر گیا۔ تبرّکات مذکورہ اس کا چکّر لگا کر چھوٹے روضہ سے نکلتے تھے۔

گولر

راقم الحروف نے ۱۹۸۳ء میں ایک نہایت نازک گولر لگادی تھی جو بحمد اللہ جوان ہو رہی ہے اور پھل دینے لگی ہے آپ سے دست بستہ دعا کی گذارش ہے۔

چراغ

کئی سال سے راقم الحروف کی طرف سے ایک چراغ جنوبی مشرقی دیوار کی طاق میں رشن کیا جاتا ہے۔ صفائی، مرمت وغیرہ بھی اب اسی کی جانب سے ہوتی ہے۔

چراغ دان اور محفل سماع

عرس شریف کے دوران منجانب راقم السّطور ۱۳/ جمادی الثانی کو چراغدان (چراغاں) بوقت اذان مغرب اور بعد نماز مغرب محفل سماع منعقد ہوتی ہے۔

نوٹ: فی الحال درگاہ شریف اور عرس مبارک کے جملہ امور وانتظامات موجودہ صاحب سجادہ حضرت شاہ عمار احمد احمدی نیر میاں صاحب قبلہ کے ہاتھ میں ہیں اور آپ ہی ہمہ وقت ہر چیز کا خیال رکھتے ہیں۔ ۱۲ احمد رضا مصباحی

۷۸۶

حق حق حق

درگاہ شریف اور مسجد درگاہ

کی

اینوٹی

اور تولّیت

A

خاتمہ زمینداری ایکٹ کے تحت عطیہ بحالی افسر تحصیل رام سنہی گھاٹ ضلع بارہ بنکی نے بموجب مقدمہ نمبر ۱۸۸۴ فیصلہ مورخہ ۲۱/۱۱/۱۹۶۰ء حضرت شاہ حیات احمد ولد شاہ التفات احمد کو درج ذیل مواضعات کی آراضیات کو وقف درگاہ مخدوم شاہ عبدالحق ردولی شریف اور وقف مسجد درگاہ تسلیم کر کے متولّی قرار دیا۔ اس فیصلہ کے بموجب R.G.F.18 تیار ہوا۔ جس کے مطابق مبلغ -/Rs. 3339 کی سالانہ اینوٹی بنی، جس پر جناب G.S. David ڈپٹی کمشنر صاحب بارہ بنکی کے دستخط ۲۳/۱۱/۱۹۶۰ء کو ہوئے۔ اینوٹی کی رقم تب سے مل رہی ہے۔

مواضعات

مواضعات تحصیل رام سنہی گھاٹ ضلع بارہ بنکی	مواضعات تحصیل بیکا پور ضلع فیض آباد
۱-امہٹہ ۲-بنگاواں ۳-سرائے پیر ۴-کھمبوئی،	۱-آلہ پور ۲-سید خان پور
۵-دوپہریہ، ۶-دفعیہ پور، ۷-کوٹرا، ۸-مان پور،	
۹-جمدرا، ۱۰-جہانگیر آباد	
کل دس گاؤں	کل دو گاؤں

B

عطیہ بحالی افسر کے فیصلے سے پہلے جناب سیول جج صاحب بارہ بنکی نے مقدمہ نمبر ۷ آف ۱۹۴۵ء تاریخ فیصلہ ۱۹/۱۲/۱۹۴۵ء خان بہادر شاہ حیات احمد صاحب بنام یو۔ پی۔ سنّی سنٹرل وقف بورڈ میں حضرت شاہ حیات احمد صاحب کو اوقاف متدعویہ کا متولّی، سجّادہ نشین قرار دیا تھا جس کی مختصر روداد یہ ہے:

فیصلہ بہت بڑا ہے۔ ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ضروری معلومات اخذ کر کے پیش کی جارہی ہیں:

''یو۔ پی۔ مسلم اوقاف قانون (XIII of ۱۹۳۶) کے تحت اوقاف کمشنر نے اوقاف کی لسٹ شائع کی، شاہ حیات احمد صاحب نے دعویٰ دائر کیا کہ مواضعات مندرجہ لسٹ اوقاف درگاہ شریف مذکور نہیں ہیں بلکہ ان کی ذاتی جائیداد ہے۔ یو۔ پی۔ سنٹرل وقف بورڈ کا کہنا تھا کہ ذاتی جائیداد نہیں ہے بلکہ مسلم بادشاہوں نے آپ کے پیش رو سجادہ نشینان کو ان مواضعات کی آراضی کو درگاہ حضرت شاہ مخدوم احمد عبدالحق صاحب اور متعلقہ امور کے اخراجات کے لئے بطور وقف دیا تھا۔ جسے برٹش حکومت نے برقرار رکھا اور آپ اس کے متولّی سجّادہ نشین اپنے پیش رویان کی طرح ہیں۔ خاص خاص تنقیحات ہیں۔

اردو ترجمہ:

۱- کیا جائیداد متدعویہ وقف نہیں ہے؟

۷- کیا مدّعی جائیداد متدعویہ کا مالک ہے؟

۸- کیا جائیداد متدعویہ کو مسلم بادشاہوں نے بطور وقف دیا تھا جس کی تجدید برٹش حکومت نے کی اور برقرار رکھا؟

محترم عدالت نے اپنا فیصلہ یہ دیا:

اردو ترجمہ

۱- جائیداد متدعویہ وقف ہے۔

۷- مدّعی جائیداد متدعویہ کا مالک نہیں ہے۔

۸- مسلم بادشاہوں نے جائیداد متدعویہ کو بطور وقف دیا تھا جسے برٹش گورنمنٹ نے بحال رکھا چونکہ جائیداد متدعویہ وقف ہے اس لئے مدّعی کو ان کا مالک نہیں قرار دیا جاسکتا ہے۔ چونکہ مدّعی ان کا متولّی سجّادہ نشین ہے اس لئے اس کو یو۔ پی۔ ایکٹ نمبر XIII آف ۱۹۳۶ کے تحت مطالبہ (سنّی وقف بورڈ) کو ادا کرنا چاہیئے۔

فیصلہ میں لائق سیول جج نے تحریر فرمایا کہ:

الف: ''جائیداد متدعویہ درگاہ کے مقاصد کے لئے وقف ہے جس میں ملحق مسجد اور خانقاہ شامل ہیں اور یہ تینوں (درگاہ، مسجد، خانقاہ) ایک مذہبی، امور خیر اور مقدس ادارہ کی تشکیل کرتی ہیں۔

ب: معافی دار شاہ احمد زمان سجّادہ نشین کے وارث شاہ فقیر احمد اور ان کے وارث قائم مقام شاہ علی احمد اور ان کے وارث و قائم مقام شاہ و درویش احمد اور ان کے وارث قائم مقام شاہ التفات میں ہوئے اور ان کے وارث قائم مقام شاہ حیات احمد مدعی ہوئے، مزید لکھا۔

"They were all succesive sajjada nashen"

''یہ سب کے سب سجّادہ نشین تھے۔''

لائق عدالت نے یہ شجرہ سجادہ نشینان تسلیم کرلیا۔

شجرہ سجّادہ نشینان

حضرت شیخ احمد عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مخدوم صاحب

شیخ عارف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ	سجادہ نشین
// محمد عارف صاحب رحمۃ اللہ علیہ	سجادہ نشین
// بدھا صاحب رحمۃ اللہ علیہ	سجادہ نشین
// پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ	سجادہ نشین
// حاجی قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ	سجادہ نشین
// حمید صاحب رحمۃ اللہ علیہ	سجادہ نشین
// سلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ	سجادہ نشین
// شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ	سجادہ نشین
// شیخ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ	سجادہ نشین
// شیخ عطاءاللہ (عرف پیر بساون) رحمۃ اللہ علیہ	سجادہ نشین
// شاہ احمد زماں صاحب رحمۃ اللہ علیہ	سجادہ نشین
// فقیر احمد رحمۃ اللہ علیہ	سجادہ نشین
// علی احمد رحمۃ اللہ علیہ	سجادہ نشین
// درویش احمد رحمۃ اللہ علیہ	سجادہ نشین
// التفات احمد رحمۃ اللہ علیہ	سجادہ نشین
// حیات احمد رحمۃ اللہ علیہ (مدّعی)	سجادہ نشین

وقف بورڈ کا موقف تھا اور عدالت نے بھی تسلیم کرلیا کہ سب کے سب سجادہ نشین ومتولی درگاہ، خانقاہ اور مسجد کے تھے اور اغراض ومقاصد وفرائض کو پورا کرتے رہے اور مدعی بھی اپنے

قول وفعل سے تمام فرائض بحیثیت سجادہ نشین ومتولی ادا کرتا چلا آرہا ہے۔

C

بندوبست ۱۸۶۵ء (قصبہ ردولی خاص)

برٹش حکومت کے زمانے میں سب سے پہلا بندوبست ۱۸۶۵ء میں ہوا۔ ملکیت وحقیت کے مقدمات بعد ثبوت وشہادت طے کئے گئے۔ اس زمانے میں حضرت شاہ التفات احمد ولد شاہ درویش احمد صاحب سجادہ تھے۔ عدالت نے درگاہ، خانقاہ، صحن خانقاہ اور مسجد درگاہ کی ملکیت وسجادہ نشینی ان کے حق میں طے کر کے اندراجات کردئے اور مکان مخدوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مالک قرار دیا۔

D

نواب شجاع الدولہ ونواب آصف الدّولہ کے فرمان

بادشاہ وقت نواب شجاع الدولہ نے ۲۹ رشوال ۱۱۸۶ھ اور نواب آصف الدّولہ صاحب نے ۲۳ رمحرم الحرام ۱۱۹۰ھ اور ۳ رذی قعدہ ۱۱۹۳ھ میں شاہ احمد زماں سجادہ نشین درگاہ کے حق میں متعدد مواضعات کے فرامین (سندیں) دئے۔ معافیاں، اخراجات درگاہ وغیرہ کے لئے دیں۔ جو خاتمہ زمینداری قانون تک برقرار رہیں۔ سیول جج بارہ بنکی اور عطیہ بحالی افسر رام سنہی گھاٹ نے تسلیم کر کے سالانہ اینوٹی منظور کی جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

۷۸۶

حق حق حق

تقریبات عرس

حضرت شیخ العالم قدس اللہ سرہٗ

۷۸۶

حق حق حق

عرس شریف جمادی الثانی میں ہوتا ہے۔ خاص تاریخیں ۱۲/۱۳/۱۴/اور ۱۵/جمادی الثانی ہیں۔ چاندرات سے تقریبات کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ اور ۱۵/جمادی الثانی تک رہتا ہے تاریخ وار پروگرام پیش خدمت ہے۔

چاندرات سے ۱۰/جمادی الثانی تک

بعد نماز عشاء آستانۂ عالیہ پر سماع کی محفلیں۔ ۱۰/جمادی الثانی کو بعد نماز مغرب درگاہ کی مسجد میں حضرت شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی قدس سرہٗ کے توشہ پر فاتحہ۔

۱۱/جمادی الثانی

آستانۂ عالیہ پر حاضری کے بعد ''دولہ شاہ اور راگھوشاہ'' کے روضہ پر قوّالوں کی حاضری، ان کا عرس اور چراغ دان۔

۱۲/جمادی الثانی

آستانۂ عالیہ پر باہر سے آے ہوئے قوّالوں کی حاضری بعد نماز عشاء۔

۱۳/جمادی الثانی

اس تاریخ کو درگاہ کی مسجد میں بعد نماز عشاء زمانہ قدیم سے محفل سماع منعقد ہوتی چلی آری تھی۔ مگر ۱۹۷۱ء میں نہیں ہوئی۔ سجّادہ نشین حضرت شاہ آفاق احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ نے موقوف کردی۔ محفل مسجد کے بجائے خانقاہ شریف میں ہوئی۔ واضح ہو کہ ۱۹۷۰ء میں بھی نہیں ہوی تھی۔ لوگوں نے سمجھا کہ شاید اس کا سبب بارش ہو مگر اعلان ۱۹۷۱ء میں ہوا۔ مسجد میں قوالی کا آغاز کب

سے ہوا پتہ نہیں چلتا۔ روایت ہے کہ کسی زمانے میں صاحب سجّادہ کو سماع میں وجد آیا اور وہ محویت واستغراق کے عالم میں اٹھ کر درگاہ شریف سے مسجد میں چلے آئے۔

اس حقیر نے بصد التماس موقوفی کا سبب پوچھا۔ عمّ محترم نے فرمایا کہ سلسلے کے ذمہ دار حضرات خلوص کے ساتھ مسجد کی قوّالی کی موقوفی کے خواہاں تھے اور میرا بھی یہی خیال تھا۔ میں نے فوری قدم اس لئے اٹھایا کہ میرے بعد کسی سجّادہ میں قدیمی رسم کو ختم کردینے کی ہمت پیدا ہو کہ نہ ہو۔

نوٹ: چاندرات کی محفل کے آغاز پر صاحب سجادہ قوالوں کو حسب دستور قدیم کپڑے دیتے ہیں اور ہر محفل سماع کے اختتام پر مزارات مقدسہ پر عطر لگاتے ہیں۔

۲-قوّال ''چھوٹے روضہ'' کے سامنے ہندی کے بول ضرور گاتے ہیں،

۱۴/ جمادی الثانی

۱-بعد نماز ظہر تقریباً ڈھائی بجے خانقاہ شریف میں محفل سماع

۲-بعد نماز مغرب درگاہ شریف میں چراغ دان (چراغاں کی رسم)

۳-بعد نماز عشاء صحن خانقاہ میں رات کے دس بجے سے پچھلے پہر تک محفل سماع۔

یہ محفل روایتی تہذیب وشائستگی کے لئے کافی شہرت رکھتی ہے۔ کثیر تعداد میں لوگ شریک ہوتے ہیں۔ اس کی ابتدا آستانے کے قوالوں سے ہوتی ہے اور ان کو کپڑے دیئے جاتے ہیں۔

نوٹ: محفلوں میں فارسی یا مخصوص ہندی کلام گایا جاتا ہے۔ جو حمد، نعت اور صوفیانہ خیالات پر مشتمل ہوتا ہے۔

۲-محفل میں سگریٹ وغیرہ نہیں پی جاسکتی۔ کوئی ننگے سر نہیں رہ سکتا اور نہ بات کرسکتا ہے۔ دوزانو بیٹھنا پڑتا ہے۔

گاگر

ایک بجے شب میں حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے اہل خاندان یا اجازت یافتہ

حضرات گاگر لاتے ہیں۔ گاگریں پہلے درگاہ شریف میں آتی ہیں۔ ایک حوض درگاہ میں انڈیلی جاتی ہے پھر تقسیم ہوتی ہے اور وہاں سے محفل میں لائی جاتی ہیں جن پر فاتحہ ہوتا ہے اور شربت تقسیم کیا جاتا ہے۔

نوٹ: حضرت مولانا متین میاں فرنگی محلی لکھنوی فاتحہ پڑھتے ہیں۔ جن کی شرکت عرس میں بلاناغہ ہوتی ہے موصوف صاحب علم صوفی آدمی ہیں۔ فاتحہ کے بعد سجادہ صاحب مشرق سے اٹھ کر مغرب جانب متمکن ہوتے ہیں۔ پشت جانب دکھن اور رخ جانب شمال درگاہ شریف کی طرف ہوتا ہے اور آستانے کے قوال ہندی کے یہ بول گاتے ہیں:

۱- گھٹ ہی میں گنگا　　گھٹ ہی میں جمنا
بھٹکت کون پھرے　　ہمار من تیرتھ کون کرے

۲- نیکا لاگایا ہو چاہا میرا　　تاج وکلاہ سر احمدؒ سوہے

سجادہ صاحب کلاہ اور شیروانی اتار کر قوالوں کو دیتے ہیں (حضرت شیخ العالم نے جمّن قوال کو خرقہ اتار کر دیا تھا اب اس رسم کی تجدید ہوتی ہے) یہ وقت دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ عجیب و غریب تاثیر کا عالم ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ راقم الحروف نے بھی سر سے ٹوپی اتار کر روپیہ پیسہ جو کچھ تھا صاحب سجادہ حضرت شاہ آفاق احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ کو نذر کردیا تھا۔

غسل شریف-۱۵/ جمادی الثانی

بعد نماز فجر مزار مبارک کا غسل ہوتا ہے۔ صاحب سجادہ اس فرض کو انجام دیتے ہیں۔ دوران غسل پشت پر آستانے کے قوال ''رنگ'' اور موقع کی غزلیں گاتے ہیں اور رسم عطر کے فوراً بعد توشہ پر فاتحہ ہوتا ہے۔

نوٹ: ۱-خطیرہ میں وہی شخص رہ سکتا ہے جس کو سجادہ اجازت دے۔

۲- شاہ حیات احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ مرحوم کے دور میں نانا حکیم شاہ عزیز احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ مزار مبارک پر عرق گلاب و کیوڑہ ڈالنے کی خدمت انجام دیتے تھے پھر دادا مرحوم نے یہ

خدمت نانا مرحوم کی وراثت میں راقم الحروف کے سپرد کر دی۔

۳-سجادہ کے دائیں طرف ایک شخص قرابہ لئے رہتا ہے جس میں عرق نچوڑا جاتا ہے۔

۱۵/جمادی الثانی

بعد نماز ظہر محفل سماع خانقاہ شریف میں۔ اس محفل میں سلسلہ عالیہ صابریہ کے مشائخ، سجادہ نشین، مریدین اور معتقدین کی شرکت لازمی ہے۔

اکثر دوسرے سلسلوں کے حضرات بھی موجود رہتے ہیں۔

توشہ پر فاتحہ

عصر کی نماز سے پہلے گھر سے اہل خاندان توشہ محفل میں لاتے ہیں اور اس پر فاتحہ ہوتا ہے (عموماً مولانا عبدالمتین میاں فرنگی محلی آیات قرآنی کی تلاوت کرتے ہیں) اور تبرک تقسیم کیا جاتا ہے۔ فاتحہ کے بعد سجّادہ صاحب گھر تشریف لاتے ہیں اور تبرکات و آثار باہر لائے جاتے ہیں پھر سجادہ نشین تبرکات زیب تن کرنے کے بعد دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔ اس کے بعد ''عصا'' کی زیارت کا اذن دیتے ہیں۔ ''عصا' درگاہ شریف اور چھوٹا روضہ سے ہوتا ہوا خانقاہ شریف میں قیام کرتا ہے۔

خرقہ شریف کی زیارت

''عصا'' کے فوراً بعد صاحب سجادہ گھر سے باہر تشریف لاتے ہیں۔ دروازے کے پاس ہی سے مخصوص افراد مسہری کی طرح کاندھوں پر اٹھا لیتے ہیں۔ خرقہ شریف کے آگے آگے آستانے کے قوال مخصوص کلام گاتے ہوئے چلتے ہیں۔ مجمع پٹا پڑا رہتا ہے تل رکھنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ در و بام پر آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں۔ خرقہ آدمیوں کے سمندر سے ہو کر گذرتا ہے) درگاہ شریف اور چھوٹے روضہ سے ہو کر خانقاہ شریف میں سکون کرتا ہے۔ یہاں نماز عصر ادا کی جاتی ہے۔ جس کی امامت سجادہ صاحب کرتے ہیں۔

اور اس طرح عرس کی رسومات ختم ہو جاتی ہیں بس یاد اور آئندہ کی حسرت باقی رہتی ہے۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

نوٹ: خرقہ شریف کے پہننے کے وقت اہل خاندان کا موجود رہنا اگر وہ ردولی میں ہے اور معذور نہیں ہے۔ لازمی ہے۔ صاحب سجادہ سے اختلاف اور بات ہے مگر زیارت خرقہ اور بات ہے۔

غیر شخص ''عصا'' کی زیارت نہیں کرا سکتا بلکہ خاندان ہی کا فرد ہونا چاہئے۔ نہ ہونے پر سجادہ کے اذن پر منحصر ہے۔ میری آنکھوں کی دیکھی بات ہے۔ بہت زمانہ ہوا ہمارے چچاؤں نے اپنے بہنوئی (جن کا تعلق مخدوم رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے خاندان سے نہیں تھا) کو ''عصا'' دیدیا جیسے ہی وہ نکلے گھر ہی کی سیڑھیوں پر لڑھکتے چلے گئے اور حالت ان کی بری ہوگئی۔

۷۸۶
حق حق حق

مخصوص کلام

۱-گاگراور غسل کے وقت یہ ''رنگ'' گایا جاتا ہے۔

رنگ

ابھیں رنگ لاگا، ابھیں رنگ لاگا، بانا بانری کا

اولیاء انبیاء غوث و قطب سب — سب میں سرسار سولارے
احمد بنے کو کیونکر راکھوں — جو پھولن میں گلا بار

۲-غسل کے وقت حافظ کی یہ غزل گائی جاتی ہے۔

اے خسروئے خوبان نظر سوئے گدا کن — رحم بہ من سوختہ جاں بے سروپا کن
شمع وگل، پروانہ و بلبلہ ہمہ جمع اند — اے دوست بیا رحم بہ تنہائی ما کن
وارد دل درویش تمنّائے نگاہے — زان چشم سیہ مست پہ یک غمزہ روا کن

اور یہ اشعار بھی گائے جاتے ہیں۔

بے ہوشم و بَا ہوشم از جام علی صابر
جان و دل من قربان برنام علی صابر
ہنگام صبوحی شد اے پیر مغاں بر خیز
یک جرعہ بہ کامم از جام علی صابر

قول

رنگ کے قول ہمارے یہاں کے مخصوص ہیں جو حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد سے گائے جا رہے ہیں۔قول ۱۵/جمادی الثانی کی محفل سماع میں آستانہ کے قول گاتے ہیں۔

''یارسول اللہ ﷺ مدد دے، یا محمد یا اللہ اب نور کا چرچا جگت تار کے من آیو گھر محمد ﷺ

نام
یٰلَلَی یٰلَلَی یارسول اللہ

٧٨٦

حق حق حق

فارسی کلام کے نمونے

۱-حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ

زرحمت کن نظر برحال زارم یارسول اللہ ﷺ
غریبم بےنوائیم خاکسارم یارسول اللہ ﷺ

تو سلطان صاحب سریر آمدی — علیٰ کل شئ قدیر آمدی
اعلیٰ نام کردی بہ ملک عرب — بہ سوئے غریباں امیر آمدی

جہاں روشن است از جمال محمد ﷺ — دلم زندہ شد از وصال محمد ﷺ
بہ صدق وصفا گشتہ بیچارہ جامی — غلام غلامان آل محمد ﷺ

۲-حضرت سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

بر سریر دل شاہم شوکت گدا اینست — گرد کوئے معشوقم رتبہ رسا اینست
سعدیا عبث احرام طوف مروہ می بندی — روئے یارمن بنگر کعبۂ صفا اینست

۳-حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ

ہست در سینۂ ما جلوۂ جانانۂ ما — بت پرستیم دل ماست صنم خانۂ ما
گفت اوخندہ زنان گریہ چوں کردم بہ درش — بوعلی ہست مگر عاشق و دیوانۂ ما

۴-حضرت احمد جام رحمۃ اللہ علیہ۔

اے صدر ایوان رسل دے شمع بزم انبیاء — خورشید برج سلطنت، جمشید تخت کبریا
طٰہٰ و یٰسین نام تو، انا فتحنا کام تو — قرآن زحق پیغام تو اے آفرینش رابہا

۵-حضرت سرمد رحمۃ اللہ علیہ

سوخت بے وجہم تماشا رابہ بیں — کشت بے جرم مسیحا را بہ بیں
شاہ و درویش و قلندر دیدۂ — سرمد سرمست و رسوا را بہ بیں

۶-حضرت حافظ رحمۃ اللہ علیہ

مژدہ اے دل کے مسیحا نفسے می آید — کہ از انفاس خوشش بوئے کسے می آید
کس ندانست کہ منزل گہ مقصود کجاست — اینقدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

۳-حضرت خسرو رحمۃ اللہ علیہ

خبر رسید امشب کہ نگار خواہی آمد — سرمن فدائے راہ کہ سوار خواہی آمد
ہمہ آہو ان صحرا سر خود نہادہ برکف — بہ امّید آں کہ روزے بشکار خواہی آمد

۳-حضرت شاہ عزیز صفی پوری رحمۃ اللہ علیہ

بگوش معنیٰ زحق شنیدم منم محمد ﷺ منم محمد ﷺ — جمال خود را خود آفریدم منم محمد ﷺ منم محمد ﷺ
بہ بیں ظہورم بہ صورت او منم سراپا حقیقت او — چہ شد کہ برقع زرخ کشیدم منم محمد ﷺ منم محمد ﷺ

حق حق حق

شجرۂ طریقت بہ سلسلۂ سجادگی حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت سالک مازاغ البصر وماطغیٰ، صاحب قاب قوسین اوادنیٰ،
ختم المرسلین، رحمۃ للعالمین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ
الٰہی بحرمت حضرت امیر المؤمنین، امام المتقین، مولا ومقتدانا
حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ
الٰہی بحرمت خواجہ حسن بصری قدس سرہٗ
// // عبدالواحد بن زید // //
// // خواجہ فضیل بن عیاض // //
// // سلطان ابراہیم بن ادھم // //
// // حذیفۃ المرعشی // //
// // خواجہ ہبیرہ البصری // //
// // خواجہ ممشاد دینوری // //
// // ابوالاسحٰق شامی // //
// // ابواحمد ابدال چشتی // //
// // محمد ناصر الدین ابی یوسف چشتی // //
// // قطب الدین مودود چشتی // //
// // حاجی سید شریف زندنی // //
// // خواجہ عثمان ہارونی // //

// // خواجۂ خواجگاں معین الدین چشتی اجمیری // //
حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی قدس سرہٗ
// // بابا فرید گنج شکر // //
// // مخدوم العالم حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر کلیری // //
// // خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی مشکل کشا // //
// // شیخ المشائخ شیخ جلال الدین کبیر الاولیا پانی پتی // //
// // دستگیر بیکساں شیخ العالم حضرت شیخ احمد عبدالحق صاحب
توشہ ردولوی قدس سرہٗ
// // شیخ عارف احمد // //
// // شیخ محمد // //
// // شیخ بڈھ اولیا // //
// // شیخ پیر اولیا // //
شیخ قطب الدین // //
// // شیخ حمید // //
// // شیخ سلیم // //
// // شیخ محمد عارف ثانی // //
// // شیخ محمد اشرف عرف پیر اچھے قدس سرہٗ
// // شیخ پیر بساون // //

// // حاجی احمد زمان // //
حضرت شاہ فقیر احمد قدس سرہٗ
// // شاہ علی احمد // //
// // شاہ درویش احمد // //
// // حاجی شاہ التفات احمد // //
// // شاہ حیات احمد // //
// // شاہ آفاق احمد // //
// // شاہ عمار احمدی عرف نیر میاں اطال اللہ عمرہٗ

نقل انتخاب خسرہ آبادی جلد بندوبست سابق ۱۸۶۵ء موضع ردولی، پرگنہ ردولی
تحصیل وضلع دریا آباد

نمبر احاطہ	نمبر مکان	نام مالک خاندان یا سردار خاندان	پیشہ مالک مکان یا سردار خاندان	ذات مالک مکان یا سردار خاندان	تعداد مردم		تعداد عورت		تعداد کل	کیفیت
					بالغ	نابالغ	بالغ	نابالغ		
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱
4401	0 0									راستہ
4402	0 0	شاہ التفات احمد سجادہ نشین						–	–	درگاہ شاہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ
4403	2406	شاہ التفات احمد ولد درویش احمد	زمینداری	شیخ	۲	–	۳	–	–	
4404	2407	امید احمد ولد ہدایت احمد	//	//	۵	۴	۴	۳	–	
4459	-	شاہ التفات احمد سجادہ نشین	–	–	–	–	–	–	–	مسجد پختہ
4464	-	شاہ التفات احمد سجادہ نشین	–	–	–	–	–	–	–	راستہ
4360	0	شاہ التفات احمد سجادہ نشین	–	–	–	–	–	–	–	صحن خانقاہ
4361	0	شاہ التفات احمد سجادہ نشین	–	–	–	–	–	–	–	خانقاہ مخدوم صاحب قدس سرہٗ

نقل جاری کردہ

17-12-86

کلکٹریٹ بارہ بنکی

۷۸۶

حق حق حق

تذکرہ سجادگان حضور شیخ العالم قدس سرہٗ

از

شیخ عارف احمد قدس سرہٗ

تا

حضرت نیّر میاں صاحب قبلہ

ازقلم

مفتی **محمد احمد رضا** اشرفی مصباحی حنفی دیناجپوری

مفتی صابری دارالافتاء جامعہ چشتیہ ردولی شریف

۷۸۶

حق حق حق

تذکرہ سجادگان حضور شیخ العالم قدس سرہٗ
از شیخ عارف احمد قدس سرہٗ تا حضرت نیّر میاں صاحب قبلہ

حامداً و مصلّیا!

حدیث پاک میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرب کے دو مشہور شخصوں کی ہدایت کے لئے یوں دعا فرمائی تھی۔ اَللّٰھم اَعِزِّ الْاِسْلَامَ بِاَحَبِّ ھٰذَینِ الرَّجُلَیْنِ اِلَیْکَ بِاَبِیْ جَھْلٍ اَوْ بِعُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ. قَالَ: وَ کَانَ اَحَبَّھُمَا اِلَیْہِ عُمَرُ.

ترجمہ: اے اللہ تو ابوجہل یا عمر بن الخطاب دونوں میں سے ایک کے ذریعہ جس کو تو پسند فرماتا ہے اسلام کو عزت و غلبہ عطا فرما! راوی کا بیان یہ ہے کہ ان دونوں میں حضرت عمر اللہ کے نزدیک محبوب تھے۔ اس حدیث کے راوی حضرت عبد اللہ ابن عمر ہیں اور امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور اقدس ﷺ کی یہ دعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حق میں مقبول ہوئی اور ایسی مقبول ہوئی کہ اس کے اثرات ان کے علاوہ ان کی اولاد کے حق میں بھی ہر

دور میں ظاہر ہوتے رہے فرق ہے تو بس اتنا کہ حضرت فاروق اعظم کے اسلام سے ہی دین کو غلبہ حاصل ہوا اور ان کی اولاد کی روحانی واخلاقی تعلیمات سے بوستان اسلام کو رونق بہاراں نصیب ہوئی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو مشرکین نے کہا کہ آج کے دن ہماری قوم دو حصوں میں بٹ گئی۔ امام حاکم نے اس حدیث کو لیا ہے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک حضرت عمر کا قبول اسلام (ہمارے لئے) ایک فتح اور ان کی خلافت ہمارے لئے ایک رحمت تھی۔ خدا کی قسم! ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے پس جب وہ اسلام لائے تو انہوں نے مشرکین مکہ کا سامنا کیا یہاں تک کہ ہم نے (برملا) اسلام کی دعوت دی اور خانہ کعبہ میں نماز پڑھی۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر میں اور امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں روایت کیا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کبھی لوگوں کو کوئی مسئلہ درپیش ہوا اور لوگوں نے اس پر بات کی اور حضرت عمر نے بھی اس مسئلہ پر کچھ کہا تو قرآن حکیم حضرت عمر کے قول کے مطابق نازل ہوا۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے اور امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

حضرت ابن عمر کے اس قول کی تائید خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تین امور میں میری موافقت فرمائی مقام ابراہیم میں، وجوب حجاب میں اور بدر کے قیدیوں کے بارے میں۔ اس کے راوی حضرت ابن عمر ہیں اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس کو روایت کیا ہے۔

بے شک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شخصیت ایسی ہے کہ قرآن مجید کی بہت سی آیتوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی رائے سے موافقت فرمائی اور بہت سی آیتوں کی شان نزول کا

تعلق آپ کی ذات گرامی سے ہے۔ لہٰذا آپ کے فضائل ومناقب کا احاطہ کرنا کسی انسان کے بس کی بات نہیں بلکہ سچائی یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا یہ فرمان کہ لَو كَانَ بَعْدِىُ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ بنَ الْخَطَّاب. یعنی اگر کوئی میرے بعد نبی ہوتا تو وہ عمر ابن الخطاب ہوتا۔ حضرت عمر کے تمام ثنا خوانوں کو عاجز کر دیا اور ان کو تمام ثنا خوانوں سے بے نیاز کر دیا۔

تاہم کتب احادیث میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر کثیر مواد موجود ہیں جن کی یہاں گنجائش نہیں میں نے جو کچھ عرض کیا اس سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ دستگیر بیکساں شیخ العالم والاسلام حضرت شیخ احمد عبدالحق چشتی صاحب توشہ ردولوی قدس سرہٗ اسی مبارک ہستی کی نسل پاک سے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے منجملہ فضائل میں ایک فضیلت ان کی منجملہ کرامات میں ایک کرامت اور ان کی منجملہ حسنات میں ایک نیکی ہیں تو بیجا نہ ہوگا کیونکہ حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ کی ذات سے ان کی حیات ظاہری میں کچھ ایسے امور ظہور میں آئے ہیں جو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے خصوصی مناسبت رکھتے ہیں مثلاً سرور کائنات ﷺ کا یہ فرمان عالیشان جس کو ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ اِنَّ اللہَ جَعَلَ الْحَقَّ وَ فِیُ رِوَایَةٍ وَضَعَ الْحَقَّ عَلیٰ لِسَانِ عَمَرَ وَقَلْبِہٖ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان اور دل پر جاری فرما دیا ہے۔

حدیث پاک میں کلمہ ''حق'' کو دیکھئے حضور شیخ العالم کے نعرہ ''حق'' کو دونوں میں کس قدر گہری مناسبت ہے کہ وہاں باپ کے قلب وزبان پر اللہ تعالیٰ نے حق جاری فرما دیا اور یہاں بیٹے کے قلب وزبان پر حق ظاہر فرما دیا اور اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ حق حق حق کا نعرہ جس عجیب و غریب رنگ میں حضرت شیخ العالم سے ظاہر ہوا ہے کسی اور سے نہیں ہوا نہ آپ سے قبل اور نہ آپ کے بعد گویا یہ ایک امتیازی حق تھا جو جد امجد کی طرف سے صرف آپ کو تفویض ہوا۔

شجرہ نسب حضور شیخ العالم قدس سرہٗ

حضور شیخ العالم قدس سرہٗ کا سلسلہ نسب اکیس۲۱ واسطوں سے خلیفۃ المسلمین امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ شجرہ نسب یوں ہے:

(۱) حضرت شیخ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

(۲) حضرت شیخ ناصر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما

(۳) حضرت شیخ منصور بن ناصر رضی اللہ عنہما

(۴) حضرت شیخ سلیمان بن منصور رضی اللہ عنہما

(۵) حضرت شیخ ادھم بن سلیمان رضی اللہ عنہما

(۶) حضرت شیخ ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہما

(۷) حضرت شیخ ابوالفتح بن ابراہیم رضی اللہ عنہما

(۸) حضرت شیخ عبداللہ واعظ الاکبر بن ابوالفتح رضی اللہ عنہما

(۹) حضرت شیخ عبداللہ واعظ الاصغر بن عبداللہ واعظ الاکبر رضی اللہ عنہما

(۱۰) حضرت شیخ مسعود بن عبداللہ واعظ الاصغر رضی اللہ عنہما

(۱۱) حضرت شیخ خواجہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما

(۱۲) حضرت شیخ خواجہ فخر الدین محمود بن خواجہ عبداللہ رضی اللہ عنہما

(۱۳) حضرت شیخ خواجہ نصیر الدین بن خواجہ فخر الدین محمود رضی اللہ عنہما

(۱۴) حضرت شیخ خواجہ شہاب الدین بن خواجہ نصیر الدین رضی اللہ عنہما
(معروف بہ فرخ شاہ کابلی)

(۱۵) حضرت شیخ خواجہ احمد یوسف بن خواجہ شہاب الدین رضی اللہ عنہما

(۱۶) حضرت شیخ خواجہ محمد اکبر بن خواجہ احمد یوسف رضی اللہ عنہما

(۱۷) حضرت شیخ خواجہ محمد یوسف ثانی بن خواجہ محمد اکبر رضی اللہ عنہما

(۱۸) حضرت شیخ خواجہ محمد احمد بن خواجہ محمد یوسف ثانی رضی اللہ عنہما

(۱۹) حضرت شیخ خواجہ شعیب بن خواجہ محمد احمد رضی اللہ عنہما

(۲۰) حضرت شیخ خواجہ داؤد بن خواجہ شعیب رضی اللہ عنہما

(۲۱) حضرت شیخ محمد عمر بن خواجہ داؤد رضی اللہ عنہما

قطب الاقطاب دستگیر بیکساں شیخ العالم شیخ احمد عبدالحق بن شیخ محمد عمر رضی اللہ عنہما

ایک ضروری وضاحت:

حضور شیخ العالم کے شجرہ نسب کو نقل کرنے میں بہت سے لوگوں نے یہ غلطی کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے نام کے آگے "باقر" کا اضافہ کر کے باقر عبداللہ لکھ دیا ہے۔ یہ تو نہیں معلوم کہ یہ سلسلہ کب سے اور کس سے شروع ہوا لیکن حیرت ہے کہ ناقلین میں سے کسی نے بھی اس اضافہ کو درخور اعتناء نہیں سمجھا۔ حتی کہ شخصیت وسیرت کے مؤلف اور جہان حق کے مرتبین نے بھی اُسے اسی طرح نقل کر دیا جس طرح اور لوگوں نے کیا۔

البتہ اس ناچیز کے لئے یہ اضافہ الجھن کا باعث بن گیا کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مشہور ترین صحابی رسول ہیں اور ان کے نام کے آگے باقر کا لفظ اس سے قبل کہیں نہیں دیکھا تھا اس لئے یہ گمان ہوا کہ ہوسکتا ہے حضرت عبداللہ کے علاوہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا کوئی دوسرا فرزند رہا ہو جن کا نام باقر عبداللہ تھا لیکن معتبر اسلامی کتب تواریخ میں جہاں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی ازواج واولاد کا ذکر ہے وہاں بھی اس بات کی کوئی صراحت نہیں ملتی کہ آپ کے کسی فرزند کا نام باقر عبداللہ تھا۔

تاریخ ابن اثیر، ابن کثیر وابن جریر کے مطابق آپ کی اولاد کی کل تعداد تیرہ تھی اسما حسب ذیل ہیں:

(۱) عبداللہ (۲) عبدالرحمٰن الاکبر (۳) حفصہ ام المؤمنین (۴) عبیداللہ (۵) زید الاصغر (۶) فاطمہ (۷) عاصم (۸) عیاض (۹) زید الاکبر (۱۰) رقیہ (۱۱) زینب (۱۲) عبدالرحمٰن الاوسط (۱۳) عبدالرحمٰن الاصغر۔

آپ کی یہ تمام اولاد کل نو خواتین سے تھیں جو یکے بعد دیگرے آپ کے عقد یا ملکیت میں آئیں۔

حضرت عبداللہ آپ کے سب سے بڑے صاحب زادے تھے جو دنیاء اسلام میں عبداللہ ابن عمر یا ابن عمر سے مشہور ومعروف ہیں۔ لہٰذا شواہد وقرائین کی بنیاد پر یہ یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ باقر عبداللہ نام کا آپ کا کوئی فرزند نہیں تھا اور حضور شیخ العالم شیخ احمد عبدالحق ردولوی قدس سرہٗ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ہی نسل پاک سے ہیں۔ جس کی تائید سلطان الاولیاء حضرت شیخ ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہما کے شجرہ نسب سے ہوجاتی ہے جو حضور شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے اجداد نسبی میں سے ایک فرد فرید ہیں۔ سیر الاقطاب فارسی میں حضرت سیدنا ابراہیم بن ادھم کا شجرہ نسب یوں درج ہے۔ ''نسب شریفش ابراہیم بن ادھم بن سلیمان بن منصور بن ناصر بن عبداللہ بن امیر المؤمنین امام الورعین حضرت فاروق عادل عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ (سیر الاقطاب صفحہ ۲۹) میرے خیال میں مذکورہ سہو کاتب سے صدور ہوا ہے اور انہوں نے ناصر بن عبداللہ کو باقر عبداللہ لکھ دیا ہے۔ جسے بعد کے لوگ نقل کرتے چلے گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بہر حال اگر چہ یہ ایک ضمنی بات تھی مگر اس کی وضاحت اس لئے ضروری تھی تاکہ قارئین پر حضور شیخ العالم کی شخصیت کا کوئی بھی گوشہ مخفی نہ رہے۔

حضور شیخ العالم قدس سرہٗ کے شجرہ نسب دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے اجداد کرام میں کیسی کیسی یگانہ روزگار ہستیاں گزری ہیں جن میں سے کچھ تو وہ شخصیتیں تھیں جنھوں نے فقیری میں بادشاہی کی اور کچھ وہ تھیں جنھوں نے بادشاہت اور تاج سلطانی کو ٹھوکر مار کر فقر و درویشی اختیار کی۔ سلطان الاولیاء غوث وقت حضرت شیخ خواجہ ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہ کا نام کون نہیں جانتا جنھوں نے ایک مضبوط سلطنت کو اللہ و رسول کی محبت میں اس طرح ترک کر دیا جس طرح کوئی سلیم الطبع آدمی قابل نفرت چیزوں کو اپنے سے دور کر دیتا ہے۔ تاریخ اولیا میں چند ہی افراد ایسے ملتے ہیں جنھوں نے بادشاہت اور تاج سلطانی کو خیر آباد کہہ کر فقر و تجرید کی زندگی اختیار کی ان میں دو مبارک نام سب سے زیادہ مشہور ہیں ایک سلطان شیخ ابراہیم بن ادھم بلخی۔ دوسرا سلطان سید

اشرف جہانگیر سمنانی کچھوچھوی جب کہ حضرت ابراہیم بن ادھم کو اولیت حاصل ہے۔

حضرت شیخ العالم کے اجداد کرام میں سے اکثر بزرگوں کے مزارات بلخ میں آج بھی مرجع خلائق ہیں۔ کچھ حضرات سمرقند، بخارا، بغداد، بصرہ کوفہ وغیرہ میں مدفون ہیں جب کہ کچھ مقدس افراد وہ ہیں جو حرمین شریفین میں زیر زمین محو استراحت ہیں۔ لیکن آپ کے دادا حضرت شیخ داؤد جو سلطان علاء الدین خلجی کے دور حکومت میں پہلی بار ہندوستان تشریف لائے اور سلطان نے ان کی بڑی تعظیم وتکریم کی نیز اودھ کا ایک بہت بڑا علاقہ جہاں آج کل ردولی آباد ہے انہیں بطور جاگیر پیش کیا ان کا مزار اور آپ کے والد شیخ عمر کا مزار ردولی شریف ہی میں قصبہ سے باہر مرجع خاص و عام بنے ہوئے ہیں۔

الغرض حضور شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ جہاں روحانی لطافت وکرامت میں دنیائے اولیا کے شیوخ میں ایک زبردست مقام رکھتے ہیں وہیں پر خاندانی شرافت ونجابت میں ایک امتیازی شان بھی رکھتے ہیں جس کا انحصار صرف اور صرف فضل خداوندی پر موقوف ہے۔

مزید نعمت کی بات تو یہ ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے واسطے سے اوپر جا کر حضور سرور کائنات ﷺ کے شجرہ نسب سے مل جاتا ہے۔ جس کی تفصیل یوں ہے۔

حضور سید المرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کا شجرہ نسب۔

حضور محمد مصطفی ﷺ ابن حضرت عبداللہ ابن عبدالمطلب ابن ہاشم ابن عبد مناف ابن قصی ابن کلاب ابن مرہ ابن کعب ابن لوی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب والد کی طرف سے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ابن خطاب ابن نفیل ابن عبدالعزیٰ ابن ریاح ابن عبداللہ ابن قرط ابن رزاح ابن عدی ابن کعب ابن لوی۔

والدہ کی طرف سے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ابن حنتمہ بنت ہشام ابن مغیرہ ابن عبداللہ ابن عمر ابن مخزوم

ابن یقظہ ابن مرّہ ابن کعب ابن لوی۔

یعنی حضور اقدس ﷺ کا شجرہ نسب سات واسطوں سے کعب بن لوی تک پہنچتا ہے جب کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب والد کی طرف سے آٹھ واسطوں سے اور والدہ کی طرف سے بھی آٹھ واسطوں سے کعب بن لوی تک پہنچتا ہے۔ ع

ایں سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

یہاں تک تو حضور شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے شجرہ نسب پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی گئی اب یہاں سے آپ کے سجادگان کا ایک اجمالی تعارف پیش کیا جارہا ہے۔ چونکہ شخصیت وسیرت کے مؤلف نے صرف حضرت کی حیات اور خدمات ہی کو عنوان تالیف بنایا تھا اور ان دونوں پہلوؤں کو تشنہ چھوڑ دیا تھا جس کی وجہ سے کتاب گویا ناقص لگ رہی تھی اس لئے اس اشاعت میں یہ ضروری سمجھا گیا کہ تذکرہ کا یہ باب بھی مکمل کر دیا جائے تاکہ اس کی اہمیت وافادیت میں کوئی کمی واقع نہ رہنے پائے۔

تذکرہ سجادگان حضور شیخ العالم قدس سرہٗ

حضرت شیخ العالم کے وصال ہوئے اب تک پانچ سو چھیانوے سال ہو چکے ہیں لیکن آپ کی مسند سجادگی کی رونق کبھی ماند نہیں پڑی بلکہ آپ کی اولاد ہی میں سے ہر دور میں ایک جامع کمالات فرد کے ذریعہ آپ کا فیضان سجادگی عام ہوتا رہا اور یہ سلسلہ بحمدہٖ تعالیٰ اب تک جاری ہے اور جاری رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

یوں تو آپ کے سجادہ نشینوں کو آپ کی وجہ سے اہل زمانہ پر گوں ناگوں فضیلتیں حاصل ہیں مگر ایک خصوصی فضیلت جس کا لحاظ اہلِ علم وسلسلہ بغیر کسی کوتاہی کے کرتے ہیں یہ ہے کہ آپ نے کہا تھا ''ہر دور میں اپنا سجادہ نشین میں خود ہوں'' چنانچہ اس بات کا انکشاف شیخ حمید قدس سرہٗ سجادہ نشین کے دور میں ہوا کہ حضور شیخ العالم کے سجادہ نشین کون ہوگا اس کا انتخاب آپ خود ہی فرماتے ہیں اور عالم رویت یا عالم معاملہ میں وقت کے سجادہ کو آگاہ فرمادیتے ہیں کہ تم اپنے بعد فلاں کو امانتیں سپرد کرنا۔

بہر حال اس پر تاریخی شواہد موجود ہیں کہ حضور شیخ العالم کے سجادگان ہر دور میں علماء وصوفیاء کے درمیان قابل عزت واحترام رہے ہیں۔ کوئی وقت کا خواہ کتنا بڑا عالم وفاضل کیوں نہ ہوتا اگر ان سے ملاقات ہوتی تو دست بوسی کرتا۔ بیٹھا ہوتا تو کھڑا ہو جاتا اور اگر بلند جگہ پر ہوتا تو نیچے اتر آتا۔ نیازمندی کا یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ لوگوں میں نفسیانیت آ گئی۔ تعصب وتنگ نظری نے ان پر باب روحانیت مسدود کر دیا اور جہالت وخود پسندی نے ان میں برتری کی جنگ بھڑکا دی نتیجتاً خانقاہوں سے لوگ دور ہوتے چلے گئے تعلیمات صوفیا سے ان کا رشتہ منقطع ہو گیا جس کی وجہ

سے سماج ومعاشرہ اخلاقی وروحانی زوال سے دوچار ہے۔ بلکہ یوں کہئے کہ مرض ناسور بن چکا ہے اور مریض شدت کرب میں تڑپ رہا ہے مگر معالج پابہ زنجیر ہے کہ نہ خود کو چھڑا سکتا ہے اور نہ علاج کے لئے جا سکتا ہے۔

حضور شیخ العالم قدس سرہٗ کے سجادگان سے شرف نیاز حاصل کرنے والوں کا مختصر تذکرہ آئندہ سطور میں پیش کیا جائے گا یہاں سر دست آپ کے سجادگان کا تعارف حاضر خدمت ہے۔

اوپر مذکور ہوا کہ حضور شیخ العالم کے پردہ کئے ہوئے پانچ سو چھیانوے سال کا طویل عرصہ گزر چکا ہے اور اس طویل عرصے میں سترہ حضرات بحیثیت سجادہ نشین یکے بادیگرے گزر چکے ہیں جب کہ فی الحال نیر ملت شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں صاحب قبلہ اٹھارہویں سجادہ نشین کی حیثیت سے حضور شیخ العالم کی مسند سجادگی کو زینت بخشے ہوئے ہیں۔ ہم یہاں اولاً سجادگان کی ایک فہرست پیش کرتے ہیں بعدہٗ ان میں سے ہر فرد پر اجمالی معلومات پیش کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

فہرست سجادگان حضور شیخ العالم قدس سرہٗ

(۱) حضرت شیخ عارف احمد قدس سرہٗ سجادہ نشین اول

(۲) حضرت شیخ محمد چشتی احمدی 〃 〃 سجادہ نشین دوم

(۳) حضرت شیخ بدھ اولیا 〃 〃 سجادہ نشین سوم

(۴) حضرت شیخ پیر اولیاء 〃 〃 سجادہ نشین چہارم

(۵) حضرت شیخ قطب الدین 〃 〃 سجادہ نشین پنجم

(۶) حضرت شیخ حمید 〃 〃 سجادہ نشین ششم

(۷) حضرت شیخ سلیم 〃 〃 سجادہ نشین ہفتم

(۸) حضرت شیخ محمد عارف ثانی عرف شیخا پیر 〃 〃 سجادہ نشین ہشتم

(۹) حضرت شیخ محمد اشرف عرف پیر اچھے 〃 〃 سجادہ نشین نہم

(۱۰) حضرت شیخ عطاء اللہ عرف پیر بساون 〃 〃 سجادہ نشین دہم

(۱۱) حضرت شیخ احمد زماں 〃 〃 سجادہ نشین یازدہم

(۱۲) حضرت شیخ فقیر احمد 〃 〃 سجادہ نشین دوازدہم

(۱۳) حضرت شیخ علی احمد 〃 〃 سجادہ نشین سیزدہم

(۱۴) حضرت شیخ شاہ درویش احمد 〃 〃 سجادہ نشین چہاردہم

(۱۵) حضرت شیخ شاہ التفات احمد 〃 〃 سجادہ نشین پنج دہم

(۱۶) حضرت شیخ شاہ حیات احمد 〃 〃 سجادہ نشین شش دہم

(۱۷) حضرت شیخ شاہ آفاق احمد 〃 〃 سجادہ نشین ہفت دہم

(۱۸) نیر ملت حضرت شیخ شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں صاحب قبلہ بقید حیات ہیں اور خدمات دین متین میں ہمہ تن مصروف ہیں اللہ تعالیٰ ان کی درازی عمر سے ہم سب کو برکت عطا کرے۔ (آمین)

حضور شیخ العالم کے سجادگان کے تفصیلی حالات ایک زمانہ تک نگاہوں سے اوجھل رہے یہاں تک کہ نام کے علاوہ ان کا کوئی ذکر ہی نہیں تھا۔ پھر جب حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی صابری کی لکھی ہوئی کتاب مرأۃ الاسرار منظر عام پر آئی تو اس میں حضرت شیخ حمید قدس سرہٗ تک چھ سجادگان کے حالات دستیاب ہو گئے مگر حضرت شیخ سلیم سے لیکر حضرت شاہ درویش احمد تک کے حالات ہنوز ناپید تھے اور کسی نے تلاش وجستجو کی زحمت بھی گوارہ نہیں کی البتہ شاہ مبین احمد صاحب مرحوم مؤلف ''شخصیت وسیرت وشہر حق'' نے غالباً پہلی بار اس جہت پر کام شروع کیا اور انہیں کامیابی بھی ملی۔

ادھر جب ہم نے اس بار شخصیت وسیرت پر تصحیح وترتیب جدید کا کام شروع کیا تو اس بات کا شدید احساس ہوا کہ تذکرہ سجادگان کے بغیر کتاب نامکمل ہے لہٰذا وہ حصہ بھی شامل اشاعت ہونا چاہئے۔ حضرت صاحب سجادہ نے فرمایا کہ ''اجمالی تعارف'' کے نام سے جو کتابچہ اس سے قبل ترتیب دیا گیا تھا اسے کتاب کے آخر میں شامل کر دینے سے یہ کمی دور ہو سکتی ہے مگر مجھے اس پر اطمینان اس لئے نہیں ہوا کیوں کہ اس میں مرأۃ الاسرار، اخبار الاخیار اور جہان حق سے نقل کے علاوہ کوئی دوسری چیز بالکل نہیں ہے چنانچہ مذکورہ کمی کو پُر کرنے کے لئے میں نے مواد کی تلاش

شروع کردی۔ یہ حضور شیخ العالم کا فیضان ہی تھا کہ مجھے اس سلسلہ میں خاطر خواہ کامیابی ملی خاص طور سے جناب مبین احمد صاحب مرحوم نے جو بنیاد رکھی تھی وہ میرے لئے سنگ میل ثابت ہوئی۔اور میں اتنی معلومات حاصل کرنے میں کامیاب رہا جو ہمیشہ خانہ تعارف کو روشن رکھیں گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

اب یہاں سے حضور شیخ العالم قدس سرہٗ کے سجادگان میں سے ایک ایک فرد کا مختصر تعارف حاضر خدمت ہے۔ صاحب بحر ذخار نے حضرت شاہ احمد زماں رحمۃ اللہ علیہ تک گیارہ سجادگان کا ذکر کیا ہے مترجم بحر ذخار حضرت مولانا نعیم الحلیم ابو العرفان فرنگی محلی نے ابتدا میں اس کی ایک اجمالی فہرست پیش کی ہے جو اس طرح ہے۔

(۱) حضرت مخدوم علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے مخدوم شیخ عارف ۵۰ر سال تک خلیفہ و مسند نشیں رہے۔ تعلیم و تربیت والد سے حاصل کی آپ کی وفات ۱۸ر صفر ۸۸۷ھ میں ہوئی اور والد محترم کے دائرہ میں مدفون ہوئے۔

(۲) مخدوم شیخ محمد بن مخدوم شیخ عارف اپنے والد کے خلیفہ و جانشین دادا کے قدم بقدم ۸۸۷ھ میں خلافت پائی، سلطان بہلول لودھی کے زمانہ میں تھے آپ کے مرید شیخ عبد القدوس بن اسماعیل حنفی تھے۔

(۳) شیخ اولیا مخدوم بڈھ ردولوی بن شیخ محمد بن شیخ عارف۔ اپنے والد کے خلیفہ و جانشین ہوئے۔ آپ کے مرید شیخ عبد الرحمٰن قدوائی تھے۔ آپ کے دو صاحبزادے شیخ پیر، شیخ منصور صاحب کمال تھے تاریخ وفات نامعلوم۔

(۴) مخدوم شاہ پیر ردولوی اپنے والد شیخ بڈھ کے خلیفہ ہوئے تاریخ وفات نہ معلوم۔

(۵) مخدوم شیخ قطب الدین اپنے والد شاہ پیر کے مرید و خلیفہ تھے۔ جلال الدین اکبر کے ایک امیر کو اپنی عمر سے ۲۰ر سال دے دیئے تھے۔ آپ کے مرید پالی کے شیخ معروف مجذوب تھے۔ تاریخ وفات نامعلوم۔

(۶) مخدوم شیخ عبد الحمید ردولوی خلف و خلیفہ اپنے والد مخدوم قطب الدین کے ہیں۔ والد کے سیوم کے دن سے ایک سال حجرے میں رہے منزل سلوک طے کی۔ شیخ عبد الرحمٰن کو ولایت

خواجگان چشت اور امانات سے نوازا۔ جہانگیر کے زمانے میں ۲ر جمادی الاول ۱۰۳۲ھ کو پردہ کیا دادا بزرگوار کے پہلو میں ردولوی میں مدفون ہوئے۔

(۷) حضرت شیخ سلیم ردولوی خلیفہ شیخ حمید کے تھے ساری امانات شیخ احمد عبد الحق کے حکم سے ان کی دی گئی ان کی اہلیہ بی بی رابعہ دوسری رابعہ بصری تھیں۔ اپنے دادا کی زیارت کے لئے الگ در بنایا تھا۔ تاریخ وفات کا ذکر نہیں ہے۔

(۸) حضرت شیخ محمد عرف شیخا پیر ردولوی خلف و خلیفہ شیخ سلیم کے تھے تاریخ وفات معلوم نہیں ہوئی۔

(۹) حضرت شیخ محمد اشرف پیر اچھے ردولوی، آپ خلف و خلیفہ و سجادہ نشین شیخ احمد کے تھے اپنے بڑے بیٹے پیر بساون کو خرقہ سجادگی و امانتیں دیں۔

(۱۰) پیر بساون کے مرید افادت خاں دہلوی تھے۔

(۱۱) پیر بساون نے آخری وقت حاجی الحرمین شاہ احمد زماں کو خرقہ و امانات دیں، جانشین بنایا۔

بحر ذخار مترجم قلمی نسخہ کے کچھ اوراق اس وقت پیش نظر ہے اس میں جو کچھ درج ہے ہم اسے مناسب مقام پر انشاء اللہ نقل کریں گے۔

حق حق حق

۷۸۶/۹۲

شیخ الصادقین قدوۃ السالکین شیخ عارف احمد صابری چشتی قدس سرہٗ سجادہ نشین اول حضور شیخ العالم قدس سرہٗ

حضور شیخ العالم کے پہلے سجادہ نشین آپ کے فرزند ارجمند شیخ عارف احمد ہوئے۔آپ کی ولادت ۸۱۵ھ میں اور وفات ۸۵۵ھ میں ہوئی۔(شہر حق)

انوار العیون میں ہے کہ حضور شیخ العالم کے یہاں ایک بچہ تولد ہوا اور اس دھرتی پر آتے ہی اس بچے کی زبان سے لفظ حق حق جاری ہو گیا۔ بچے کا نام شیخ عبد العزیز رکھا گیا قدرت الٰہی سے اس حیرت انگیز سرعت کے ساتھ اس کی نشو ونما ہونے لگی کہ دس مہینے کی قلیل عمر میں سات ،آٹھ برس کے بچوں کی طرح بولنے اور چلنے پھرنے لگا۔لوگوں میں ایک شور سا برپا ہو گیا۔حضرت شیخ العالم نے فرمایا ہمارے گھر میں اس طرح کے شور و ہنگامہ کی کوئی گنجائش نہیں لہٰذا اس بچے کی ہستی کو فنا سے بدل جانا ہی زیادہ مناسب ہے۔چنانچہ ایک دن آبادی کے باہر تشریف لے گئے اور ایک جگہ کی نشاندہی کر کے فرمایا یہ اس کی آخری آرام گاہ ہے۔پھر اس کے بعد جب گھر تشریف لائے تو گھر والوں نے دریافت کیا کہ کہاں تشریف لے گئے تھے؟ آپ نے فرمایا قبر کی جگہ دیکھنے اس پر اہلِ خانہ کو حیرت ہوئی اور عرض کیا کہ گھر میں سب لوگ بخیر ہیں پھر اس کی کیا ضرورت پیش آئی؟ جواباً آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہوسکتا ہے کسی کو اس کی ضرورت در پیش ہو جائے۔بس پھر کیا تھا قضائے الٰہی سے تیسرے دن شیخ عبد العزیز کا وصال ہو گیا اور حضور شیخ العالم نے بہ نفس نفیس غسل و کفن دیگر نماز جنازہ پڑھی اور دریافت شدہ جگہ دفن فرمادیا پھر فاتحہ پڑھ کر شیرینی تقسیم کرتے ہوئے واپس ہوئے۔

حضرت قطب عالم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ کے گھر میں جب بھی کسی بچے کی ولادت ہوتی تو وہ بچہ بزبان فصیح تین بار حق حق کا نعرہ لگاتا اور وصال کر جاتا۔آپ کی زوجہ معظّمہ جو ایک پاکیزہ سیرت و فاطمہ صفت خاتون تھیں کسی بچہ کے زندہ نہ رہنے کی وجہ سے ہمیشہ مغموم اور افسردہ رہا کرتیں۔ایک بار روتی ہوئی آپ سے عرض گزار ہوئیں کہ آپ کو میرے کسی فرزند کا جینا گوارہ نہیں آخر اس ضعیفہ کو کب تک خراب حال رکھیں گے؟ حضرت شیخ العالم نے فرمایا غم نہ کرو ہمارے حصے میں ایک فرزند ہے اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں اس کی پرورش کر کے دوں گا لیکن وہ بچہ ابھی پختہ اور پروردہ نہیں ہوا۔میں سفر میں جاتا ہوں تاکہ اس کو پختہ اور پروردہ کر لاؤں اور تمہیں سونپ دوں مگر شرط یہ ہے کہ تم اس کی ہر خواہش کا خیال رکھو گی اور اسے کبھی کچھ نہ کہو گی۔زوجہ محترمہ نے شرط قبول کر لی اور چند دنوں کے بعد حضرت شیخ العالم کے گھر میں ایک فرزند پیدا ہوا جس کا نام آپ نے شیخ عارف رکھا۔بچہ کیا تھا بلکہ عارف ربانی محقق سبحانی زمانے کا مددگار یگانہ روزگار، کامل، اکمل اور اللہ کے مقدس ولیوں میں سے ایک ولی کامل تھا۔(ملخص از انوار العیون فارسی)

حضرت شیخ عبد الرحمٰن چشتی صابری تحریر فرماتے ہیں کہ آپ (شیخ عارف) بڑے صاحب کمال بزرگ تھے سر سے پاؤں تک آپ حسن اخلاق سے آراستہ اور صاحب کرامت تھے۔جب آپ کو تعلیم کی خاطر استاد کے سامنے بٹھایا گیا۔حضرت شیخ احمد عبد الحق نے فرمایا کہ اے معلم اسے اپنے علم میں سے کوئی چیز تعلیم نہ کرنا کیونکہ العلم حجاب اکبر (علم سب سے بڑا حجاب ہے) میں اسے خود پڑھاؤں گا تمہارے پاس صرف ادب سکھانے کی خاطر بھیجا ہے۔چنانچہ آپ نے کمال شفقت سے شیخ عارف کو تربیت دیکر مرتبہ تکمیل وارشاد پر پہنچا دیا۔آپ کے وصال کے بعد مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور ایک جہاں نے آپ سے ہدایت حاصل کی۔(مرأۃ الاسرار اردو صفحہ ۱۱۶۱)

محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی، شیخ عارف قدس سرہٗ کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔شیخ عارف رحمۃ اللہ علیہ ولادت ۸۱۵ھ وصال ۸۵۵ھ آپ شیخ احمد عبد الحق کے بیٹے اور جانشین تھے،تقریباً چالیس برس کی قلیل عمر پائی، ہر گروہ اور ہر مذہب سے پوری واقفیت رکھتے

تھے اور تمام لوگ آپ سے خوش رہتے تھے۔ منقول ہے کہ شیخ احمد عبدالحق کا کوئی لڑکا زندہ نہ رہتا تھا۔ ایک روز آپ کی بیوی نے آپ سے بطور شکایت عرض کیا کہ کیا ہماری قسمت میں ایک بھی بیٹا نہیں؟ جو ہوتا بھی ہے تو خدا کا فرشتہ آتا ہے اور اسے خدا کی رحمت میں لیجاتا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ ایک بیٹا ہماری قسمت میں ہے جو تجھے ملے گا لیکن ابھی وہ پختہ نہیں ہوا ہے، روم کے سفر میں پکا کر انشاء اللہ تمہارے حوالہ کر دیا جائے گا لیکن شرط ہے کہ اس سے کچھ کہنا نہیں اور ہمیشہ اس کو خوش رکھنے کی کوشش کرنا، چنانچہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد آپ کے ہاں ایک فرزند متولد ہوا جس کا نام ''عارف'' رکھا گیا اور عارف سے بھی ایک بیٹا ہوا جس کا نام ''محمد'' تھا جو شیخ عبدالقدوس کے شیخ اور پیر تھے۔ (اخبار الاخیار اردو صفحہ ۴۱۱)

صاحب بحر ذخار لکھتے ہیں:

مخدوم شیخ عارف ردولوی: وہ پردہ دار سرّ اور قات ازلی، وہ محرم و ماہر حقائق حالات لم یزل وہ محیط سلسلہ صابری، وہ غریق بحر ہدایت و رہبری، وہ مشاہدہ انوار الوہیت میں ہمیشہ مستغرق رہنے والے مرجع اقطاب مخدوم شیخ عارف بن شیخ احمد عبدالحق خلف وخلیفہ والد بزرگوار خود ہیں۔ اولیائے عظیم اور انوار شاہد بے نشاں میں ڈوبے رہنے والے عجیب حالات و صاحب غریب مقامات معدن امعانی، خزینہ کمالات انسانی اپنے والد محترم کے قدم بقدم مسند ہدایت پر رونق افروز ہونے والے۔ صدر روح روان سلسلہ بیکراں، مقتدائے ارباب عشق، ولولہ واقف سرّ سرمدی وارث درود ولایت احمدی تھے۔

والد کی وفات سے پچاس سال تک قدم بقدم اپنے والد کے حسن اخلاق، تواجد وعبادات تصرفات صوری و معنوی کے ساتھ سجادہ کو مزین فرمایا۔ آپ کے کمالات کی نہایت حضور اور دوری تھی۔ حضرت شیخ احمد عبدالحق نے استاذ سے فرمایا کہ صاحبزادے کو اپنے علم میں سے کچھ نہ سکھانا اس لئے کہ علم حجاب اکبر ہے میں اپنا علم خود اسے سکھاؤنگا۔ اور تمہارے پاس تو صرف ادب سیکھنے کے لئے میں نے بھیجا ہے اور سپرد کیا ہے پس آپ اپنے والد کی تربیت سے مرتبہ تکمیل وارشاد تک پہنچے۔ اور اپنے والد کے بعد ایک عالم کو اپنے نور ولایت سے منور فرمایا اور ہدایت سے مالا مال

فرمایا۔ بتاریخ ۱۸ صفر ۸۸۷ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک والد محترم کے دائرہ میں ہے ردولی میں۔ (اردو ترجمہ بحر ذخار صفحہ ۴)

ضروری وضاحت:

بحر ذخار کے انکشاف سے آپ کی تاریخ وصال میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ کیونکہ شیخ محقق دہلوی نے آپ کی تاریخ وفات ۸۵۵ھ لکھی ہے اور کہا کہ تقریباً چالیس برس کی قلیل عمر پائی جب کہ صاحب بحر ذخار نے سال وفات ۸۸۷ھ اور مسند سجادگی کو رونق بخشنے کی مدت پچاس سال درج کیا ہے۔ جناب مبین احمد صاحب مؤلف شخصیت وسیرت نے اول الذکر کو نقل کیا ہے جب کہ بعض کتابوں میں ثانی الذکر بھی منقول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آپ کا مزار مبارک بالکل شیخ العالم کے دائیں پہلو میں منبع خیر و برکت بنا ہوا ہے۔ آپ کے بعد آپ کے لائق وفائق فرزند شیخ الاسلام شیخ محمد قدس سرہٗ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔

شیخ المشائخ شیخ عارف احمد قدس سرہٗ علم وفضل، تقویٰ وطہارت اور حقیقت ومعرفت میں حضور شیخ العالم کے قدم بہ قدم تھے ورنہ حضور شیخ العالم کی مسند تبلیغ وارشاد کو سنبھالنا کارے دارد لیکن آپ نے اس حسن وخوبی سے تربیت واصلاح کا کام انجام دیا کہ سلسلہ چشتیہ صابریہ میں چار چاند لگ گیا۔

سلسلہ چشتیہ صابریہ کی سب سے اہم ترین شاخ سلسلہ احمدیہ'' جو حضور شیخ العالم سے جاری ہوتی ہے اس کے مبلغ اول آپ ہی تھے، صاحب خم خانہ تصوف لکھتے ہیں۔ 'آپ (حضرت شیخ العالم) کے صاحبزادے شیخ عارف آپ کے سجادہ نشین ہوئے اور ان کے والد حضرت شیخ احمد عبد الحق کا سلسلہ چلا جس کو ''سلسلہ احمدیہ چشتیہ'' کہتے ہیں۔ (خم خانہ تصوف صفحہ ۲۵۵)

شیخ الاسلام عارف ربانی حضرت شیخ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین دوم حضور شیخ العالم قدس سرہٗ

آپ والدگرامی حضرت شیخ عارف رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضور شیخ العالم کے دوسرے سجادہ نشین کی حیثیت سے مسند ارشاد و تبلیغ پر متمکن ہوئے اور ایک جہان کو فیوض باطنی سے مالا مال کیا۔ آپ نہایت ہی اعلیٰ شان کے مالک تھے۔ بچپن ہی سے آثار ولایت جبین مقدس پر ہویدا تھے۔ والدگرامی نے ایک قلیل مدت میں ظاہری باطنی تربیت فرما کر آپ کو درجہ کمال پر فائز کر دیا۔ پھر حضرت شیخ العالم کی روحانیت نے ایسا اثر بخشا کہ میدان سلوک و معرفت کے عظیم شہسوار کہلائے۔

صاحب بحر ذخار رقمطراز ہیں۔ قطب الاقطاب مخدوم شیخ محمد ردولوی: وہ ہزاروں نورانی شمع سے مزین فانوس ولایت وہ کمالات انسانی کی خوشبوؤں کا لخلخہ، وہ نسیم صبح وصال وہ شمیم گلدستہ فضل وکمال وہ ذخیرہ تعارف و معارف قطب الاقطاب مخدوم شیخ محمد بن مخدوم شیخ عارف صوفیائے کرام کے طائفہ میں محتشم، بزرگ شان قوی الحال، صاحب خُلق عام مشاہدہ مدام، نکہت گلدستہ ولایت صابری، روائح ریاض بندہ پروری، شمس فلکِ کمالات شمس الدین، مظہر جلال حضرت جلال الدین، ترک سلسلہ ترکان، بزرگِ بزرگی بزرگان، ہارون ولایت ہارونی، حاجی معاملات حاجی شریف زندانی کاف کرامات کُبرا، فہیم معاملات معلّٰی، ممدوح اہل معاملہ، محمود ذیات مشاغلہ، وہ جود دوست، ہم دم اپنے جد بزرگوار کے قدم بقدم تھے۔

گلزار انصار میں لکھا ہے کہ معروف و محمود احمد عارف تھے۔ ان کی سیمائے صورت سے شمائم سیرت اور خوارق عادات کی چمک دمک روشنی پھیلانے والی اور ان کے ظاہری و باطنی حالات

منور کرنے والے تھے۔ انہوں نے منصب مسند نشینی اپنے والد ماجد کی خدمت اور برکت سے حاصل فرمایا اور مشابہت حالات اور مناسبت مقامات و مراقبات میں والد بزرگوار کے پہلو بہ پہلو تھے۔ ۸۸۷ھ میں کوس ولایت و خلافت بجنے لگا۔ اس زمانے میں سلطان بہلول لودھی کی سلطنت صوری دارالخلافہ دہلی میں قائم تھی۔ صاحب کمالات اور عیسوی معجزات کے حامل تھے۔ (بحر ذخار اردو ترجمہ صفحہ-۵)

بحر ذخار میں آپ کا ایک مکتوب بھی نقل کیا گیا ہے۔ خط کیا ہے علوم و معارف کا خزینہ اسرار و حقائق کا گنجینہ بلکہ اہل دل کیلئے صحیفۂ سکینہ ہے۔ ذیل میں اس کا اردو ترجمہ ملاحظہ کریں۔

اے عزیز! ارادہ سالک کی سواری ہے۔ جس قدر قوی تر اور محکم تر سلوک راہ طریقت اور طریق شریعت کو طے کیا جائے اور منزل حقیقت کو پانے کی کوشش کی جائے اور جلد ہی سالک کو چاہئے کہ کشش اور کوشش کے بقدر جد و جہد کرے اور خود کو مرشد کامل دانا جو انسان کامل ہو اس کے حوالے کرے اور اقوال و افعال و احوال اور حضرت رسالت پناہی ﷺ سے اپنے کو آگاہ کرے اور پوری تحقیق کے ساتھ عمل کرے اور آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق عمل پیرا ہو اور اپنے ظاہر و باطن کو پیر سے پوشیدہ نہ رکھے۔ کم سخنی، بھوک پر صبر سیر و صحبت قلبی و عزلت باطنی کو اختیار کرے تاکہ مقام ابرار و احرار تک پہنچنے میں کامیابی حاصل ہو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے۔ (بحر ذخار صفحہ-۵)

حضرت شیخ عبد الرحمٰن چشتی لکھتے ہیں۔ ”آپ کے کمالات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت عبد القدوس گنگوہی قدس سرہٗ جیسے عالم لاہوت میں پرواز کرنے والے شہباز آپ کے مرید تھے۔“ (مرآۃ الاسرار صفحہ ۱۱۶۱)

کون نہیں جانتا کہ قطب الاقطاب شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جہان اولیا میں ایک خاص مقام اور سلسلہ چشتیہ سابریہ کی ایک خاص پہچان کا نام ہے۔ جن کی شان یہ ہے کہ دو مخدوموں نے ان کے لئے بشارت ولایت دنیا میں ان کی آمد سے قبل ہی دی دے تھی۔ ایک غوث العالم حضرت شیخ سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے شیخ العالم شیخ احمد عبد الحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ نے۔

بلاشبہ مرید اس وقت تک منزل مقصود تک نہیں پہنچتا ہے جب تک کہ مرشد کی رہبری میسر نہ ہو اور اس کی ولایت اس وقت تک مضبوط نہیں ہوتی جب تک کہ مرشد کی طرف سے اس کی تصدیق نہ ہو جاتی ہو صوفیاء فرماتے ہیں شیخ اپنے مرید سے بہر حال ایک درجہ ہی سہی ضرور بلند ہوگا کیونکہ شیخ امام ہوتا ہے اور مرید مقتدی اور دونوں کے درمیان فرق بالکل عیاں ہے۔

لہٰذا حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مکمل حالات اگرچہ کتابوں میں دستیاب نہیں تاہم قطب عالم شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت سے آپ کے فضل و کمال کا اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔ بلکہ اگر میں یوں کہوں تو بیجا نہ ہوگا کہ حضرت عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات ہی آپ کا سب سے بڑا حیات نامہ ہے جس کا انتظام قدرت نے اپنی طرف سے کردیا کیونکہ اُس چاند کی چاندنی اسی آفتاب ولایت کی کرن کا فیض ہے۔

حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے آستانے میں جاروب کشی کرتے اور عالم روحانیت میں حضرت شیخ العالم کے ساتھ ان کا بڑا مضبوط معاملہ تھا لیکن حضرت شیخ العالم نے ان سے فرمادیا کہ تمہارے کمالات کا حصول شیخ محمد سے بیعت پر موقوف ہے جیسا کہ خود حضرت عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب انوار العیون میں رقم کیا ہے کہ ”شیخ العالم کے پوتے شیخ وقت حضرت شیخ محمد مدظلہٗ واعلیٰ قدرہ سے میں نے بیعت کی اور اجازت کا شرف حاصل کیا۔ (انوار العیون صفحہ ۱۲۸)

شیخ عبد الرحمٰن چشتی لکھتے ہیں ”اگرچہ انہوں نے (شیخ عبد القدوس) شیخ احمد عبد الحق قدس سرہٗ کی روحانیت سے براہ راست فیضان حاصل کیا لیکن حضرت شیخ کے باطنی حکم کی بنا پر وہ شیخ محمد کے مرید ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ (مرأۃ الاسرار صفحہ ۱۱۶۱)

آپ کی عمر طبعی کتنی ہوئی اور کس سنہ میں آپ کا وصال ہوا اس کا ذکر کتابوں میں نہیں ملتا البتہ وقت قرب وصال کا ایک واقعہ لطائف قدوسی کے حوالے سے مرأۃ الاسرار میں یوں منقول ہے۔

”جب آخر عمر میں حضرت شیخ محمد مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ نے اپنے بڑے

لڑکے شیخ اولیا عرف شیخ بدھ کو یاد فرمایا۔ وہ اس وقت شیخ عبد القدوس گنگوہی کی خدمت میں شاہ آباد گئے ہوئے تھے۔

شیخ احمد عبد الحق قدس سرہٗ کی روحانیت نے اسی وقت شیخ عبد القدوس کو حکم دیا کہ میرے بیٹے شیخ بدھ کو فوراً اودھ (یعنی ردولی) پہنچاؤ وہ اسی وقت شیخ بدھ کو ردولی لے آئے۔ اس وقت شیخ محمد حالت نزع میں تھے۔ آپ گاہے بگاہے ذات احدیت میں مستغرق ہو جاتے تھے۔ جب عالم ہوشیاری میں آتے تھے تو فرماتے تھے کہ سبحان اللہ سمجھ گیا سمجھ گیا۔ شیخ عبد القدوس نے دریافت کیا کہ آپ کیا سمجھ گئے۔ آپ نے فرمایا میں ”توحید مطلق“ کو سمجھا۔ جب روح پرواز ہونے کا وقت آیا تو آپ پر استغراق کا غلبہ ہو گیا۔ شیخ عبد القدوس نے عرض کیا کہ یہ مردان حق کی ہوشیاری کا وقت ہے۔ آپ نے فرمایا ہماری طرف سے بے فکر ہو جاؤ اس وقت ذات حق کے سوائے میرے سینہ میں کوئی چیز نہیں سما سکتی ہے پس ذوق وشوق کے عالم میں اُٹھ کر بیٹھ گئے اور خرقہ خلافت اور مشائخ چشت کی امانت شیخ بدھ کو عنایت فرمائی اور اپنا جانشین مقرر کیا۔ اس کے بعد شیخ عبد القدوس نے عرض کیا کہ حضور تو اس ہوشیاری اور اس دولت کے ساتھ جا رہے ہیں۔ مجھ غریب کا کیا حال ہوگا؟ آپ نے فرمایا بابا تجھے کیا غم ہے تم ولی اللہ ہو۔

اس وقت معلوم ہو گیا کہ آپ کو طلب کرنے کا یہ مقصد تھا کہ شیخ عبد القدوس اس بشارت سے ابدی کامیابی حاصل کریں گے اور شیخ بدھ آپ کے خلیفہ اور جانشین ہو کر مفاخرت دارین حاصل کریں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد شیخ محمد نہایت خوش وخرم دار البقا کی جانب رحلت کر گئے۔ (مرأۃ الاسرار صفحہ ۱۱۶۲)

آپ کا مزار اقدس احاطہ شیخ العالم میں منبع فیوض و برکات بنا ہوا ہے۔ آپ کے چار صاحب زادے ہوئے شیخ عبد القادر، شیخ عبد الشکور، شیخ عبد الغفور اور شیخ اولیاء ان میں سے ہر فرد اپنی جگہ کامل روزگار ہوئے مگر مسند سجادگی حضرت شیخ اولیا کے حصہ میں آئی۔

الٰہی تا بود خورشید و ماہی
چراغ چشتیاں را روشنائی

شیخ الشیوخ عمدۃ الواصلین حضرت مخدوم شیخ اولیاء عرف شیخ بدھ قدس سرہٗ سجادہ نشین سوم حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ

آپ کا شمار شیخ الکاملین میں ہوتا ہے۔ وقت کے زبردست عالم، فاضل اور محقق تھے۔ حصول علم دین میں آپ نے بڑی کوششیں کیں۔ شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے چونکہ آپ پیرزادے تھے اس لئے وہ آپ کی بری قدر ومنزلت فرماتے اور حصول علم دین پر برابر کوشاں رہنے کی تاکید کرتے بلکہ اکثر کتابیں آپ کو خود شیخ عبدالقدوس گنگوہی نے ہی پڑھائیں اور ان کے فرزند شیخ حمید جو بڑے ہی بلند پایہ عالم، فقیہ وفلسفی تھے وہ آپ کے ہم درس تھے چنانچہ حضرت مولانا شیخ رکن الدین ابن شیخ عبدالقدوس گنگوہی لطائف قدوسی میں لکھتے ہیں۔ ''شیخ المشائخ والاولیاء شیخ بدھ جو حضرت قطبی (یعنی حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی) کے پیرزادہ تھے۔ شاہ آباد میں میرے بڑے بھائی شیخ حمید کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے میں مشغول تھے۔'' (لطائف قدوسی صفحہ ۲۳۹)

آپ کتنی زبردست شخصیت کے مالک تھے اور عرفاء واولیاء کے درمیان آپ کا کیا مقام تھا اس کا اندازہ ان القابات سے لگایا جاسکتا ہے جن کو حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی نے ایک مکتوب میں آپ کے نام کے آگے انتہائی ادب واحترام کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ اس مکتوب کا ابتدائی حصہ یہ ہے۔

حق حق حق

السلام علیکم سلام علیک روحی فداک و قلبی لدیک

قدمبوسی وزمیں بوس بجناب عالی مآب لایزال عالیا آستانہ علیا پیرزادہ سجادہ نشین درگاہ عالی، فرد حقیقت، مرد طریقت، شیخ المشائخ والاولیاء شیخ اولیا عرف شیخ بدھ دامت مشیختہ فقیر حقیر مبتلا عبدالقدوس بن اسماعیل حنفی عرض پرداز یہ کہ **المقصود هو المقصود ولا مقصود سواه فالله ولا سواه** (مکتوبات قدوسیہ اردو مکتوب نمبر ۲۲ صفحہ ۱۱۳) اس خط میں حق تعالیٰ کی بے نیازی، اس کی رضا جوئی اور اس کی اطاعت کا ذکر ہے ساتھ ہی ساتھ پیرزادے کیلئے حصول تعلیم اور تصفیہ قلب کی تلقین بھی۔

صاحب بحر ذخار نے آپ کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے۔

شیخ اولیا مخدوم بدھ ردولوی: وہ برج سرمدی کے سعد ستارے وہ دُرج احمدی کے بے بہا موتی وہ استغراقی جام کے بادہ نوش وہ قطب آفاق بالاستحقاق وہ خزینہ کمالات حقائق ومعارف شیخ اولیاء مخدوم بدھ بن شیخ محمد بن شیخ عارف خلف وخلیفہ والد خود شیخ محمد بن عارف بساط صدر میں جلیل القدر اولیا میں سے ہیں نمونہ کمالات اجداد، مورد عنایات خداداد تھے۔ غرض کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے شیخ بدھ کو محرمیت تمام اور مشاہدہ مدام اپنے حضور اقدس میں عطا فرمایا تھا اور اپنے وقت کا شیخ المشائخ بنایا تھا۔ (بحر ذخار اردو ترجمہ صفحہ ۶)

حضرت عبدالرحمٰن چشتی بہت ہی مختصر مگر جامع الفاظ میں آپ کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔

''آپ کا اصل نام شیخ اولیا ہے اور شیخ بدھ کے نام سے مشہور ہیں۔ اپنے والد کے وصال کے بعد مسند ارشاد پر متمکن ہوئے اور بڑے کمالات حاصل کئے۔ مخدوم شیخ عبدالرحمٰن قدوائی جن کی عمر ایک سو سال کے قریب تھی آپ کے مرید تھے وہ فرماتے ہیں کہ ایک رات شیخ بدھ اپنی اہلیہ کے ساتھ سوئے ہوئے تھے۔ جب وہ بیدار ہوئیں تو دیکھا کہ شیخ بدھ نیند کر رہے ہیں اور ان کی ایک اور صورت مصلے پر نماز پڑھ رہی ہے انہوں نے ڈر کر شور مچانا شروع کیا شیخ بدھ بیدار ہو گئے اور وہی ایک صورت رہ گئی۔ آپ نے اپنے اہل خانہ سے کہا کہ راز فاش نہ کرنا۔ واضح رہے کہ کسب کمال سے یہ صورت مثالی حاصل ہوتی ہے صوفیا کی اصطلاح میں اسے وجود مکتسب کہتے ہیں۔''

غرضیکہ آپ کے خوارق عادات بے شمار ہیں۔ آخر آپ پیران چشت کی امانتیں فرزند کے

سپرد کر کے پردہ پوش ہو گئے۔ شیخ بدھ نے ایک خرقہ خلافت اپنے چھوٹے لڑکے شیخ منصور کو بھی عطا فرمایا۔ (مرأۃ الاسرار صفحہ ۱۱۶۳)

آپ کی ولادت و وصال کی تاریخ کیا ہے اور کتنے فرزند ہوئے اس کی کوئی تفصیل کتابوں میں نہیں ملتی البتہ دو فرزند ایک حضرت شیخ پیر اولیا دوسرے حضرت شیخ منصور کا ذکر نہایت ہی اختصار کے ساتھ صاحب مرأۃ الاسرار نے کیا ہے اول الذکر فرزند نے آپ کے بعد مسند سجادگی کو زینت بخشی۔ صاحب بحر ذخار لکھتے ہیں۔ آپ کے کمالات و خوارق عادات بہت ہی زیادہ ہیں جو تحریر میں لانا مشکل ہے۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے بڑے شیخ پیر جن کا ذکر آگے آئے گا چھوٹے صاحبزادے شیخ منصور تھے جو بہت بڑے صاحب کمال تھے اور اکثر سفر میں رہتے اور اکثر بزرگان وقت جیسے شیخ جلال الدین تھانیسری وغیرہ سے ملاقات کر کے کافی ریاضات شاقہ کیں اور بہت سے لوگوں کی تربیت بھی فرمائی۔...... آخر عمر میں وہ عالم ارواح سے محبت رکھتے اور شغل معنوی میں مشغول رہتے اور حضرت شیخ عبدالرحمٰن قدوائی اگرچہ شیخ بدھ سے مرید تھے لیکن تربیت وارشاد شیخ منصور سے حاصل کر کے اپنا کام پورا کیا۔ (بحر ذخار اردو ترجمہ صفحہ ۶)

آپ کی تاریخ وفات نامعلوم ہے احاطہ شیخ العالم میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔

شیخ الاصفیاء حضرت شیخ پیر اولیاء چشتی قدس سرہٗ سجادہ نشین چہارم حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ

آپ حضرت شیخ بدھ اولیاء قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ والد گرامی نے آپ کی تعلیم و تربیت اپنے ہاتھوں فرمائی۔ مختلف علوم و فنون پر کامل عبور رکھتے تھے اور وقت کے علماء و صوفیا کے لئے مرجع فیض کی حیثیت رکھتے تھے۔ طبعاً کم گو اور خاموشی پسند تھے مگر نہایت ہی حقیقت آگاہ اور سیف زبان فرد تھے۔ جو ہوتا وہی کہتے اور جو کہہ دیتے وہی ہوتا۔

ریاضت و مجاہدہ میں کمال حاصل تھا اور محبت الٰہی کا ایسا غلبہ رہتا کہ ہر چیز سے غافل ہو جاتے۔ اور مشاہدہ جمال حق کی تاثیر سے آنکھیں اس قدر سرخ اور پرنور تھیں کہ کسی کو نگاہ ملانے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔

مؤلف بحر ذخار نے آپ کی شان رفیع کا خاکہ اس طرح کھینچا ہے۔

حضرت مخدوم شاہ پیر ردولوی: وہ بادۂ عشق واخلاص سے سرشار وہ اجلہ اولیاء مشہور باختصاص، وہ سلطان واصلین، صاحب تاج و سریر مرد اکمل حضرت مخدوم شاہ پیر جو مقتدایان اصحاب محبت و وداد اور پیشوایان ارباب تودد واتحاد تھے۔ بزرگ شان، انتہائی بلند احتشام تمام اور شوکت و رفعتِ ولایت مالا کلام کے حامل تھے۔ (بحر ذخار اردو ترجمہ صفحہ ۴)

صاحب مرأۃ الاسرار حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب مرأۃ الاسرار میں مختصر الفاظ میں آپ کی شخصیت کی مکمل جھلک یوں پیش کر دی ہے۔

''حضرت شیخ پیر بن شیخ بدھ قدس سرہما آپ حضرت شیخ بدھ کے بڑے لڑکے تھے اور والد کی وفات کے بعد ان کی مسند پر بیٹھے۔ آپ بڑے عظیم القدر بزرگ تھے۔ آپ اکثر اوقات شغل

باطن میں مشغول رہتے تھے۔ بڑے قوی الحال، صادق المعاملہ اور حقائق آگاہ تھے۔ شیخ محمد صوفی جو سو سالہ بزرگ تھے اور اکثر مشائخ کے صحبت یافتہ تھے۔ شیخ پیر کی بہت تعریف کرتے۔ ایک دفع انہوں نے اس فقیر (شیخ عبدالرحمٰن چشتی) سے فرمایا کہ جب بھی میں شیخ پیر کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ کو سکر الٰہی میں مست پایا ہے۔ آپ کی آنکھیں مشاہدہ میں اس قدر سرخ رہتی تھیں کہ ان کی طرف نگاہ نہیں کی جاسکتی تھی۔ اس کے باوجود آپ نہایت خوش اخلاق اور متواضع تھے آخر عمر میں آپ نے مشائخ چشت کی امانت اپنے لڑکے شیخ قطب الدین کے حوالہ کی اور رحلت فرما گئے۔ (مرأة الاسرار صفحہ ۱۱۶۴)

آپ بھی اپنے جدامجد حضرت شیخ العالم کے احاطہ میں مدفون ہیں مگر آپ کی قبر کون سی ہے سب لوگوں کو پتہ نہیں اور حضرت شیخ قطب الدین کے علاوہ آپ کی کسی اور اولاد کی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔

قطب الاقطاب حضرت مخدوم شیخ قطب الدین چشتی قدس سرہٗ سجادہ نشین پنجم حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ

آپ کا صرف نام ہی قطب الدین نہیں تھا بلکہ درحقیقت آپ قطب وقت اور پیشوائے اہلِ زمانہ تھے۔ علم وفضل اور تقویٰ طہارت کا یہ عالم تھا کہ جہاں بھی گئے۔ جس محفل میں بھی شرکت کی ہر جگہ لوگوں نے آپ کیلئے منصب صدارت خالی کر دیا۔

آپ نے تمام علوم عقلیہ ونقلیہ والد گرامی اور گھر کے دیگر بزرگوں سے حاصل کیا۔ والد گرامی تو عالم بے نظیر اور ولی کامل تھے ہی آپ کے چچا حضرت شیخ منصور بھی وقت کے جید عالم و فاضل اور شیخ طریقت تھے غالباً آپ نے ان سے بھی اکتساب علم کیا کیونکہ ان کا حلقہ درس کافی وسیع تھا۔

صوفیاء ومشائخ کی زیارت سے آپ کو خاصی دلچسپی تھی اور ان کی صحبت آپ کے نزدیک قلب وروح کی غذا تھی اس لئے حرمین طیبین کے علاوہ اکثر بلاد اسلامیہ کا سفر فرمایا اور بے شمار مشائخ واولیاءاللہ سے اکتساب فیض وروحانی استفادہ کیا۔

صاحب بحرذخار نے آپ کے متعلق لکھا ہے :

قطب المشائخ مخدوم شاہ قطب الدین: وہ سفینہ وحدت کے ورقوں کے مشاہد، وہ بکثرت ممتاز تصرفات کے انتہائی حامل، وہ معاملات تصور میں حجت متین رکھنے والے مخدوم شاہ قطب الدین اپنے والد ماجد حضرت مخدوم شیخ پیر کے مرید تھے اہل تصوف کے اکابرین میں سے ایک مرد کاسب اور کارہا دیدہ تھے اور معاملات تصوف کو طے کرنے والے تھے اور تجرید میں قدم رکھتے ہوئے سعادت کے حصول کے لئے زیارت حرمین شریفین سے مستفید ہوئے اور وہاں سے واپسی

کے سفر میں اکثر شہروں کی سیر اور وہاں کے بزرگوں سے نیاز حاصل کیا اور ان سے صحبت محرمانہ حاصل کر کے وطن لوٹے اور مریدوں کی ہدایت میں مشغول ہوگئے۔(بحر ذخار اردو صفحہ ۷)

آپ نہایت ہی عالی ہمت صادق الحال اور صاحب اختیار وتصرف تھے۔ صاحب مرأۃ الاسرار حضرت شیخ عبد الرحمٰن چشتی آپ کے احوال وکوائف کو مختصر انداز میں یوں بیان کرتے ہیں۔

''حضرت مخدوم شیخ قطب الدین قدس سرہٗ۔اپنے والد کی وفات کے بعد آپ مسند ارشاد پر متمکن ہوئے آپ نے صوفیائے کرام کے تمام مقامات طے کر لئے تھے اور تجرید میں گامزن ہو کر آپ نے حرمین شریفین کا سفر اختیار کیا اور اکثر بلاد کی سیر کرتے ہوئے مشائخ وقت کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ کچھ عرصہ کے بعد واپس آ کر آپ مریدین کی تربیت میں مشغول ہوگئے۔ شیخ معروف مجذوب جو قصبہ ہانی (غالباً موہانی) کے رہنے والے تھے آپ کے مرید تھے۔

حضرت قطب الابدال مخدوم علی احمد صابر قدس سرہٗ کی زیارت کے لئے آپ کلیر تشریف لے گئے اور بہت نعمت حاصل کی۔ حضرت شیخ نے آپ سے عالم معاملہ میں فرمایا کہ اب آپ کا وقت قریب پہنچ چکا ہے اپنے وطن کو واپس جاؤ اور اپنی ہڈیوں کو اپنے دادا کے پہلو میں پہنچا دو (یعنی اپنے دادا حضرت شیخ العالم کے قریب دفن ہونے کی تیاری کرو) آپ نے عرض کیا کہ میرے آباء واجداد کی عمریں دراز تھیں میں نے کیا قصور کیا ہے کہ پچاس ساٹھ سال کی عمر میں جا رہا ہوں؟ حضرت مخدوم صابر قدس سرہٗ نے فرمایا کہ تم نے اپنی عمر کے بیس سال رحمت خاں کو دے دیئے تھے اب جاؤ اور مشائخ چشت کی امانت کو محفوظ رکھو۔اس امانت سے مراد مرشدی حضرت شیخ حمید ہیں (حضرت شیخ حمید قدس سرہٗ حضرت شیخ عبد الرحمٰن چشتی کے مرشد تھے)

یہ (واقعہ) اس طرح ہے کہ رحمت خاں جلال الدین اکبر بادشاہ کے امراء میں سے تھے اور شیخ قطب الدین کے مرید تھے۔ ایک دفعہ وہ سخت بیمار ہوگئے۔ آپ ان کی طبع پرسی کے لئے تشریف لے گئے اور دیکھا کہ وہ بہت اضطراب میں ہیں۔ آپ کو ان کے حال پر رحم آیا اور بے اختیار فرمایا کہ میں نے اپنی عمر کے بیس سال تمہیں دیئے۔حق تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور وہ فوراً

شفایاب ہوگئے۔

آپ یہ بات بھول چکے تھے لیکن مخدوم صابر قدس سرہٗ نے آپ کو یاد دلائی۔ چنانچہ شیخ قطب الدین نے حضرت مخدوم سے دریافت فرمایا کہ میری زندگی کے کتنے دن باقی ہیں۔آپ نے فرمایا تین ماہ کی مہلت ہے۔ یہ سن کر آپ فوراً گھر آئے اور خرقہ خلافت اور خواجگان چشت کی امانت اپنے فرزند شیخ حمید کے سپرد کی اس کے تین ماہ بعد آپ نے وفات پائی (مرأۃ الاسرار صفحہ ۱۱۶۴/۱۱۶۵)

آپ بھی اپنے جد کریم کے آستانہ کے احاطہ میں آسودہ خاک ہیں مگر مزار کی نشاندہی سب کے لئے مشکل ہے۔

مخدوم الاولیاء ہم شبیہ شیخ العالم حضرت شیخ حمید چشتی قدس سرہٗ سجادہ نشین ششم حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ

مقتدائے اہل طریقت وشریعت، قطب الزماں والارشاد حضرت شیخ حمید چشتی قدس اللہ سرہٗ ظاہری حسن و جمال باطنی جاہ وجلال اور بے پناہ فضل وکمال سے آراستہ ومزین تھے ایک طرف جہاں آپ کی علمی جولانیت کا یہ عالم تھا کہ اہلِ علم آپ کی صحبت کو ازدیادِ علم کا باعث سمجھتے وہیں فکر وتدبر سیاسی شعور وآگہی اور اصول جہانبانی میں آپ کو وہ کمال عبور حاصل تھا کہ مغل سلطنت کے عظیم شہنشاہ بادشاہ جہانگیر کے آپ مشیر اعلیٰ اور اس کے ذاتی محافظ دستہ کے محاسب تھے۔

ایک طرف فرد الافراد حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی ہاشمی علوی جیسے ولی کامل جن کا شمار رجال الغیب میں ہوتا ہے آپ سے شرف ارادت پر ناز کرتے اور اسے اپنے تمام کمالات معنوی کا سرچشمہ قرار دیتے تو دوسری طرف شہنشاہ جہانگیر آپ کی قدر ومنزلت اور تعظیم وتوقیر کو دارین کی سعادت قرار دیتے اور آپ پر اس قدر اعتماد کرتے کہ سفر وحضر میں آپ کے بغیر اسے چین نہیں آتا۔ یہاں تک کہ آپ کے وصال کے غم میں بادشاہ اتنا بیمار ہو گیا کہ اس کے کار جہانبانی میں خلل پڑ گیا اور چند سال بعد اسی رنج میں وفات پا گیا۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی لکھتے ہیں ''بادشاہ کی ذاتی محافظت میرے مرشد شیخ حمید قدس سرہٗ کے سپرد تھی جن کا ۱۰۳۲ھ میں وصال ہو گیا اور ان کی جگہ کوئی اور صاحب خدمت مقرر نہ ہوا اس وجہ سے بادشاہ سخت بیمار ہو گیا۔ چند سطر آگے لکھتے ہیں۔ بادشاہ کی علالت بڑھ گئی حتی کہ وہ عادل بادشاہ تیئیس ۲۳ سال سلطنت کرنے کے بعد ماہ صفر میں کشمیر جاتے ہوئے راستہ میں فوت ہو گیا اور لاہور میں دفن ہوا (مرآۃ الاسرار صفحہ

۱۲۵۸)

آپ کے متعلق دستگیر بیکساں حضرت شیخ العالم شیخ احمد عبدالحق ردولوی قدس سرہٗ نے یہ پیش گوئی فرمائی تھی کہ ''ہماری ساتویں پشت کا جب ظہور ہوگا تو وہ بعینہٖ ہماری طرح ہوگا'' یہ پیش گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی یہاں تک کہ جس مرید کی آپ نے تربیت فرمائی وہ چند دنوں میں درجہ ولایت پر فائز ہو گیا۔

بحر ذخار میں آپ کے مناقب اسطرح وارد ہیں:

وہ نور بادہ بوستان آں حضرت عبدالحق وہ نقاوۂ دودمان مرتبہ حق الحق، وہ ازلی مسعود اور ابدی سعید قطب الوقت، حضرت مخدوم شاہ حمید خلف وخلیفہ مخدوم قطب الدین کے ہیں۔ اور مقتدایان صوفیہ اہلِ صفا اور پیشوایان اصحاب زہد وورع جامع علوم صوری ومعنوی میں سے تھے۔

بزرگ شان اور عشق وافر اور تصرفات عالی کے حامل تھے۔ آپ کے چہرے سے پرتو نور ولایت جھلکتا تھا۔ (بحر ذخار اردو صفحہ ۸)

یہاں پر مناسب ہے کہ آپ کے مرید خاص حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی علیہ الرحمہ نے آپ کے تعلق سے جو کچھ لکھا ہے اسے من وعن نقل کر دیا جائے کہ اس سے بہتر ہمارے لئے ممکن نہیں۔

چنانچہ وہ مرآۃ الاسرار میں رقمطراز ہیں:

شیخ حمید بن شیخ قطب الدین قدس سرہما۔ آپ تمام کمالات انسانی سے آراستہ اور علوم ظاہری وباطنی کے جامع تھے۔ مخدوم شیخ عبدالرحمٰن قدوائی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مخدومی قبلہ گاہی (حضرت شیخ احمد عبدالحق) کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے تھے کہ ''ہماری ساتویں پشت کا جب ظہور ہوگا تو وہ بعینہٖ ہماری طرح ہوگا''

چنانچہ یہی ہوا۔ اپنے والد شیخ قطب الدین کی وفات کے تیسرے دن اپنے ملک کے رسم و رواج کے مطابق آپ اپنے اجداد کا خرقہ زیب تن کر کے خانقاہ میں بیٹھ گئے۔ جب لوگوں نے بیعت کی درخواست کی تو آپ نے کمال صدق وراستی سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ بھائیو ابھی تک میں نے اپنے آپ کو نہیں پہچانا دوسروں کا ہاتھ کس طرح پکڑ سکتا ہوں۔ اس کام کی اصل دیانت

ہے اس لئے اس وقت اگر میں بیعت لینے کی جرأت کروں تو دیانت کے خلاف ہوگا پس آپ ریاضت ومجاہدہ میں مشغول ہوگئے۔ چنانچہ پہلا کام جو آپ نے کیا یہ تھا کہ حجرہ کے اندر خلوت گزیں ہوگئے اور ایک سال تک باہر قدم نہ رکھا۔ اس دوران کھانے پینے کی طرف توجہ نہ کی بلکہ جب کھانے یا گوشت کی بو آتی تو بے قرار ہوجاتے تھے (یعنی آپ اشیاء خوردونوش سے اس قدر لاتعلق ہوگئے تھے کہ بو تک برداشت نہ تھی) عالم باطن سے آپ کو اس قدر انس ہوگیا تھا کہ اہلِ عالم کی شکل تک دیکھنا پسند نہ تھا۔ حتیٰ کہ آپ نے حضرت مخدومی قبلہ گاہی (حضرت شیخ العالم) کے نقش قدم پر سلوک طے کرلیا۔ اس کے بعد آپ تربیت مریدین اور ہدایت خلق کی طرف متوجہ ہوئے۔ لیکن جو عبادت اور ریاضت آپ نے شروع کی تھی قبر تک اس پر پابند رہے بلکہ آخر عمر میں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا۔ آپ اکثر تفسیر زاہدی کا مطالعہ کرتے تھے۔

ایک دن اس فقیر (شیخ عبدالرحمٰن چشتی) نے عرض کیا کہ حضرت مخدوم قبلہ گاہی (حضرت شیخ العالم) چھ ماہ تک قبر میں خلوت گزیں ہوئے۔ آپ کے دوسرے آباواجداد بھی مسند پر بیٹھنے سے پہلے چھ ماہ خلوت میں بیٹھتے تھے لیکن آپ نے ایک سال خلوت فرمائی ہے؟ فرمایا وہ اہلِ صفا تھے اور میں بہت کثیف تھا اس لئے ایک سال خلوت کی۔

آپ کا مشرب عشق ومحبت اور ذوق وشوق تھا اور ہر وقت کلمات توحید آپ کی زبان پر رہتے تھے۔ خواجگان چشت کی رسم کے مطابق آپ کو سماع کا بہت شوق تھا اور خوش الحان قوال ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ قوالی میں اکثر دیوان مغربی حضرت بوعلی قلندر اور دیوان خواجہ حافظ شیرازی کی غزلیں گائی جاتی ہیں۔ کبھی کبھی آپ پر وجد بھی طاری ہوجاتا تھا اور آپ قوالوں کو بہت رقومات عطا کرتے تھے۔ اگرچہ آپ کو فتوحات (نذرانے) بہت ملتے تھے لیکن لنگر کا خرچ اس سے زیادہ تھا۔

کشف قلوب اور کشف قبور میں آپ کو کمال حاصل تھا۔ اس فقیر (شیخ عبدالرحمٰن چشتی) کو بھی اس عارف ربانی کے ہاں ایک خلوت نصیب ہوئی۔ آپ روزانہ فقیر کے خلوت خانہ میں تشریف لاتے تھے اور عالم باطن سے جو کچھ احقر پر وارد ہوتا تھا وہ مفصل حضرت شیخ کے سامنے

بیان کرتا تھا۔

آپ قطب وقت تھے حضرت مخدوم قبلہ گاہی (حضرت شیخ العالم) نے عالم معاملہ میں اس فقیر کو بتادیا تھا کہ میرا بیٹا شیخ حمید قطب وقت ہے۔ جب یہ عاصی (عبدالرحمٰن چشتی) خلوت سے باہر آیا تو آپ نے خرقہ خلافت مع امانت خواجگان چشت عطا فرمایا اور فقیر کے حال پر بہت توجہ فرمائی آپ نے فرمایا جو کچھ تجھے ملا ہے سب شیخ احمد عبدالحق قدس سرہٗ کے حکم سے ملا ہے کیونکہ ہمارے مشائخ کا سلسلہ تجھ سے روشن ہوگا۔ اس وقت خواجگان چشت کی ولایت تمہارے سپرد کردی گئی ہے اب اپنے گھر میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے ولایت تقسیم کرتے رہو اور تجھے یہ کام مبارک ہو۔ اس عنایت بے پایاں کا کس زبان سے شکر ادا کروں۔

کچھ عرصہ کے بعد یعنی جہانگیر بادشاہ کے ایام سلطنت میں جمادی الاول کی دو تاریخ ۱۰۳۲ھ کو آپ نے وصال فرمایا اور اپنے جد بزرگوار کے پہلو میں بمقام ردولی دفن ہوئے۔
(مرآۃ الاسرار صفحہ ۱۱۶۶/ ۱۱۶۷)

شیخ الواصلین حضرت شیخ سلیم چشتی قدس سرہٗ سجادہ نشین ہفتم حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ

آپ قطب الوقت حضرت شیخ حمید قدس سرہٗ کے فرزند اقبال مند ہیں۔ والد گرامی کی وفات کے بعد مسند ارشاد پر متمکن ہوئے۔ صورت و سیرت میں والد ماجد کے عکس جمیل اور علم و فضل میں یگانہ روزگار تھے آپ کی تعلیم و تربیت والد گرامی کی خصوصی نگرانی میں ہوئی۔ حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی نے بھی آپ کی روحانی تربیت میں حصہ لیا اور ان کے ساتھ آپ نے کچھ دن سیر وسیاحت بھی فرمائی۔

صاحب بحر ذخار لکھتے ہیں:

حضرت شیخ سلیم ردولوی، وہ کامل و وحید حضرت شیخ سلیم خلیفہ شیخ حمید مجاہدات و مشاہدات ترک و تجرید، بذل و انکسار اور ارشاد و ہدایت میں بے نظیر زماں تھے۔ امانت اجداد و جانشینی حضرت احمد عبدالحق کو شیخ حمید نے اشارہ کرتے ہوئے ان کو جانشین فرمایا اور یہ سب عنایت شیخ احمد عبدالحق کے حکم کے مطابق ہوئی۔ بی بی رابعہ ان کی اہلیہ.......... حضرت رابعہ بصری کی طرح کم کمالات نہیں رکھتی تھیں۔

ظاہر میں اپنے والد اور باطن میں اپنے جد بزرگوار سے فیض اور تلقین حاصل کر کے سیر سلوک میں کمال حاصل کیا تھا اور حضرت شیخ احمد عبدالحق (یعنی) اپنے دادا کی زیارت کے لئے ایک علیٰحدہ در بنایا تھا جو ابھی بھی ان کے نام سے مشہور ہے۔ (بحر ذخار اردو صفحہ ۱۰)

حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی قدس سرہٗ کا شاہی دربار میں آنا جانا شہنشاہ جہانگیر ہی کے زمانہ سے تھا لیکن جب شاہ جہاں تخت حکومت پر بیٹھا تو اس نے حضرت شیخ کو اپنے خاص اور معتمد

مصاحبین میں شامل کرلیا۔ چونکہ حضرت شیخ کے مرشد حضرت شیخ حمید بادشاہ جہانگیر کے معتمد عالی تھے اس خصوصی نسبت کی وجہ سے بادشاہ ان سے مزید محبت فرماتے تھے۔ چنانچہ سلطان شاہ جہاں کی گزارش پر ایک بار حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی اپنے مرشد زادے حضرت شیخ سلیم قدس سرہٗ کو شاہی دربار تک لے گئے۔ جب یہ دونوں حضرات پہنچے اس وقت بادشاہ کے پاس علماء وفضلا کی ایک جماعت موجود تھی۔ حضرت شیخ عبدالرحمٰن چشتی نے جب تعارف کراتے ہوئے یہ کہا کہ یہ دستگیر بے کساں شیخ العالم شیخ احمد عبدالحق ردولوی قدس سرہٗ کے فرزند وسجادہ نشین حضرت شیخ سلیم چشتی ہیں تو بادشاہ نے تخت سے اتر کر آپ کی تعظیم کی اور تمام علماء فضلا نے آپ کی دست بوسی فرمائی۔ پھر رخصتی کے وقت بادشاہ نے شاہی نذر پیش کی جسے آپ نے حاجتمندوں میں تقسیم فرمادیا (ازمخطوطات)

عمر کے آخری حصہ میں آپ نے ماسواللہ کے ہر چیز سے قطع تعلق کرلیا اور بالکل گوشہ نشین ہوگئے اور ایک مدت تک رشد ہدایت کا فریضہ انجام دینے کے بعد اپنے لائق و فائق فرزند عالی ہمت حضرت شیخ محمد عارف ثانی کو بحکم شیخ العالم سجادہ نشین نامزد کر کے اس دار فانی سے رخصت ہوگئے۔ آپ بھی حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ کے جوار فیض میں آسودہ خاک ہیں مگر مرقد مقدس غیر معلوم ہے۔

سراج السالکین حضرت شیخ محمد عارف ثانی عرف شیخا پیر قدس سرہٗ سجادہ نشین ہشتم حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ

آپ کی زندگی اپنے اسلاف کی چلتی پھرتی تصویر تھی۔ آپ بڑی عالمانہ شان اور دُرویشانہ جاہ وجلال کے مالک تھے ظاہری و باطنی تعلیم وتربیت والدگرامی ہی سے حاصل کی اور جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ سے بہرہ ور ہوئے پھر ریاضت ومجاہدہ میں ایسی محنت شاقہ کی کہ عالم معاملہ میں حضرت شیخ العالم نے فرمایا ''اے بیٹے ہمارے ہوتے ہوئے تمہیں کس بات کا غم ہے؟'' چنانچہ آپ چلہ گاہ سے باہر تشریف لائے تو والدگرامی کے حلقۂ تربیت میں اس وقت خانقاہ میں جو مریدین تھے ان میں آپ کی ولایت کا چرچا ہو چکا تھا۔

منقول ہے کہ حضور شیخ العام اور شیخ عارف قدس سرہما عالم خواب میں آپ کے والدگرامی حضرت شیخ سلیم قدس سرہٗ سے فرمایا کہ تمہیں اللہ ایک ایسا فرزند نرینہ عطا کرے گا جو وقت کا ولی کامل ہوگا تم اس کا نام عارف رکھنا چنانچہ جب آپ کی پیدائش ہوئی تو آپ کے والدگرامی نے درویش وعلماء کی خانقاہ میں دعوت کی اور فرمان شیخ العالم کے مطابق آپ کا نام شیخ محمد عارف ثانی رکھا اور بعد میں اسی نام سے آپ مشہور زمانہ ہوئے۔

والد ماجد کے وصال کے بعد مسند ارشاد وتبلیغ پر قدم رنجہ ہوئے اور خلق خدا کی ہدایت میں لگ گئے۔ حضور شیخ العالم کی خانقاہ اپنی متنوع خصوصیات کی وجہ سے دور دور تک شہرت پا چکی تھی۔ خاص طور سے سلسلہ چشتیہ صابریہ کے بزرگ اپنے مریدوں کو اس وقت تک خلوت نشینی کی اجازت نہ دیتے جب تک کہ بارگاہِ شیخ العالم میں حاضر ہوکر نذر عقیدت نہ لٹائے اور سجادہ شیخ العالم کے زیر نگرانی ایک مخصوص چلہ نہ کھینچ لے۔ اس لئے آپ نے خانقاہ میں درس وتربیت کا

ایک باضابطہ نظام شروع کیا تا کہ ہر طالب اپنے مطلوب کا اہل بن سکے۔ چنانچہ آپ کسی مرید کی باطنی تربیت اس وقت تک شروع نہ فرماتے جب تک کہ وہ ظاہری علوم سے آراستہ نہیں ہو جاتا۔

بحر ذخار میں آپ کا مختصر تذکرہ اس طرح پیش کیا گیا ہے۔

وہ صاحب ضمیر عرش نظیر حضرت شیخ محمد عرف شیخا پیر خلف وخلیفہ شیخ سلیم وسجادہ نشین شیخ احمد عبدالحق کے ہیں۔ عظیم القدر ہستی، مستغنی مزاج دنیا ومافیہا سے بے نیاز صاحب خرق عادت تھے۔

ایک روز رونق افروز تھے حاکم ان کی ملاقات کیلئے حاضر ہوا اور بھولے سے سید فرید الدین خلیفہ شاہ امیر علی نقشبندی سے معانقہ کر کے نیازمندی کا اظہار کیا۔ سید صاحب نے مضطرب ہوکر حضرت کی طرف اشارہ کیا کہ جانشین وہ ہیں جب حاکم آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اب آنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اسی روز حاکم کی تبدیلی کا حکم اس کو مل گیا۔ (بحر ذخار اردو)

آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند شیخ محمد اشرف عرف پیر اچھے مسند نشین شیخ العالم ہوئے آپ کا مزار بھی احاطہ شیخ العالم میں ہے۔

اشرف المشائخ استاذ الاساتذہ حضرت شیخ محمد اشرف چشتی عرف پیرا چھے قدس سرہٗ سجادہ نشین نہم حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ

آپ کا اصل نام شیخ محمد اشرف ہے اور ''پیرا چھے'' کے لقب سے مشہور تھے۔ ابتدا ہی سے والد گرامی کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے اور تمام علوم وفنون پر کامل دستگاہ حاصل کی۔ والد گرامی ہی کی نگرانی میں سلوک وتربیت کی تمام منزلیں طے کیں اور جب ظاہر وباطن سے خوب آراستہ ہوگئے تو والد گرامی نے حلقہ درس وتربیت آپ کے سپرد کر دیا اور بالکل خلوت نشیں ہوگئے یہاں تک کہ ان کا وصال ہوگیا۔

مؤلف بحر ذخار نے لکھا ہے:

وہ مسند خلافت سے مشرف حضرت شیخ محمد اشرف معروف بہ پیرا چھے خلف وخلیفہ شیخ محمد و سجادہ نشین شیخ احمد عبد الحق تھے۔ ان کو مرتبہ معصومیت حق تعالیٰ سے عطا ہوا تھا اور اس کے جلووں میں مستغرق رہتے تھے اور سائل کے سوال کبھی رد نہیں کرتے تھے۔ ان کا وجود ایثار وقربانی سے مملو تھا۔ (بحر ذخار اردو صفحہ ۱۰)

یوں تو حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے ہر سجادہ نے خدمت خلق کے وہ جوہر لٹائے ہیں کہ اس کی نظیر صرف انہیں کے ہم اوصاف بزرگوں میں مل سکتی ہے مگر تاریخی اعتبار سے حضرت شیخ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کا دور سنہرا دور میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ آپ نے خانقاہ کو صرف ایک خانقاہ نہیں رہنے دیا بلکہ اس میں مدرسہ کا رنگ و بو بھی پیدا کر دیا اور والد گرامی نے جو حلقہ درس

مریدوں کی تربیت کے لئے قائم فرمایا تھا آپ نے اسے کمال کی اس معراج تک پہنچا دیا کہ ہر طرف اس کا ڈنکا بج گیا اور تشنگانِ علوم ومعرفت اس طرف متوجہ ہونے لگے۔

تاجدار قادریت فرزند رسول سید السادات حضرت شیخ سید عبد الرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان متلاشیان علوم میں سے ایک تھے جنھوں نے تحصیل علم کے لئے ردولی کے قصد سے رخت سفر باندھا تھا مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا کیوں کہ اسی راستے میں ایک مجذوب نے نہ جانے کیا بات پلائی کہ پھر کسی درسگاہ کا منہ دیکھنے کی انہیں نوبت ہی نہ آئی لیکن فضل وکمال میں وہ درجہ رکھتے تھے کہ استاذ الہند حضرت ملا نظام الدین فرنگی محلی، ملا کمال الدین فرنگی محلی اور ملا عبد الحق فرنگی محلی جیسے علم وفن کے کوہِ ہمالیہ ان کی غلامی کو اپنی سربلندی کا طرہ یقین کرتے تھے۔

حضرت سید السادات کے قصد ردولی شریف کے واقعہ کو مولانا محمد رضا فرنگی محلی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ ''حضرت سید شاہ عبد الرزاق بانسوی .... کم عمری میں اپنے نانہالی وطن بانسہ (ضلع بارہ بنکی) سے برائے تعلیم وتعلم ردولی (ضلع بارہ بنکی/موجودہ ضلع فیض آباد) بھیجے گئے تھے راستہ میں ایک درویش سیاح سے ملاقات نے ان کے سفر کی سمت بدل دی اور پڑھنے پڑھانے سے دستبردار ہوکر اس منزل کی طرف قدم بڑھا دیئے جہاں سے انہیں وہ فرض انجام دینا تھا جو انہیں تفویض کیا گیا تھا'' (بانی درس نظامی ملا نظام الدین صفحہ-۲۳۸)

کچھ آگے چل کر اسی واقعہ کو مزید وضاحت کے ساتھ یوں لکھتے ہیں:

جب زمیندار سید عبد الرحیم کے اس صاحبزادے (سید عبد الرزاق بانسوی قدس سرہٗ) کی ولادت ہوئی۔ جس کی نشو ونما زمیندارانہ ماحول میں ہوئی اور قرآن شریف وابتدائی نوشت وخواند کے بعد مزید تعلیم کی غرض سے یہ صاحب زادے بانسہ سے قصبہ ردولی (ضلع بارہ بنکی) کے لئے ایک ملازم کے ہمراہ روانہ کئے گئے۔ اس وقت صاحب زادے کی عمر دس گیارہ سال کی تھی۔ راستہ میں ملازم نے ان کو ایک درخت کے نیچے یہ کہہ کر بٹھا دیا کہ وہ قریب کے گاؤں سے جہاں اس کی رشتہ داری ہے کچھ کھانے کا سامان لے کر ابھی آتا ہے وہ وہاں رنگ رلیوں میں اس طرح کھوگیا کہ قریب شام کمسن صاحب زادے کو تنہائی کا خوف پریشان کرنے لگا۔ غیبی امداد کے طور پر ایک

سیاح دُرویش شاہ عنایت اللہ اِدھر آ گئے اور ہراس و پریشانی میں مبتلا نوعمر بچے کو ڈھارس دلائی اور پوچھا کہ یہ کونسی کتاب لئے بیٹھے ہو؟ صاحبزادے نے جواب دیا۔ ''یوسف زلیخا'' درویش نے جواب دیا تمہیں اس سے کیا سروکار کہ یوسف حسین وجمیل تھے اور زلیخا ان پر فریفتہ وشیدا؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنے کام کے لئے خلق کیا ہے۔''

درویش کے ان الفاظ نے صاحب زادے پر جادو کا سا اثر کیا علاوہ اور امور باطنہ کے جو اس دُرویش کی مختصر صحبت میں سید صاحب کو حاصل ہوئے، انہوں نے علوم ظاہری سے دست برداری اختیار کر لی اور دکن کی سمت چلے گئے اس لئے کہ درویش نے چلتے وقت وعدہ کیا تھا کہ دوبارہ ملاقات دکن میں ہوگی۔ (ایضاً صفحہ ۲۴۴)

مندرجہ بالا واقعہ کو یہاں ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضرت سید عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ جب تحصیل علم کے لئے ردولی بھیجے گئے تو اس وقت ردولی میں کون سی درسگاہ تھی اور وہ کس فاضل وقت کا زمانہ تھا؟ ظاہر ہے کہ اس وقت خانقاہ حضرت شیخ العالم ہی وہ واحد درسگاہ رہی ہوگی جس میں علوم ظاہرہ وباطنہ کے ساغر چھلکتے ہوں گے۔ کیونکہ ردولی کی تاریخ میں خانقاہ حضرت شیخ العالم کے علاوہ اس سے قبل یا بعد نہ کسی خانقاہ کا پتہ چلتا ہے اور نہ کسی قدیم درسگاہ کا۔ اور یہاں باضابطہ درس وتدریس کا آغاز بھی سجادگان حضرت شیخ العالم کا ہی رہین منت ہے۔ اس بات سے کسی کو انکار نہیں ہونا چاہئے۔ البتہ اشرف العلماء، حضرت شیخ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کا عہد ان سب لوگوں میں عہد زریں کہلاتا ہے۔

لیکن اس بات کا ہمارے پاس اگرچہ کوئی قطعی ثبوت نہیں کہ حضرت سید صاحب کو جب ردولی کے قصد سے روانہ کیا گیا تو اس وقت یہاں شیخ محمد اشرف ہی استاذ وقت اور شیخ زمانہ تھے تاہم قرائین وقیاس سے یہی ظاہر ہے کہ وہ دور حضرت شیخ محمد اشرف قدس سرہٗ کا ہی تھا کیونکہ حضرت سید صاحب عالم جوانی میں جب بارگاہ شیخ العالم میں حاضری کی غرض سے تشریف لائے تو اس وقت حضرت شیخ پیر بساون ابن شیخ محمد اشرف سجادہ نشین تھے (سید صاحب کی آمد کا واقعہ حضرت پیر بساون رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں آگے آرہا ہے۔)

حضرت شیخ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ عالمانہ وقار اور درویشانہ صفات کے سنگم تھے۔ طبعاً بیحد ملنسار خلیق کم گو، باادب، شفیق اور ہنس مکھ مگر بارعب تھے آپ کے عادات واطوار سے ہی متاثر ہوکر سب چھوٹے بڑے آپ کو ''پیرا چھے'' کے لقب سے یاد کرتے تھے جو بعد میں آپ کے نام کا لاحقہ بن گیا۔

عبادت وریاضت، زہد وقناعت اور تقویٰ وطہارت میں آپ اپنے اسلاف کے نمونہ تھے، صاحب کشف وکرامت ہونے کے ساتھ ساتھ تربیت مریداں میں ید طولیٰ رکھتے تھے لیکن ہر خواہشمند کو مرید نہیں کرتے تھے۔

جب تک خدائے تعالیٰ نے چاہا آپ سے دین متین کا کام لیا آپ کے ذریعہ بے شمار لوگوں کو دین حق کا فیض پہنچا اور سلسلہ بہت مستحکم ہوا پھر عمر طبعی پوری ہونے کے بعد آپ کا وصال ہوگیا۔ آپ بھی احاطہ حضرت شیخ العالم میں مدفون ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے صاحب زادے حضرت شیخ محمد پیر بساون مسند سجادگی پر فائز ہوئے۔

بحر ذخار کے مطابق آپ کا وصال دوران سیاحت ہوئی ہے جیسا کہ اس میں لکھا ہے کہ اپنی حیات مبارک میں اپنے بڑے صاحبزادے پیر بساون کو پیروں کی ساری امانت سپرد کرکے اور خرقہ سجادگی ان کو پہنا کر اپنا قائم مقام بنایا اور خود سیر کے لئے روانہ ہوگئے اور اسی دوران ان کا انتقال ہوگیا۔ (بحر ذخار اردو قلمی صفحہ ۱۰)

شیخ الکاملین حضرت شیخ محمد عطاء اللہ عرف پیر بساون قدس سرہٗ سجادہ نشین دہم حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ

آپ حضرت شیخ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند عالی وقار ہیں۔ والد گرامی کی وفات کے بعد حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ کی مسند سجادگی پر تشریف فرما ہوئے۔ اور گم گشتگان راہ کی ہدایت اور رہنمائی میں ہمہ تن مصروف ہوگئے۔

والد گرامی ہی کے زیر سایہ آپ نے علوم ظاہرہ و باطنہ کی تکمیل کی اور مقامات و مراحل سلوک طے کیا مگر مسند سجادگی کو سنبھالنے کے بعد آپ پر حال کا غلبہ رہنے لگا یہاں تک کہ جب دریافت کیا جاتا کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے؟ تب اپنی ضرورت سے آگاہ کرتے۔

منقول ہے کہ آپ زبردست کشف و کرامت کے مالک تھے۔ ایام عرس میں آپ سے عجیب وغریب شان کا ظہور ہوتا تھا اور سخاوت وفیاضی دوبالا ہوجاتی تھی۔

سماع کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایام عرس میں سماع کے دوران آپ پر اکثر ایسی کیفیت طاری ہوجاتی کہ دیکھنے والوں کو یہ اندیشہ ہوتا تھا کہ شاید آپ کی روح پرواز کرگئی ہے۔

جناب مبین احمد صاحب مرحوم اپنے ایک نامکمل مسودہ میں لکھتے ہیں کہ آپ کے والد گرامی کی قائم کردہ درسگاہ کا آپ کے زمانہ میں کیا حال ہوا پتہ نہیں چلتا ہے البتہ اپنے صاحبزادے شیخ احمد زماں کو بچپن ہی سے خود پڑھاتے تھے اور گاہے بگاہے ریاضت ومجاہدہ بھی کراتے تھے۔

سید السادات حضرت سید عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ کے ردولی کا سفر تو اس وقت ادھورا رہ گیا تھا جب وہ تحصیل علم کی غرض سے تشریف لا رہے تھے جیسا کہ ان کا واقعہ اوپر مذکور ہوا

مگر جس زمانے میں وہ فیضان شیخ العالم سے شادکام ہوئے وہ آپ ہی کا مقدس دور فیض بخش تھا۔

بحر ذخار میں لکھا ہے:

پیر بساون بھی بہت صاحب کمال تھے۔ افادت خاں جو ردولی کے باشندہ تھے اور دہلی میں مقیم تھے ان کو خواہش پیدا ہوئی کہ مرید ہوجائے۔ رات کو روضہ مزار شیخ احمد عبدالحق کو خواب میں دیکھا۔ چاہا کہ اندر داخل ہو اور زیارت سے مشرف ہو لیکن ہیبت طاری ہونے کے سبب ناکام رہا آخر خاک بوسی کی تمنا کا اظہار کیا۔ شیخ احمد عبدالحق نے ظاہر ہو کر ارشاد فرمایا کہ اس مکان کا آئینہ میرا فرزند پیر بساون ہے بغیر اس کے وسیلے کے تم یہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔

اور شاہ عبدالرزاق بانسوی کو (بھی) اپنے مزار کی مستعمل چادر پیر بساون کی معرفت عطا فرمائی۔

حضرت مولانا مفتی ابوالعرفان محمد نعیم الحلیم قادری فرنگی محلی مدظلہٗ بحر ذخار کے حوالہ سے اس واقعہ کو یوں تحریر کرتے ہیں۔ ''حضرت مخدوم شاہ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے فیض باطنی کے ذریعہ اپنی درگاہ کے سجادہ نشین حضرت پیر بساون بن شیخ محمد اشرف پیر کو حکم دیا کہ روضہ مبارک کی مستعملہ چادر حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمائی جائے اور ان کو باطنی فیض سے سرخرو کیا جائے لہٰذا وہ چادر مبارک سید صاحب کو عطا فرمائی گئی۔ (جہان حق)

حضرت سید عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ کی جلیل القدر شخصیت اہل علم پر پوشیدہ نہیں مگر بارگاہِ شیخ العالم سے ان کا حضرت پیر بساون کے ذریعہ مستفیض ہونا حضرت پیر بساون کے مقام ارفع واعلیٰ کا پتہ دیتا ہے۔

آپ کا وصال کب ہوا یہ کسی نے نہیں ذکر کیا البتہ قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا وصال بارہویں صدی ہجری کے آخر یا تیرہویں صدی ہجری کے ابتدائی حصہ میں ہوا۔ آپ بھی حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ کے احاطہ میں محو آرام ہیں آپ کے بعد آپ کے صاحب مراتب فرزند حاجی الحرمین شاہ احمد زماں قدس سرہٗ سجادہ نشین ہوئے۔

بحر ذخار میں مرقوم ہے:

آخر وقت میں ساری امانت اور اجداد کی نعمت خاص حاجی الحرمین شاہ احمد زماں ......کو عطا فرمائی اور خرقہ جانشینی شیخ احمد عبدالحق ان کو پہنا کر اپنا قائم مقام بنایا اور تین سال کے بعد جوار رحمت میں جاگزیں ہوگئے ۔(بحر ذخار اردو صفحہ ۱۰)

شیخ الدھر حاجی الحرمین حضرت شاہ احمد زماں قدس سرہٗ
سجادہ نشین یازدہم حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ

حضرت شیخ احمد زماں قدس سرہ اپنے والد ماجد حضرت شاہ پیر بساون قدس سرہٗ کے وصال کے بعد حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ کے منصب سجادگی پر فائز ہوئے۔ آپ صورت و سیرت میں اپنے اسلاف کرام کے آئینہ دار تھے۔ علم و فضل، تقویٰ و طہارت اور زہد و قناعت میں اپنے معاصرین پر فائق تھے۔ غالباً تمام علوم ظاہرہ و باطنہ اپنے والد سے ہی اکتساب کیا تھا۔

آپ کے تفصیلی حالات تلاش بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہوسکے البتہ صاحب نور القلوب کے مطابق آپ نے حرمین شریفین کے علاوہ دیگر مقامات مقدسہ کی زیارت کی اور بے شمار اولیاء اللہ سے کسب فیض کیا اور صاحب بحر ذخار کے مطابق۔ شاہ احمد زماں نے بڑی بزرگی اور کمالات کے ساتھ مسند خلافت کو رونق بخشی۔(بحر ذخار صفحہ ۱۱)

نوابان اودھ ابتدا ہی سے حضور شیخ العالم اور ان کے سجادگان کے قدردان رہے چنانچہ نواب شجاع الدولہ اور نواب آصف الدولہ نے متعدد مواضعات اور درگاہ شریف کے اخراجات وغیرہ بطور نذر آپ کو پیش کئے۔

جناب مبین احمد صاحب لکھتے ہیں: بادشاہ وقت نواب شجاع الدولہ نے ۲۹/شوال ۱۱۸۶ھ اور نواب آصف الدولہ صاحب نے ۲۳/محرم الحرام ۱۱۹۰ھ اور ۳/ذی قعدہ ۱۱۹۳ھ میں شاہ احمد زماں سجادہ نشین درگاہ کے حق میں متعدد مواضعات کے فرامین (سندیں) دیئے۔ معافیاں اخراجات درگاہ وغیرہ کے لئے دیں (شخصیت و سیرت صفحہ ۲۷۷)

حضرت شاہ احمد زماں قدس سرہٗ جب تک بقید حیات رہے فیضان سلسلہ ومشائخ کو عام کرتے رہے۔ بالآخر عمر طبعی پوری فرمانے کے بعد اپنے ولی صفت فرزند حضرت شاہ شیخ فقیر احمد قدس سرہٗ کو فرمان حضور شیخ العالم کے مطابق خرقہ سجادگی عطا کیا اور اس دار فانی سے دار بقا کی طرف کوچ کر گئے۔

شیخ السالکین محبّ الفقراء حضرت شیخ فقیر احمد قدس سرہٗ سجادہ نشین دوازدہم حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ

جامع الفضائل والکمالات، منبع جودوعنایات سراج السالکین حضرت شیخ فقیر احمد بن شیخ احمد زماں قدس سرہٗ اپنے والد گرامی کے پردہ فرمانے کے بعد مسند سجادگی پر فائز ہوئے اور خلق کی خدا کی حاجت روائی میں مصروف ہوئے۔

آپ علم وعمل اور تقویٰ اور پرہیزگاری میں اپنے اباواجداد کے مظہر کامل تھے، عبادت وریاضت اور غرباء پروری محبوب ترین مشاغلہ میں تھیں۔

روحانیت کا یہ عالم تھا کہ حضور شیخ العالم رحمتہ اللہ علیہ اگر کسی کو عالم مکاشفہ میں کچھ ارشاد کرتے تو آپ بغیر بتائے اس شخص پر یہ ظاہر کر دیتے کہ شیخ العالم نے تم سے یہ فرمایا۔ اس دور کے صوفیاء ومشائخ اور خانقاہی سجادگان آپ کے ادب واحترام میں مبالغہ کرتے اور عرس کے ایام میں حاضر ہوکر آپ سے شرف نیاز حاصل کرتے۔

عمدۃ الواصلین حضرت مولانا سید امجد علی قادری صابری لکھنوی جو آپ کے ہم زمانہ بزرگ تھے۔ ان کے ملفوظات کا مجموعہ جو نور القلوب سے موسوم ہے اور ابھی غیر مطبوعہ ہے اس میں ان کا ایک واقعہ درج ہے جس سے آپ کے کمالات بھی ظاہر ہوتے ہیں۔ ذیل میں ہم اس کا اردو میں خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

حضرت مولانا امجد علی فرماتے ہیں کہ ایک بار عرس حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ میں حاضر ہوا۔ حضرت شاہ فقیر احمد صاحب جو کہ حضرت شیخ العالم کے فرزند وسجادہ نشین ہیں۔ انہوں نے میری دعوت کی اور محفل میں طلب فرمایا۔ میں نے ان کی دعوت پر محفل میں شرکت کی اور چند

اصحاب جناب رحم علی، مومن خاں، مرزا محمد علی وغیرہ کے ساتھ مزار شریف پر حاضر ہوا قدموں میں بوسہ دیا اور فاتحہ پڑھ کر قیام گاہ واپس آگیا۔ یہاں واپس آنے کے بعد ہم لوگ مراقبہ میں چلے گئے۔ جناب شیخ رحم علی جن کو حضرت شیخ العالم سے حضوری کی بڑی قوی نسبت حاصل ہے اور کئی بار عالم مکاشفہ میں زیارت سے بہرہ مند بھی ہو چکے ہیں اچانک ان پر استغراقی کیفیت طاری ہوگئی اور وہ مغلوب الحال ہوگئے۔ اسی بیخودی کے درمیان حق سبحانہ تعالیٰ نے ان کی دیدہ بصیرت پر حضرت شیخ العالم کا جمال جہاں آرئی بے نقاب فرما دیا۔ چنانچہ وہ کیا دیکھتے ہیں کہ حضور شیخ العالم مزار شریف کی چادر اور گلوں سے لدے ہوئے باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ رحم علی! فقیر احمد غسل کر رہا ہے امجد علی خاں سے بھی کہو کہ غسل کر کے میری قبر پر حاضر ہو میں نے اس کے لئے دستار اور خلعت رکھا ہے۔

رحم علی خاں نے جب حضرت شیخ العالم کی زبان فیض ترجمان سے یہ بات سنی تو دوڑتا ہوا حضرت شاہ فقیر احمد سجادہ نشیں کو پورا واقعہ گوش گذار کر دیا۔ اس پر حضرت شاہ فقیر احمد نے فرمایا کہ امجد علی واللہ تمہارے لئے دستار وخلعت رکھی ہوئی ہے۔ پھر مزار شیخ العالم میں حاضر ہو کر خلعت وتوشہ ساری چیزیں دینے کے بعد حضرت شاہ فقیر احمد نے اشکبار آنکھوں کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ نے مجھ سے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ یہ دستار وخلعت امجد علی خاں کے لئے ہے۔ (ملخص نور القلوب فارسی قلمی)

اس واقعہ سے بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت شاہ فقیر احمد قدس سرہٗ عالم روحانی میں کتنا مضبوط پایہ رکھتے تھے۔ مولانا امجد علی قادری لکھنوی نے آپ کو ان الفاظ سے یاد کیا ہے۔ قدوۃ العارفین زبدۃ السالکین صاحبزادہ جہاں وجہانیاں مرشد زادہ عالم وعالمیاں کاشف اسرار محمدی سجادہ نشیں مسند احمدی حضرت شاہ فقیر احمد سلمہ اللہ تعالیٰ (ایضاً)

آپ کی تاریخ وصال معلوم نہ ہو سکی۔ آپ نے اپنے بعد بحکم شیخ العالم خود کے فرزند ارجمند حضرت شاہ علی احمد رحمتہ اللہ علیہ کو اجازت وخلافت دے کر سجادہ نشین متعین فرمایا اور ذات حق میں مستغرق رہتے ہوئے واصل بحق ہوگئے۔

شیخ الشیوخ ولی کبیر حضرت شیخ علی احمد قدس سرہٗ سجادہ نشین سیزدہم حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ

اصدق الصادیقین ازھد الزاھدین شیخ الشیوخ والکاملین حضرت شیخ شاہ حاجی علی احمد قدس سرہٗ اپنے والد حضرت مخدوم شیخ فقیر احمد قدس سرہٗ کے بعد دستگیر بیکساں حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ کے سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کے تفصیلی حالات دستیاب نہ ہو سکے تاہم جناب مبین احمد صاحب کے مطابق ابتداً تحصیل علوم کے لئے کہیں باہر تشریف لے گئے مگر جملہ علوم وفنون کی تکمیل والد گرامی سے ہی کی اور اشغال ومراحل باطنہ بھی والد ہی نے طے کرایا۔

بچپن ہی سے انتہائی کریم النفس اور شریف الطبع تھے۔ زیا تر وقت اپنے جد امجد حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ کے آستانہ پر گذارتے اور اکثر وبیشتر بحر مراقبہ ومکاشفہ میں مستغرق رہتے۔

مولانا امجد علی قادری لکھنوی جو وقت کے بڑے زبردست بزرگ تھے اور حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ کی ذات سے ان کا روحانی معاملہ بڑا قوی تھا ان کو سلسلہ صابریہ احمدیہ میں خلافت واجازت حضرت شاہ فقیر احمد رحمتہ اللہ علیہ سے حاصل تھی لیکن اس کا واسطہ وذریعہ حضرت شاہ علی احمد رحمتہ اللہ علیہ ہی بنے۔ اس کا پس منظر حضرت مولانا امجد علی صاحب اس طرح بیان کرتے ہیں۔

حضرت میاں علی احمد فرزند ارجمند حضرت میاں فقیر احمد احمدی ستون مقبرہ حضرت شیخ العالم کو پکڑ کر کھڑے ہیں۔ غلبۂ شوق میں میں نے ان کا دست مبارک پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور عرض کیا کہ حضرت شاہ فقیر احمد صاحب سے کہئے کہ اجازت سلسلہ چشتیہ صابریہ احمدیہ بلا واسطہ حضرت شیخ العالم سے حاصل ہوا لیکن باطن کے لئے ظاہر ضروری ہے لہذا سلسلہ عالیہ

احمدیہ کی اجازت مجھے لکھ کر عطا فرما دیں۔ ابھی آستانہ پر حضرت شاہ علی احمد صاحب سے یہ مدعا عرض کر کے باہر نکلا ہی تھا کہ حضرت میاں شاہ فقیر احمد سلمہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ احمدیہ لکھ کر بطور اجازت عطا فرمادی اور کلاہ و چادر میرے سر پر رکھ کر ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ سے آپ کو اجازت باطن طور پر تھی اور اس فقیر نے آپ کو ظاہری اجازت دی۔ (ملخص از نور القلوب فارسی قلمی)

حضور شیخ العالم سے آپ کا روحانی تعلق اس قدر قوی تھا کہ حالت بیداری میں آپ حضرت شیخ العالم سے معاملات روحانی کا فیض اٹھاتے جب کہ دوسرے لوگ مہینوں بلکہ برسوں مراقبہ اور چلہ کشی کرنے کے بعد اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہوتے۔ اس سلسلے میں حضرت مولانا عبد الرحمٰن لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید مولانا مرزا خدا بخش مہونہ نے ایک واقعہ بیان کیا ہے جو بارگاہِ شیخ العالم میں چلہ کشی کے دوران انھیں پیش آیا تھا۔

شاہ مبین احمد فاروقی رقمطراز ہیں۔ تیسرا چلہ انہوں نے درگاہ شریف کی مسجد میں شروع کیا بیس دن گزرے تھے کہ تہجد کے وقت مراقبے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے ان کا شانہ ہلا کر کہا ’’اذان کہو‘‘ انہوں نے جواب دیا آپ بھی مسلمان ہیں، آپ ہی اذان کہہ دیجئے اتنے میں شاہ علی احمد سجادہ نشین آ گئے اور فرمایا خبردار! تم کو معلوم ہے کہ تم کس سے شرف گفتگو حاصل کر رہے ہو؟ انہوں نے پوچھا کہ کون ہیں؟ جواب دیا کہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

انوار الرحمٰن کی عبارت یہ ہے۔ شاہ علی احمد سجادہ در آنجا رسیدہ فرمودند خبردار! با کدام کس کلام میکنی؟ پرسیدم کیست؟ فرمودند حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ ہستند (انوار الرحمٰن فارسی صفحہ ۲۹۷)

مرزا خدا بخش بدحواس ہو کر حضرت مخدوم کے قدموں پر گر پڑے، حضرت مخدوم صاحب نے ان کی پشت پر دست حق پرست رکھ کر فرمایا خوف مت کرو اذان کہو۔ حسب الحکم انہوں نے اذان کہی، حضرت مخدوم نے امامت فرمائی۔ وہ اور علی

احمد سجادہ نے نماز پڑھی بعد نماز حضرت مخدوم نے درگاہ کا رخ کیا اور نظر سے اوجھل ہو گئے۔ (شخصیت اور سیرت)

آپ اپنے اسلاف وسلسلہ کے فیضان کو عام وتام کرتے رہے حتیٰ کہ جوار رب قدیر میں تشریف لے گئے۔ آپ کی تاریخ وصال مجہول ہے۔ مزار شریف احاطہ شیخ العالم میں سرچشمۂ فیض بنا ہوا ہے۔
آپ کے بعد آپ کا فرزند ظفر مند درویش حق حضرت شاہ درویش احمد صاحب مسند سجادگی پر جلوہ فگن ہوئے۔

شیخ العارفین رئیس المتقین حضرت شیخ شاہ دُرویش احمد صاحب قدس سرہٗ سجادہ نشین چہاردہم حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ

ماہر حق سناش حامل اوصاف درویشاں صدر بزم صوفیا و عالماں شیخ القانعین رئیس المتقین حضرت شیخ شاہ درویش احمد احمدی اپنے وقت کے اولیاء کاملین میں سے تھے۔

والدگرامی حضرت شاہ علی احمد قدس سرہٗ کے وصال کے بعد جانشین و مسند نشین سرکار عالمپناہ حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ ہوئے۔

آپ بڑے قوی التصرف اور عالی ہمت واقع تھے۔ زبان ونگاہ میں بلا کی تاثیر تھی اور جس کے لئے جو دعا کر دیتے مقبول بارگاہ ہوتی۔

آپ علماء وفضلاء کی بڑی قدر کرتے اور علماء بھی آپ کے حضور خراج محبت واحترام پیش کرنا اپنی سعادت سمجھتے۔ بالخصوص علماء فرنگی محل لکھنؤ آپ کو بہت محبوب رکھتے تھے۔ یوں تو علماء فرنگی محل کو شروع ہی سے حضرت شیخ العالم اور ان کے سجادگان سے ایک جذباتی لگاؤ تھا لیکن استاذ الاساتذہ حضرت مولانا نورالحق فرنگی محلی و مولانا ظہوراللہ فرنگی محلی وغیرہ بزرگوں نے بارگاہ شیخ العالم سے اپنی خصوصی وابستگی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے اپنی درسگاہ سے فارغ ہونے والے طلبہ کی دستار بندی عرس شیخ العالم میں حاضر ہو کر کرنے لگے۔

چنانچہ دنیائے سنیت کی دو عظیم ترین شخصیت خاتم الاکابر حضرت سیدنا شاہ آل رسول مارہروی قدس سرہٗ اور سیف اللہ المسلول معین الحق سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی قدس سرہٗ کی تکمیل علوم ظاہرہ کی دستار بندی آستانہ حضرت شیخ العالم میں ہوئی۔

اول الذکر کے تعلق سے مولانا عبدالمجتبیٰ رضوی لکھتے ہیں (آپ کو) ۱۲۲۶ھ میں حضرت

مخدوم شیخ العالم عبدالحق ردولوی کے عرس مبارک کے موقع پر مشاہیر علماء ومشائخ کی موجودگی میں دستار فضلیت سے سرفراز کیا گیا (تذکرہ مشائخ قادریہ برکاتیہ رضویہ ص ۳۶۹)

جبکہ ثانی الذکر کے تعلق سے علامہ عبدالحکیم شرف قادری لاہوری یوں رقمطراز ہیں۔

جمادی الاخریٰ ۱۲۲۸ھ کو حضرت مخدوم شاہ عبدالحق ردولوی رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے سامنے عرس کے موقع پر مولانا عبدالواسع لکھنوی، مولانا ظہوراللہ فرنگی محلی اور دیگر اجلۂ علماء کی موجودگی میں (آپ کی) رسم دستار بندی ادا کی (تاج الفحول نمبر ماہنامہ مظہر حق بدایوں ص ۶۸)

مذکورہ دونوں بزرگوں کا ذکر یہاں اس لئے کیا کیونکہ قیاس وقرائن سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ دور حضرت شاہ درویش احمد رحمتہ اللہ کا تھا اور بارگاہ شیخ العالم میں کوئی بھی تقریب حضرت سجادہ نشین کی اجازت وشرکت کے بغیر کبھی کسی نے انجام دینے کی جرأت نہیں کی۔ خاص طور سے علماء فرنگی محل تو اس باب میں سبقت لے گئے کہ حضرت شیخ العالم کے سجادوں کا جو اکرام واحترام ان بزرگوں نے کیا دوسروں کے ہاں اس کی نظیر کم ہی ملے گی۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ آپ ہی نے ان دونوں حضرات کے سر پر اپنے دست مبارک سے دستار بندی کی ہو جیسا کہ عرس کے ایام میں دیکھا گیا کہ عوام وخواص حضرت صاحب سجادہ کے ہاتھوں ہی سے جملہ تبرک حاصل کرنا باعث صد افتخار سمجھتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

الغرض اس بات سے حضرت سجادہ نشین کا علماء ومشائخ کے درمیان کیا وقار ہوتا ہے اس کا ہلکا سا اندازہ لگایا جا سکتا ہے مگر بہر حال یہ انھیں حضرات کے لئے باعث سعادت ہے جو اس طرح سے متمتع ہوتے ہیں۔

حضرت شیخ درویش احمد قدس سرہٗ اپنی پوری زندگی درویشانہ طرز پر ہی گذاری اور ایک طویل عرصہ تک اہل عرفان کی انجمن میں شمع کی حیثیت سے روشنی بکھیرتے رہے۔ پھر حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ کے حکم کے بموجب اپنے فرزند صدر رشک انجمن حضرت شاہ التفات احمد احمدی کو سجادہ نشین حضرت شیخ العالم اور اپنا قائم مقام منتخب فرما کر اس جہان فانی سے روپوش ہو گئے۔ آپ کی آخری آرامگاہ بھی حضرت شیخ العالم کے جوار فیض رساں میں ہی ہے۔

ممدوح المشائخ مخدوم العلماء حضرت حاجی شاہ التفات احمد احمدی قدس سرہٗ سجادہ نشین پنج دہم حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ

شیخ جلیل عارف کامل مخدوم العلماء ممدوح المشائخ حضرت حاجی شاہ التفات احمد احمدی رحمتہ اللہ علیہ حضرت شیخ العالم رحمتہ اللہ کے جمال ولایت کا آئینہ تھے۔ علم و فضل، تقویٰ وطہارت اور کسب وکمال میں اعلی مقام رکھتے تھے۔

علماء فرنگی محل، اپنے والد ماجد اور حضرت مولانا سید سخاوت حسین میرٹھی قدس سرہم سے جملہ علوم وفنون کی تحصیل فرمائی نیز وقت کے کبار علماء ومشائخ سے بھی کسب فیض کیا اور بہت جلد منازل سلوک وتصوف طے فرماگئے۔ آپ کو جمیع سلاسل کی خلافت واجازت حاصل تھی مگر سلسلہ صابریہ احمدیہ ہی میں بیعت وارادت قبول فرماتے۔

والد گرامی نے آپ کو اپنی زندگی میں ہی اپنا خلیفہ وجانشین اور حضور شیخ العالم کا سجادہ منتخب فرمایا تھا لہٰذا ان کے وصال کے بعد مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے اور تبلیغ واشاعت کا کام شروع فرمایا۔

شاہ مبین احمد مرحوم آپ کے مختصر احوال یوں لکھتے ہیں۔

حاجی شاہ التفات احمد احمدی رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین۔ آپ کے والد کا اسم گرامی شاہ درویش احمد تھا آپ نے دو شادیاں کیں۔ دوسری بیوی سے دو فرزند شاہ حسین احمد جس کا کمسنی میں انتقال ہوگیا اور شاہ حیات احمد ہوئے اور دو بیٹیاں۔

آپ دراز قد صحت مند اور صاف رنگ کے تھے۔ خاص لباس سفید تر کی ٹوپی لمبا کرتا اور تقریباً ہندوستان بھر کی سیاحت کی۔ خاص مواقع کے علاوہ ردولی سے باہر ہی رہتے تھے۔

سیاحت کی بنا پر ہر گوشہ میں متعارف تھے۔ اس وقت کے مشائخ اور سجادگان سے راہ ورسم رکھتے یہی وجہ تھی کہ عرس شریف میں صاحبان ذوق وشوق وسماع بکثرت تشریف لاتے۔ (شخصیت وسیرت قدیم نسخہ ص ۱۷۹)

شاہ مبین احمد فاروقی کی ایک دوسری تالیف جس کا نام ''جاء الحق وزھق الباطل'' ہے اس میں وہ تھوڑی سی تفصیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

برٹش حکومت کے دور میں پہلا بندوبست قصبۂ ردولوی خاص کا ۱۸۶۵ء میں ہوا اس وقت شاہ التفات احمد سجادہ نشین تھے۔ ان کے نام مکان مخدوم درگاہ شریف خانقاہ مسجد درگاہ شریف وغیرہ بحیثیت مالک مکان وسجادہ نشین درج ہوئے۔

آگے لکھتے ہیں۔

شاہ احمد زماں سجادہ نشین کے چھوٹے بیٹے شاہ حسین احمد کے سلسلہ خاندان کو چھوٹا خاندان کہتے ہیں اور گھر کو چھوٹا گھر جو صاحب سجادہ مالک مکان کے اثر میں تھا۔ چھوٹے خاندان کی بی بی حبیل زوجہ شاہ التفات احمد کی تھیں جن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ انہیں کی زندگی میں انہوں نے ردولی کی رہنے والی سید زادی بی بی آمنہ سے شادی کرلی جن کے بطن سے شاہ حسین احمد جن کا کمسنی میں انتقال ہوگیا اور شاہ حیات احمد اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ (جاء الحق وزھق الباطل ص ۲۰/۲۱)

کتاب ''انوار رزاقیہ'' جو حضرت مولانا عبدالرازق فرنگی محلی رحمتہ اللہ علیہ کے احوال کوائف پر مشتمل ہے اس میں کچھ واقعات ایسے ہیں جن کا تعلق آپ کی ذات سے بھی ہے ہم یہاں ان میں سے صرف دو واقعہ نقل کرتے ہیں۔ پہلا واقعہ اس طرح سے ہے۔

جناب حضرت شاہ التفات احمد صاحب سجادہ نشین حضرت شیخ الشیوخ زبدۃ العارفین قدوۃ الصالحین حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے تھے کہ میں حج اور زیارت مدینہ طیبہ کے لئے ممبئی سے دخانی جہاز پر جدہ روانہ ہوا راستہ میں طوفان شدید آیا ملاحوں نے کہا کہ جہاز غرق ہونے کے قریب ہے آپ لوگ دعا کریں۔ میں بھی دعا کرنے لگا۔ مجھے غنودگی آگئی میں

نے دیکھا کہ حضرت مولانا مولوی عبدالرزاق قدس سرہٗ تشریف لائے ہیں اور شیخ احمد عبدالحق قدس سرہٗ اور حضرت شاہ مسعود احمد قدس سرہٗ بھی تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولانا نے پشت سے جہاز میں زور لگایا اور حضرات نے ہاتھ سے سہارا دیا جہاز طوفان سے نکل گیا۔ (انوار رزاقیہ ۶۷)

دوسرا واقعہ یوں ہے۔

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بعد حج مدینہ طیبہ حاضر ہوا اور زیارت روضہ حضرت سرور کائنات علیہ التحیات والصلوۃ سے مشرف ہوا۔ اسی وقت میرے دل میں آیا کہ بقیہ عمر یہیں گزار دونگا، ترک وطن کردوں گا۔ روضہ مبارک اور ممبر شریف کے محاذی بیٹھ گیا اور غنودگی ہوگئی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت مولانا قدس سرہٗ اور حضرت شاہ مسعود احمد قدس سرہٗ تشریف لائے اور فرمایا کہ شاہ التفات احمد صاحب ترک وطن مناسب نہیں ہے۔ تہیۂ وطن کیجئے آپ کے استقبال کے لئے ہم آئے ہیں میں بیدار ہوا اور وطن کا قصد کیا اور بخیر پہنچ گیا (ایضاً ۶۸)

دراصل حضرت مولانا عبدالرزاق فرنگی محلی کے تذکرہ میں آپ کا ذکر اس لئے وارد ہے کیونکہ آپ کے اور مولانا کے مابین بے پناہ دوستی اور غایت درجہ کی عقیدت ومحبت تھی۔ جبکہ حضرت مولانا شاہ مسعود احمد صاحب آپ کے خاندان کے ایک بزرگ تھے۔

آپ سماع کے دلدادہ تھے بلکہ سماع آپ کی روحانی غذا تھی بسا اوقات دوران سماع آپ پر ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ خود سے بیخود ہوجاتے۔ ایک بار عرس کلیر شریف میں دوران سماع آپ کو اس طرح حال آگیا کہ جان بحق ہونے کے قریب ہوگئے۔ پورا واقعہ ''حیات بشیر'' کے مؤلف سے سنئے۔

حضرت شاہ التفات احمد صاحب حضرت شیخ العالم ردولوی کی اولاد میں سے تھے۔ آپ درریش صادق اور اپنے اسلاف کے نمونہ تھے۔ ان کی حاضری کلیر شریف بزمانہ عرس ناغہ نہیں ہوئی۔ سماع میں ان کو بسا اوقات کیفیت ہوتی جس کا اثر تمام محفل پر ہوتا۔ ایک بار کلیر شریف میں ان کی حالت قریب المرگ ہوگئی اور وہ لیٹ گئے۔ قوال سمجھے کہ یہ آرام میں ہیں اس لئے قوالی روک دی گئی۔ کچھ دیر بعد اس طرف صوفی جان محمد صاحب کا گذر ہوا۔ انہوں نے آپ

کی صورت دیکھ کر نبض دیکھی تو ساقط تھی۔ قوال کو بلا کر اسی غزل کو پھر پڑھوایا جس پر کیفیت ہوئی تھی کافی دیر کے بعد اس عالم کی جانب آپ کی واپسی ہوئی۔ صوفی صاحب اگر کچھ دیر نہ آتے تو آپ کا اصلی حالت پر آنا ممکن نہ تھا۔ (حیات بشیر ص ۱۲۶)

آپ بڑے کریم النفس شریف الطبع اور ظریف المزاج واقع تھے۔ ذہانت وفطانت اور حاضر جوابی میں عدیم النظیر تھے۔

جناب مبین احمد صاحب فاروقی لکھتے ہیں۔ آپ ذہین بے خوف اور صاحب اثر تھے۔ کئی واقعات آپ سے وابستہ ہیں۔ ایک واقعہ یہ ہے کہ اجمیر شریف کے عرس میں (آپ سے) سوال پوچھا گیا کہ ''حضرت غریب نواز'' اور ''حضرت بڑے پیر'' میں کون افضل ہے؟ حالانکہ سوال اچھا نہیں تھا تاہم آپ نے جواب دیا کہ ''اسم پاک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کس میم کو فضیلت حاصل ہے؟ (شخصیت وسیرت قدیم نسخہ)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی بارگاہ شیخ العالم میں حاضری اور مخدوم شاہ التفات احمد سجادہ نشین کے ہاتھوں مولانا ظفرالدین بہاری کی دستار بندی

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو حضور شیخ العالم قدس سرہٗ کی ذات سے بڑی عقیدت تھی۔ آپ مخدوم العلماء حضرت شاہ التفات احمد احمدی سجادہ نشین کا بہت احترام فرماتے۔ بارگاہ مخدومی سے ان کی گہری وابستگی کا علم اس بات سے ہوتا ہے کہ ۱۳۳۵ھ میں آپ عرس حضور شیخ العالم کے موقع پر اپنے چہیتے شاگرد ملک العلماء مولانا ظفرالدین بہاری کے ساتھ نہ صرف بہ نفس نفیس حاضر ہوئے بلکہ حضرت مولانا ظفرالدین بہاری کی دستار فضیلت کی رسم بھی یہیں ادا فرمائی اور آپ کی گزارش پر سجادہ نشین حضرت شاہ التفات احمد احمدی نے مولانا کے سر پر اپنے مقدس ہاتھوں سے دستار باندھی۔

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی لکھتے ہیں:

''یہی سال ۱۳۳۵ھ ان کی (مولانا ظفرالدین بہاری کی) تکمیل تحصیل کا سن بھی ہے

خانقاہ عالم پناہ حضرت مخدوم عبدالحق چشتی ردولوی کے آستانہ پر عرس کی تقریب میں صاحب سجادہ حضرت شاہ التفات حسین علیہ الرحمہ نے آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی۔ امام احمد رضا بہ نفس نفیس موجود تھے۔ .... اسی سال امام احمد رضا نے ان کو ملک العلماء اور فاضل بہار کا خطاب دیا'' (ماہنامہ سنی دنیا بریلی دسمبر ۲۰۰۸ء صفحہ ۱۵/۱۶)

مولانا خواجہ ساجد عالم مصباحی رقمطراز ہیں:

۱۳۳۵ھ کی کسی تاریخ کو اساطین امت و عمائدین ملت کے بڑے مجمع میں سرکار بریلی کی درخواست پر حضرت مخدوم شاہ التفات احمد قدس سرہٗ سابق سجادہ نشین خانقاہ ردولی شریف نے آپ کے سر پر دستار فضیلت باندھی اور سند تدریس و افتا مرحمت فرمائی۔ (ماہنامہ اشرفیہ جنوری ۲۰۰۸ء صفحہ ۲۷)

واضح رہے کہ اعلیٰ حضرت کے مرشد گرامی حضرت شاہ اٰل رسول مارہروی قدس سرہٗ کی تکمیل فضیلت کی دستار بندی بھی علما فرنگی محل کی موجودگی میں اسی بارگاہ عالم پناہ میں ہوئی تھی نیز علماء فرنگی محل کا یہی دستور تھا کہ وہ اپنے یہاں کے فارغین کو عرس حضور شیخ العالم کے مبارک موقع پر اپنے ہمراہ ردولی شریف لے آتے اور صاحب سجادہ کے ہاتھوں رسم دستار بندی انجام پاتی۔

میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کے واقعات حضور شیخ العالم کے کسی سجادہ نشین کیلئے اگرچہ کوئی شرف کی بات نہیں مگر ان سے علماء و فضلا کے مابین ان کے مقام و مقبولیت کا پتہ چلتا ہے نیز مذکورہ دونوں اقتباس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت شاہ التفات احمد احمدی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہما الرحمہ کے مابین کس قدر گہرے مراسم تھے۔

حضرت شاہ التفات احمد قدس سرہٗ کی بہت سی نشانیاں خانقاہ شریف میں موجود ہیں لیکن آپ کی حیات طیبہ کی سب سے اہم یادگار حضور شیخ العالم کے مزار مبارک پر بنی ہوئی موجودہ ٹین کی چھتری اور سنگ مرمر کی تعویذ ہے۔ اس سے قبل حضور شیخ العالم کی تربت مبارک کھلے آسمان کے نیچے تھی۔ منقول ہے کہ مزار مبارک پر گنبد کی تعمیر کے لئے ممبئی کے ایک سیٹھ نے آپ سے اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت دے تو دی مگر حضرت شیخ العالم سے آپ کو اس امر کی

اجازت نہیں ملی اور آپ خاموش ہو گئے۔

ادھر حضرت قطب علی شاہ صاحب بنارسی علیہ الرحمہ درگاہ شریف میں حاضر ہو کر چلے پہ چلہ اور مراقبے پہ مراقبہ کر کے حضور شیخ العالم سے اجازت مانگ رہے تھے کہ تعمیر روضہ شریف کی اجازت مجھے مرحمت ہو۔ اسی دوران ممبئی کے اس سیٹھ کا انتقال ہو گیا جس کے سبب آپ حضرت قطب علی شاہ صاحب سے دل برداشتہ ہو گئے۔

اس پورے واقعہ کو شاہ مبین احمد فاروقی اپنے والد کی زبانی نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''میرے والد نے قطب علی شاہ صاحب بنارسی کا واقعہ بیان کیا۔ کوٹھے سے صحن خانقاہ شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس جگہ حضرت شاہ التفات احمد احمدی کے سامنے حضرت قطب علی شاہ بنارسی کھڑے تھے اور ہاتھ باندھے ہوئے ان کے بیسوں مرید۔ شاہ التفات احمد احمدی ان سے خفگی کا اظہار کرتے رہے اور وہ سنتے رہے مگر حفظ مراتب میں فرق نہیں آنے دیا۔ آخر میں انہوں نے سجادہ موصوف کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور ان کی اتباع میں ان کے مریدوں نے بھی۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ شیخ العالم کے آستانے کی چھتری اور تعویذ قطب علی شاہ صاحب بنوانا چاہتے تھے مگر سجادہ موصوف نے ممبئی کے ایک سیٹھ کو اجازت دے دی تھی۔ قطب علی شاہ صاحب حضرت شیخ العالم کے عاشق صادق تھے۔ بڑے عامل اور پر از تاثیر بزرگ تھے۔ انہوں نے درگاہ شریف میں چلہ کیا۔ سوئے اتفاق سیٹھ کا انتقال ہو گیا قطب علی شاہ صاحب نے پھر سے اجازت مانگی اس پر سجادہ موصوف نے برافروختگی سے فرمایا کہ'' آخر آپ نے اس (سیٹھ مذکور) کو مار ڈالا۔ بالآخر شیخ العالم کی تعویذ اور چھتری کی تعمیر کا سہرا انہیں کے سر رہا (اہل آفاق کے تاثرات۔ روزنامچہ شاہ مبین احمد فاروقی قلمی)

ہم عصر مشائخ سے آپ کے بہت گہرے تعلقات تھے۔ خاص طور سے شہید عشق حضرت مولانا محمد حسین الہ آبادی، حضرت مولانا عبدالرزاق فرنگی محلی، شیخ المشائخ اعلی حضرت اشرفی میاں کچھوچھوی ان کے برادر کبیر حضرت شیخ سید اشرف حسین کچھوچھوی، حضرت حاجی وارث علی شاہ

صاحب دیوہ، حافظ بخاری حضرت سید عبد الصمد چشتی پھپھوند شریف حضرت قطب علی شاہ صاحب بنارسی، حضرت شاہ عبدالطیف صاحب ستھن شریف، حضرت مولانا شاہ احمد حسین صاحب کانپوری، حضرت شاہ درویش احمد صاحب قدوسی سجادہ نشین، شیخ عبدالقدوس گنگوہی وغیرہ مقتدر مشائخ کرام سمیت ہند و پاک کی مشہور خانقاہوں کے سجادہ نشین حضرات آپ کے ہمراز وہم مجلس تھے اور عرس کے ایام میں ردولی شریف حاضر ہوکر آپ سے محبت ومؤدت دوبالا کرتے اور فیضان شیخ العالم سے بہرور ہوتے۔

آپ کا وصال ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ جناب مبین احمد فاروقی مرحوم رقمطراز ہیں۔ آپ کا وصال ردولی شریف میں ۱۹۰۸ء میں ہوا اور درگاہ شریف میں اپنے آباواجداد کے پہلو میں آرام فرما ہوئے۔ ۱۹۰۸ء میں حضرت شاہ آفاق احمد احمدی کی پیدائش ہوئی اور اسی سنہ میں حضرت شاہ حیات احمد احمدی سجادہ نشین ہوئے (شخصیت وسیرت قدیم نسخہ ص۱۸۰) حیات بشیر میں آپ کی تاریخ وصال یہی درج ہے کہ ''آپ نے ۲۸ فروری ۱۹۰۸ء بروز جمعہ بوقت سہ پہر انتقال فرمایا اور حضرت شیخ العالم کی درگاہ کے احاطہ میں مدفون ہوئے۔'' (حیات بشیر ص۱۲) آپ کی سجادگی کی مدت خاصی طویل رہی ہے جیسا کہ اوپر حوالہ کی روشنی میں ۱۸۶۵ء میں آپ کو سجادہ نشین حضرت شیخ العالم لکھا جانا مذکور ہوا جبکہ ۱۹۰۸ میں آپ نے پردہ فرمایا۔ اس اعتبار سے آپ تقریباً پچاس سال تک فیضان شیخ العالم تقسیم فرماتے رہے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنے صاحب وجاہت بیٹے حضرت شاہ حیات احمد احمدی کو خلافت واجازت دیکر سجادہ نشین منتخب فرمادیا تھا لہٰذا آپ کے بعد شاہ حیات احمد احمدی سجادہ نشین ہوئے۔

شیخ الاحیاء والاصفیاء موصوف بہ حشمت ظاہرہ وباطنہ حضرت شاہ حیات احمد قدس سرہٗ سجادہ نشین شش دہم حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ

عالم باعمل، عابد شب زندہ دار، بحر تصوف کے ماہر شناور حضرت شیخ شاہ حیات احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۰۸ء میں والد گرامی کے وصال کے بعد منصب سجادگی پر فائز ہوئے۔ آپ عالمانہ وقار، خانقاہی وجاہت اور صوفیانہ طرز زندگی کے ملاجلا سنگم تھے۔

شاہ مبین احمد صاحب لکھتے ہیں۔

آپ میانہ قد تھے اور رنگ گندمی عنفوان شباب میں گھونگھر والی کاکلیں تھیں۔ آواز میں پروقار کھنک بھاری بھرکم شخصیت کی آئینہ دار تھی۔ لباس میں شیروانی، کرتہ، واسکٹ، چوڑی دار پائجامہ اور صابری رومال رہتا تھا اور چھڑی لئے رہتے تھے۔ (شخصیت وسیرت قدیم نسخہ ص۱۸۱)

منقول ہے کہ جب آپ کی پیدائش ہوئی تو پیشوائے عشاق حضرت مولانا عبدالرزاق فرنگی محلی تشریف لائے، آپ کے والد گرامی حضرت شاہ التفات احمد احمدی قدس سرہٗ اور تمام اہل خاندان کو مبارکباد دی اور شاہ حیات احمد احمدی نام تجویز فرمایا۔ (ایضاً)

آپ کا شمار وقت کے مشہور ترین علماء وفضلاء میں ہوتا تھا۔ جملہ علوم نقلیہ وعقلیہ کی تکمیل مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں استاد وقت قیام الملت والدین حضرت علامہ شاہ محمد قیام الدین عبدالباری فرنگی محل قدس سرہٗ کے زیر سایہ ہوئی جبکہ روحانی تربیت میں خاص دخل حضرت والد گرامی کا رہا۔

استاذ زمن حضرت علامہ شاہ محمد قیام الدین عبدالباری قدس سرہٗ کے تلامذہ کا ایک لامتناہی سلسلہ ملک وبیرون ملک میں پھیلا ہوا تھا لیکن آپ ان کے ممتاز ترین شاگردوں میں سے ایک تھے اور مخدوم زادہ ہونے کے ناطے ان کی خصوصی توجہ سے مالا مال تھے۔

حضرت مولانا نے ایک بار خواب دیکھا کہ حضرت سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی گود میں ایک بچہ ہے جب غورے دیکھا تو وہ شاہ حیات احمد احمدی تھے۔آپ کے کمالات کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا موصوف جیسی ہستی نے آپ کی شان میں اشعار کہے باوجود یکہ وہ استاذ تھے اور آپ ابھی زیر تعلیم۔اس کی پوری تفصیل ''اجمالی تعارف'' کے حوالے سے ملاحظہ کیجئے۔

''حضرت علامہ عبدالباری علیہ الرحمہ اپنے احباب و رفقاء کو مصرعہ طرح دیتے تھے یہ حضرات اس پر طبع آزمائی کرتے تھے۔اس محفل میں حصہ لینے والے وہ حضرات بھی ہوتے تھے جن کی طرف سے حضرت علامہ موصوف خود کلام تحریر فرماتے۔

حسب ذیل غزل علامہ موصوف نے حضرت شاہ حیات احمد علیہ الرحمہ کے لئے اس وقت تخلیق فرمائی جب آپ وہاں زیر تعلیم تھے۔اس غزل کے مقطع میں حضرت علامہ موصوف کے اس خواب کی طرف بھی اشارہ ہے جو آپ نے دیکھا تھا کہ حضرت شاہ حیات احمد ایک بچہ کی شکل میں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی گود میں ہیں۔

نہ جس نے تفرقہ کچھ نور میں اور نار میں دیکھا　　بظاہر رشتہ اس سے سبحہ و زنار میں دیکھا
پڑے ہیں داغ لاکھوں شیخ کے ملبوس میں لیکن　　کسی نے کوئی دھبہ دامن میخوار میں دیکھا؟
سماں میخانہ کا محشر میں رندوں! چھا گیا مجھ پر　　وہی انداز ساقی رحمت غفار میں دیکھا
وہ میخانہ میں خرقہ آج اپنا رہن رکھتے ہیں　　جنھیں کل تک تھا ہم نے جبہ و دستار میں دیکھا
حیات احمد تو تھے اندر خرا باتی مگر شب کو　　طفیل چشم ساقی اس بڑی سرکار میں دیکھا

(خانوادہ شیخ العالم کا اجمالی تعارف ص ۳۲/۳۱)

حضرت علامہ عبدالباری فرنگی محلی علیہ الرحمہ حضرت شاہ حیات احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ سے کس قدر محبت فرماتے اور آپ کے ادب واحترام میں کس درجہ آگے بڑھے ہوئے تھے اس کا اندازہ حضرت مولانا محمد الفاروقی چشتی صابری الہ آبادی (شاگرد رشید حضرت علامہ عبدالباری فرنگی محلی) کے بیان کردہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے جو حضرت آفاق احمد احمدی علیہ الرحمہ کے سویم کے دن انہوں نے بیان کیا تھا۔

پورا واقعہ شاہ مبین احمد فاروقی نے اس طرح تحریر کیا ہے:

''مولانا صاحب (مولانا محمد میاں الفاروقی) نے فرمایا کہ پیر پرستی کا وہ زمانہ نہیں رہا جو میں نے دیکھا ہے کہ حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ اپنے سجادے پر بیٹھے ہوئے طلبہ کو درس دے رہے تھے کہ چند دیوبندی علماء حاضر ہوئے مگر آپ نے کوئی توجہ نہیں کی۔ دریں اثنا حضرت شاہ حیات احمد احمدی صاحب سجادہ حضرت شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ شیروانی اور چوڑی دار پاجامہ ڈاڑھی اور موچھیں صاف ملنے کے لئے آگئے (اسوقت شاہ حیات احمدی کا عنفوان شباب تھا اور مدرسہ میں داخل بھی نہ ہوئے تھے اس لئے شرعی وضع قطع ابھی نہیں اپنایا تھا) مولانا موصوف نے سجادہ سے اٹھ کر نہایت احترام کے ساتھ ان کا ہاتھ چوما اور گلے سے لگالیا۔تھوڑی دیر باتیں کر کے حیات میاں چلے گئے۔علماء دیوبند معترض ہوئے اور سخت برہمی کا اظہار کیا کہ آپ نے ایک غیر شرعی وضع قطع کے حامل شخص کی اتنی تعظیم کیوں کی؟ اس پر حضرت مولانا نے برجستہ فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ شاہ حیات میاں کو نعوذ باللہ دوزخ میں جانے کا حکم فرمائے تو یہ گنہگار عبدالباری دامن رحمت تھام کر گڑ گڑائے گا اور عرض کرے گا کہ بارالٰہ میرے وہ تمام اعمال جو تجھے پسند ہوں ان کا صلہ حیات میاں کو عطا کر کے ان کو جنت میں داخل فرما اور ان کے گناہ میرے کاندھوں پر رکھ کر مجھ کو دوزخ کے حوالے کردے۔(اہلِ آفاق کے تاثرات۔روزنامچہ شاہ مبین احمد فاروقی قلمی)

بلاشبہ شاہ حیات احمد احمدی قدس سرہٗ جداگانہ فضائل وکمالات کے مالک تھے۔یوں کہئے کہ آپ علم وفن کا مشک عنبر، سلوک وتصوف کا کامل شناور۔ سیاست وقیادت کا عظیم رہبر اور سیر وسیاحت کا زبردست شہسوار تھے۔

بلکہ مشائخ کے درمیان شیخ عظیم، علماء کے درمیان صدر نشیں، شعراء کے درمیان استاذ، ادباء کے درمیان نقاد، مریدوں کے درمیان پیر کامل اور احباب کے درمیان شمع انجمن تھے۔

شاہ مبین احمد فاروقی لکھتے ہیں۔

آپ کے دور کو سنہرا دور کہا جاتا ہے رب العزت نے خوشحالی، شہرت، صحت اور عزت عطا کی جس ذوق کو اپنایا ردولی نے اختیار کیا۔ جوانی میں شعروشاعری کا ذوق ہوا تو ردولی ادب کا گہوارہ

بن گئی۔ علمی مباحثہ کا آغاز کیا تو چاروں طرف اس کے چرچے ہونے لگے۔ شکار کی طرف توجہ کی تو سب کو شکار کا ذوق ہوگیا۔ سیاحت کی طرف آئے تو ردولوی سیاحت کا اکھاڑہ ہوگئی واقعات اور داستانیں زبان زد ہیں ''دسترخوان وسیع، احباب زیادہ اور خدام کثیر تھے''۔ آپ مجسٹریٹ بھی رہے اور اجمیر شریف کی کمیٹی کے صدر بھی ہوئے۔ برٹش گورنمنٹ نے ان کو خاں بہادر کا خطاب ۲رفروری ۱۹۲۸ء کو دیا تھا اور سند جاری کی تھی۔ (جاء الحق وزھق الباطل ص۲۲)

بہت ہی جلد انہوں نے ممتاز جگہ بنالی۔ طاقتور اور اثر دار شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے دور کو سنہرا دور کہا جاتا ہے۔ ان کا دسترخوان وسیع تھا۔ ملازمین کی کثرت اور وفاداروں کی کمی نہیں تھی۔ انہوں نے خانقاہ شریف، صحن خانقاہ ملحق نشست گاہ موسومہ بہ کوٹھی اور درگاہ شیخ العالم میں تعمیرات کیں اور ان کو آراستہ وپیراستہ کیا۔ دیکھائی دینے والا شان وشکوہ انھیں کا رہن منت ہے۔

انہوں نے اس دور کی آل انڈیا تحریکوں میں جم کر حصہ لیا۔ اس وقت ہندوستان میں ان کے مقابلے کا کوئی سجادہ نشین نہیں تھا۔ (ایضاً)

آپ کے معاصر علماء ومشائخ آپ کی بے حد قدر فرماتے اور حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ کا توشہ آپ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے ردولی تشریف لاتے۔ جن علماء ومشائخ سے آپ کے گہرے روابط تھے ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ چند قابل ذکر آسماء یہ ہیں۔

مولانا عبدالقادر صاحب فرنگی محلی، مولانا قطب میاں صاحب فرنگی محلی، مولانا جمال میاں صاحب فرنگی محلی، محدث اعظم ہند مولانا سید محمد اشرفی کچھوچھوی، مولانا سید محی الدین اشرف کچھوچھوی، مولانا محمد میاں الہ آبادی، مولانا غلام جیلانی اعظمی، مولانا سید نور الحسن صاحب اجمیری وغیرہ رحمھم اللہ تعالی۔

حوالہ کی روشنی میں یہ بات گذر چکی ہے کہ آپ کے دور سجادہ نشینی کو سنہرا دور سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس میں کوئی دورائے نہیں کہ آپ نے خانقاہ کے فروغ واستحکام کے لئے جو اقدامات کئے ہیں وہ اس خانقاہ کی تاریخ میں ہمیشہ ایک روشن باب کی حیثیت سے یاد کئے جائیں گے جیسا کہ شاہ مبین احمد صاحب نے لکھا کہ خانقاہ کی یہ شان وشوکت اور باغ وبہار انہیں کی رہن منت ہیں۔

حضرت شاہ حیات احمد احمدی جب تک بحیات رہے فیضان سلسلہ چشتیہ صابریہ احمدیہ کو عام کرتے رہے اور حقوق سجادہ نشینی کو کما حقہ ادا کرتے رہے اور بالآخر جان جاں آفریں کے حوالہ کر کے ہمیشہ کے لئے دنیا کی نگاہوں سے روپوش ہوگئے۔

شاہ مبین احمد فاروقی نے آپ کی شادی عمر اور اولاد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

آپ کی شادی بی بی شفیق النساء کے ساتھ ہوئی تھی جن کے بطن سے کثیر اولاد ہوئیں، وفات کے وقت آپ کی عمر شریف تقریباً ۷۴ سال کی تھی۔ بہنگام نزع درود شریف کا ورد جاری رہتا تھا۔ آخر وقت میں درویشانہ انداز پیدا ہوگئے تھے بکثرت عبادت کرتے کم کھاتے اور کم سوتے (شخصیت وسیرت قدیم نسخہ ص ۱۸۱)

اور وفات وتدفین کے احوال کوائف یوں بیان کیا ہے۔

آپ کی وفات حسرت آیات ۱۴رجون ۱۹۶۴ء کو بروز یکشنبہ بوقت سہ پہر رہائش گاہ موسومہ بہ ''کوٹھی'' مشرقی درمیانی کمرے میں قلیل علالت کے بعد ہوئی۔ طبیعت کچھ عرصہ سے ناساز رہتی تھی مگر اس دن حرارت محسوس ہوئی جو رفتہ رفتہ تیز ہوتی گئی اور بالآخر موت کا پیغام ثابت ہوئی۔ شب کو ۹:۳۰ بجے صحن خانقاہ میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور جسد خاکی درگاہ شریف میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

قبر شریف جد امجد شیخ محمد رحمتہ اللہ علیہ کے دکھن اور والد حضرت شاہ التفات احمد احمدی کے ٹھیک پورب میں ہے درمیان میں فی الحال کوئی قبر نہیں۔ کیا ہی اچھی جگہ آپ کے نصیب میں آئی۔ یہی خوش نصیبی از دم پیدائش تا بہ وقت وصال سر پر چتر شاہی کی طرح سایہ فگن رہی۔ (ایضاً ۱۸)

آگے کچھ مزید اوصاف وخصوصیات کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

''آپ نماز بہت اچھی طرح پڑھاتے تھے الحمدللہ کے بعد پہلی رکعت میں سورہ والضحیٰ اور دوسری میں الم نشرح ضرور لگاتے۔ سلسلہ عالیہ صابریہ کی تاریخ ومسئلہ ومسائل اور طریقت کے نازک پہلوؤں پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ آپ نے عرس شریف اور سماع کی محفلوں کو وسعت دی۔ آپ کی وفات سے سجادگی کا ایک روشن باب ختم ہوگیا۔ آپ کے بعد بڑے بیٹے کی حیثیت سے شاہ آفاق احمد احمدی سجادہ نشیں ہوئے۔ (ایضاً ص ۱۸۲)

شیخ الآفاق عمدۃ الاصفیاء حضرت علامہ شاہ آفاق احمد احمدی قدس سرہٗ سجادہ نشین ہفت دہم حضرت شیخ العالم قدس سرہٗ

پیکر حسن و جمال، صاحب فضل و کمال منبع جود و نوال شیخ الآفاق عمدۃ الاصفیاء حضرت علامہ شاہ آفاق احمد احمدی قدس سرہٗ اپنے والد گرامی حضرت شاہ حیات احمد احمدی متوفی ۱۹۶۴ء کے بعد حضور شیخ العالم کے سجادہ نشین کی حیثیت سے افق عالم پر جلوہ بار ہوئے۔

آپ کی پر کشش شخصیت کی تشریح جس خوبصورت انداز میں جناب شاہ مبین احمد فاروقی مرحوم نے کی ہے اس سے بہتر اور کسی کے لئے ممکن نہیں کیونکہ انہوں نے آپ کی خدمت بھی کی ہے۔ صحبت کا لطف بھی اٹھایا ہے اور حالات کا گہرائی سے جائزہ لینے کے بعد مستند انداز میں اسے سپرد قلم بھی کیا ہے۔ ہم مرحوم کی تالیف ''شہر حق'' کی روشنی میں حضرت شاہ آفاق احمد احمدی کی شخصیت کا مختصر جائزہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

آپ حضرت شاہ حیات احمد احمدی رحمتہ اللہ علیہ سجادہ وصال ۱۹۶۴ء ابن شاہ التفات احمد احمدی سجادہ وصال ۱۹۰۸ء کی اولاد اکبر تھے۔ ۲۸ فروری ۱۹۰۸ء کو بعد نماز جمعہ جد اعلیٰ حضرت صاحب توشہ رحمتہ اللہ علیہ کے مکان واقع محلّہ مخدوم زادہ قصبہ ردولی میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ والدہ ماجدہ کا نام بی بی شفیق النساء (وفات ۱۹۶۸ء) تھا جو موضع سید نپور تحصیل رام سنہی گھاٹ ضلع بارہ بنکی کے معزز زمیندار شیخ حمید علی کی دختر تھیں۔ (آپ کی) ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی مزید تعلیم و تربیت کے لئے اس دور کے مشہور عالم دین حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی (وصال ۱۹۲۶ء) آپ کو بذات خود لکھنؤ لے گئے اور مدرسہ نظامیہ فرنگی محل میں داخل کر دیا جہاں آپ نے متوسطات تک پڑھا۔

دوران طالب علمی آپ کی شادی ماہ شعبان المعظم ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء موضع سید نپور مذکور کے شیخ ساجد حسین کی دختر بی بی احمدی بیگم سے ہوگئی جن کے بطن سے لڑکے بھی ہوئے اور لڑکیاں بھی۔ فراغت تعلیم کے بعد والد ماجد کا ہاتھ بٹانے لگے جو کافی بڑے زمیندار تھے۔ آپ متوسط قد، رنگ سنہرا، پر جمال اور جامہ زیب تھے۔ آداب گفتگو خورد و نوش نشست و برخواست میں نئی اور پرانی قدروں کا حسین سنگم اور پر کشش شخصیت کے مالک تھے۔ (شہر حق ص ۱۶۱)

یہ سچ ہے کہ آپ کی ذات علم و دانش کی ایک روشن انجمن تھی شعر و شاعری سے لیکر سلوک تصوف کے دقیق مسائل تک چشم زدن میں دلنشین پیرائے میں بیان فرما دیتے اور گفتگو متانت و سنجیدگی کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہوتی۔

سید صباح الدین عبدالرحمٰن لکھتے ہیں۔

ایسی اچھی گفتگو کرنے والا شاید ہی اس صوبہ میں ہو۔ تصوف و سلوک پر گفتگو کرتے تو اس کو فارسی اور اردو کے اشعار سے اس طرح مزین کر دیتے کہ جو گتھیاں تصوف کے نکات سے حل ہوتی نظر نہ آتیں وہ ان کے برجستہ اشعار کے پڑھ دینے سے حل ہو جاتیں۔ (معارف ستمبر ۱۹۸۰ء)

شاہ مبین احمد فاروقی تحریر فرماتے ہیں۔

ایک بار لکھنؤ اسٹیشن سے ردولی شریف بذریعہ ٹرین تشریف لا رہے تھے اتفاق سے آپ کو دیکھ کر مولوی عبدالماجد دریابادی بھی ڈبہ میں آگئے۔ دریاباد اسٹیشن قریب ہونے کو ہوا تو مولوی صاحب نے کہا کہ شاہ صاحب آپ کی لطیف باتوں سے میرا وقت اڑتا ہوا گذر گیا۔

آپ نے فرمایا مگر مولوی صاحب میرا وقت تو نذر خراب ہوگیا۔ مولوی صاحب نے استعجاب سے پوچھا کہ کیوں؟ تو آپ نے جواب میں یہ شعر پڑھا۔

دم بھر کوثری بزم میں ہم بیٹھ کے واعظ　　برسوں نہ رہے بزم خرابات کے قابل

(شہر حق ص ۱۰۹)

شاہ مبین احمد صاحب نے ایک ہندی بول کی تشریح آپ کے حوالہ سے نقل کیا ہے جس سے

آپ کے پاکیزہ خیالات اور بلند فکری کو قدرے نشاندہی ہوتی ہے۔ وہ بول یہ ہے ''تنی جا گوبلم جیالا گے ہمار'' یہ بول زبان سے ادا کر کے واقعہ بیان کیا کہ ایک صاحب دل کو اتنا وجد ہوا کہ جو کچھ ان کے پاس تھا قوال کو دے دیا۔ (پھر تشریح کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا)

تنی جا گوبلم کے معنی ہیں اے پیر طریقت! اے مرشد روحانی! ذرا میری طرف دیکھ کچھ میرا بھی خیال کرو۔ جیالا گے کا مطلب ہے روحانی طریقت وانبساط حاصل ہو ٹھہراؤ دور ہو مدارج میں ترقی ہو۔ مفہوم یہ ہوا کہ اے مرشد روحانی آپ میری طرف توجہ فرمائیے کہ راہ معرفت آسان ہو جائے۔ (ایضاً ص ۱۶۰)

آپ کا سلسلہ تعلقات بہت وسیع تھا۔ ہندو پاک کے مشہور ترین خانقاہوں میں بموقع اعراس مہمان خصوصی کی حیثیت سے تشریف لے جاتے۔ اجمیر شریف، مہرولی شریف، کلیر شریف، پانی پت شریف، گنگوہ شریف وغیرہ مقامات پر عرس کے ایام میں بلا ناغہ حاضر ہوتے ۱۹۷۶ء میں بنگلہ دیش اور پاکستان کا دورہ فرمایا اور وہاں کے معروف آستانوں پر حاضر ہو کر اکتساب فیض کیا۔

جناب شاہ مبین احمد فاروقی رقمطراز ہیں۔

والد محترم (آپ کو) اعراس میں بھیجا کرتے تھے۔ اپنے رکھ رکھاؤ سے دلوں میں گھر کر لیا تھا اور جب ان کے وصال پر مسند سجادگی پر ممتکن ہوئے تو قدر و منزلت اپنے عروج پر پہنچ گئی جو آخر وقت تک برقرار رہی۔ یوں تو مختلف خانقاہوں، درگاہوں اور مدرسوں میں آپ کا آنا جانا رہتا تھا مگر صاحب سجادہ ہونے کے بعد دور دراز کے سفر کئے ۱۹۶۷ء میں مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) اور وہاں سے مغربی پاکستان گئے۔ لاہور میں حضرت ابوالحسن علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ اور پاک پٹن شریف میں حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کے آستانے پر حاضر ہوئے۔ (ایضاً ص ۱۵۷)

۱۹۷۶ء میں آپ نے ممبئی سمیت حیدر آباد دکن وغیرہ کا سفر فرمایا۔ چنانچہ جناب شاہ صاحب لکھتے ہیں۔

۱۹۷۶ء میں صوفی امیر حسین وارثی سنبھل شریف کے ہمراہ ممبئی گئے اور اس سے پہلے حضرت شاہ خاموش کے سجادہ حضرت سید قطب میاں کے بلاوے پر حیدر آباد دکن گئے تھے ۔(ایضاً)

آپ کے والد گرامی حضرت شاہ حیات احمد احمدی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں درگاہ اور خانقاہ شریف میں بہت سی عمارتیں تعمیر کرائی تھیں آپ نے اپنے دور میں ان میں مزید زندگی پیدا کی۔ صحن مسجد اور درگاہ شریف کے صدر دروازہ کی تعمیر جدید آپ کے عہد سجادگی میں ہوئی تھی۔

جناب مبین احمد صاحب بیان کرتے ہیں۔

چھوٹے روضہ (قبرستان ملحق درگاہ شریف) کا قدیم انبلی کا پیڑ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ مطابق اگست ۱۹۷۹ء میں گر گیا۔ صدر دروازہ درگاہ کو نقصان پہونچا آپ نے پرانی بنیادوں پر از سر نو خوبصورت دروازہ تعمیر فرمایا اور نام وسنہ تعمیر کندہ کرا دیا (شہر حق ص ۱۵۸) صحن مسجد کے فرش کی تعمیر حضرت شاہ آفاق احمد احمدی کی جانب سے ہوئی تھی (شخصیت وسیرت ص ۲۶۳)

آپ زائرین حضور شیخ العالم کا بہت زیادہ خیال رکھتے اور آنے والوں کے لئے کھانے پینے وآرام کرنے کا معقول انتظام کر رکھا تھا۔ ایک بار رات کو کچھ لوگ آستانہ پر آئے اور آپ کو کسی وجہ سے خبر نہ ہوئی۔ رات کو حضور شیخ العالم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں ''ہمارے مہمان پریشان ہیں اور تم سو رہے ہو؟

مؤلف شہر حق نے پورا واقعہ اس طرح بیان کیا۔

آپ نے مہمان کے سلسلے میں واقعہ بیان کیا کہ بارش کے زمانے میں بارہ سوا بارہ بجے رات میں خواب دیکھا کہ حضرت صاحب توشہ قدس اللہ سرہٗ بہ نفس نفیس تشریف لا کر فرمانے لگے کہ ہمارے مہمان پریشان ہیں اور تم سو رہے ہو؟ اٹھ کر خانقاہ، درگاہ اور مسجد میں ان کو تلاش کیا مگر کوئی نظر نہ آیا۔ آ کر سو گئے پھر حضرت صاحب توشہ رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے اور فرمایا کہ ہمارے مہمان بارش سے پریشان ہیں اور تم لیٹے ہو؟

اٹھ کر احاطے کی طرف گئے دیکھا کہ واقعی آٹھ دس افراد بوسیدہ چھپر کے نیچے پانی ٹپکنے سے

پریشان تھے۔ (شہر حق ص ۱۵۹)

حضرت شاہ آفاق احمد احمدی علیہ الرحمہ کے اوصاف حمیدہ اور فضائل محمودہ اس قدر ہیں کہ زیر شمار نہیں آسکتے جن لوگوں نے ان کی حیات مشکبار سے فیض آٹھایا ہے وہ آج بھی ان کا ذکر کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ گویا وہ کسی گلستاں میں ہوں اور آنکھیں بند کر کے پھولوں کی خوشبوؤں سے اپنے دل و دماغ کو محظوظ کر رہے ہوں۔

بلاشبہ احساسات کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنایا جا سکتا اس لئے ہم یہاں صرف ان جملوں کی نقل پر اکتفا کرتے ہیں جو شہر حق میں بطور نتائج درج ہیں۔

سب کا اتفاق ہے کہ

''حضرت شاہ آفاق احمد احمدی کا اخلاق اعلیٰ درجے کا تھا اور ان میں دلوں کو موہ لینے کی صفت بدرجہ اتم تھی۔''

''اس دور انحطاط میں وہ خانقاہ کی آبرو اور دنیائے تصوف میں لعل شب چراغ تھے''

''وہ علم و دانش میں یکتا تھے''

''تصوف و سلوک پر گفتگو کرنے والا ان سے بہتر اس دور میں کوئی نہیں تھا''

''مذاق شعر و ادب میں ان کا کوئی ہم مسلک بزرگ ان کی ہمسری نہیں کر سکتا تھا''

''وہ سلسلہ صابریہ چشتیہ کے مثالی سجادہ نشین اور صوفی تھے''

''ان کا حلقۂ احباب وسیع تھا''

''ان کا نام زندہ و پائندہ رہے گا نہ صرف ردولی بلکہ ان کا وسیع حلقہ ان پر فخر کرتا رہے گا۔''

(ایضاً ص ۵۵)

نیر ملت حضرت شاہ عمار احمد احمدی قبلہ کی جشن سجادگی اور رسم دستار بندی ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

حضرت شاہ آفاق احمد احمدی قدس سرہٗ کے تمام کارنامے اہم ہیں لیکن آپ کا سب سے بڑا کارنامہ، سب سے بڑی کرامت اور سب سے بڑی یادگار آپ کے قابل صد افتخار پوتے نیر ملت حضرت شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں صاحب قبلہ کی ذات ہے جسے آپ نے اپنی حیات ہی میں حضرت شیخ العالم کے غیبی اشارے پر سجادہ نشین منتخب فرمایا دیا تھا اور ۱۴؍ جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء میں عرس کے دوران اپنے اجداد کرام کے تمام تبرکات ان کو سپرد فرما دیا اور رسم دستار بندی اپنے دست مبارک سے ادا فرمائی نیز سلسلہ چشتیہ صابریہ احمدیہ و جملہ سلاسل کی اجازت و خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔

شاہ مبین احمد فاروقی تحریر کرتے ہیں۔

آپ کے فرزند اکبر جناب شاہ تمیم احمد کا انتقال عیدالاضحیٰ ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء کی شام کو راہ چلتے ہوگیا اور وہ احاطہ درگاہ شریف میں میں مدفون ہوئے۔ آپ نے ان کے بڑے صاحبزادے جناب شاہ نیر میاں کو ۹:۳۰ بجے شب میں صحن خانقاہ شریف میں بتاریخ ۱۴؍ جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء عرس شیخ العالم رحمۃ اللہ علیہ میں محفل سماع سے قبل اہل سلسلہ، اہل خاندان اور ہزاروں معتقدین کی موجودگی میں حضرت شیخ العالم احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کا ہونے والا سجادہ اور اپنے چھوٹے صاحبزادے جناب حسین احمد احمدی کو ان کا نگراں مقرر فرمایا۔ ان کے نام کا اعلان کیا بعدہٗ اپنے دست مبارک سے دستار بندی کر کے رسم نذر گذاری کرا دی اور ۱۵؍ جمادی الثانی کو نیر میاں کو خرقہ بھی پہنا دیا اور دوسرے تبرکات منتقل کیے۔ (شہر حق ص ۱۵۸)

حضرت قبلہ نیر میاں صاحب کے مختصر حالات آپ آئندہ سطور میں ملاحظہ کریں گے انشاء الله تعالی۔ یہاں صرف اتنا بتادوں کہ جب شاہ آفاق احمد احمدی نے حضرت نیر میاں کی شکل میں ایک نوعمر لڑکے کو بحیثیت سجادہ نشین حضور شیخ العالم متعارف کرایا تو لوگ ورطۂ حیرت میں پڑ گئے تھے مگر ایک مختصر عرصہ بھی گذرنے نہ پایا تھا کہ لوگوں کی حیرت میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا فرق صرف نوعیت میں تھا کہ پہلے لوگ آپ کی نوعمری پر حیرت زدہ تھے اور اب کارناموں سے حیرت زدہ ہیں۔ عالم یہ ہے کہ حضرت شاہ آفاق احمد احمدی کو دیکھنے والے لوگ آج جب خانقاہ کو دیکھتے ہیں تو بے ساختہ ان پر سلام بھیجنے لگتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں کہ شاہ نیر میاں حضرت شاہ آفاق میاں کی ایک زندہ وجاوید کرامت ہیں۔

وصال حضرت شاہ آفاق احمد احمدی رحمتہ اللہ علیہ

آپ کے آخری سفر کا ذکر شاہ مبین احمد صاحب نے اس طرح کیا ہے۔

جون ۱۹۸۰ء میں حضرت قطب علی شاہ بنارسی کے عرس میں شرکت کی۔ نورالحسن (ایک مرید) کے یہاں ٹھہرے طبیعت ناساز ہوگئی۔ افاقہ ہونے پر ردولی چلے آئے تقریباً ۹:۳۰ بجے صبح ۲۸ جون کو ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کو مضحمل پایا۔ بات چیت کرنے لگے فرمایا کہ ڈپٹی سکریٹری آف انڈیا نے مجھ کو درگاہ شریف اجمیر کمیٹی کا ممبر نامزد کردیا ہے اطلاع بھیج دی ہے۔

(بموجب نوٹیفکیشن ۲۱/جون ۱۹۸۰ء)

۳:۳۰ بجے دن میں قلبی دورہ پڑا اس وقت ان کے معتمد اور مخلص رفیق صوفی امیر حسین وارثی سنبھلی بھی موجود تھے۔ بیماری کا حال سن کر ردولی امنڈ آئی۔ ڈاکٹروں کے مشورے پر لکھنؤ لے جایا گیا۔ تقریباً ایک مہینہ علالت کا سلسلہ جاری رہا۔ محبت کرنے والوں نے مخصوص اجتماعی اور انفرادی طور پر دعائیں کیں مگر مشیت ایزدی کے آگے کسی کا بس نہیں چلتا (شہر حق ص ۱۵۸)

ایک جگہ وقت اور تاریخ وصال کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

حضرت شاہ آفاق احمد احمدی رحمتہ اللہ علیہ ۲۸/جون ۱۹۸۰ء کو قلبی تکلیفوں میں مبتلا ہوئے۔ ان کو اسی روز بلرامپور اسپتال اور ۲۹ جون کو میڈیکل کالج لکھنؤ میں داخل کرادیا گیا جہاں ان کا وصال دس بجے دن میں ۲۵/جولائی کو بروز جمعہ مطابق گیارہ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ ہوگیا۔ اسی دن میت کو ردولی لے آئی گئی اور احاطہ درگاہ شیخ العالم میں سپرد خاک کردی گئی (شہر حق ص ۱۵۰)

جناب ماسٹر محمد عمر اختر ردولوی نے تاریخ وفات پر یہ قطعہ کہا تھا جس سے آپ کی تاریخ وصال نکلتی ہے۔

در جمال رخ آفاق احمد جلوہ حسن شریعت دیدیم
سالہابردر شیخ العالم پیر عرفان طریقت دیدیم
۱۴۰۰ھ

اہل علم کا کہنا ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے انقطاع حیات سے جہان تصوف کے ایک روشن باب کا خاتمہ ہوگیا ان کے قصیدہ خواں آج بھی یہ کہتے ہیں کہ وہ اپنے عہد کی ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ ہاتھ پھیلانے والوں کو کبھی رد نہیں کیا حمایت چاہنے والوں کو کبھی مایوس نہیں کیا۔ دشمنوں کا کبھی برا نہیں چاہا، دوستوں سے کبھی شکوہ نہیں کیا کسی نے گھر مانگا تو گھر دے دیا، زمیں مانگی تو زمین دے دی اور پیسے کا سوال کیا تو آپ نے جھولی بھردی۔

حضرت شاہ صاحب کی بھاری بھرکم شخصیت کی ایک اہم وجہ بے شمار مختلف علوم وفنون پر ان کا عبور کامل رکھنا بھی ہے۔ ذوق مطالعہ ان کی گھٹی میں پڑا تھا۔ کتب بینی ان کا محبوب ترین مشغلہ تھی اور کتابیں ان کی تنہائی کے وقت سب سے بہترین رفیق ومونس تھیں۔

آپ کے زیر مطالعہ رہنے والی کتابوں کا ایک ذخیرہ جامعہ کی لائبریری میں آج بھی موجود ہے جس میں تفسیر وحدیث، فقہ وتصوف، منطق وفلسفہ، سیر وتاریخ وغیرہ کی نایاب کتابیں شامل ہیں اور اکثر کتابوں کے حاشئے پر کشف مفہوم اور اظہار معانی کے لئے قلم بھی چلایا ہے۔

یقیناً یہ فیض تھا دستگیر بیکساں حضور شیخ العالم کا، تربیت تھی مخدوم شاہ حیات احمد احمدی کی اور اثر تھا استاذ وقت حضرت علامہ عبدالباری فرنگی محلی، مولانا روح القدس فرنگی محل، مولانا صبغتہ اللہ

فرنگی محل وغیرہ جیسے نابغۂ روزگار علماء کا ورنہ اس طرح کی خوبیاں ہر کس وناکس کے اندر کہاں پیدا ہوتی ہیں۔

چند تعزیتی خطوط

حضرت شاہ آفاق احمد احمدی قدس سرہٗ کی وفات حسرت آیات پر ہر چہار جانب ایک کہرام سا بپا ہوگیا، ہر آنکھ پرنم، ہر چہرہ پرملال اور ہر معتقد پیکر رنج والم نظر آتا تھا۔ ہندو پاک کے معروف اخبارات نے وصال کی خبریں شائع کیں اور اظہار تعزیت کیا۔ ملک کی مشہور شخصیتوں نے آپ کے پسماندگان کو تعزیتی خطوط لکھے اور اپنی ہمدردی کا مظاہرہ کیا۔ یہاں ہم صرف چند خطوط کے اقتباسات نقل کرتے ہیں۔

(۱) اخبار عزائم لکھنؤ یوم اشاعت ۲۶؍جولائی ۱۹۸۰ء از سید جمیل مہدی۔

چشتی مسلک کے مشہور عالم ومبلغ اور طریق تصوف کے اہم ترین مربی شاہ عبدالحق ردولوی کی خانقاہ کے سجادہ نشین شاہ آفاق احمد احمدی نے آج دس بجے لکھنؤ میڈیکل کالج میں اپنی جان جاں آفریں کے سپرد کردی..........................

شاہ آفاق احمد احمدی ایک صاحب دل دُرویش، ایک صاحب حال وقال صوفی اور ایک باشرع خوش ذوق وخوش سیرت بزرگ تھے اور اپنی ذات میں تصوف کے پرانے اور سنہرے دور کی زندہ یادگار تھے جس کے ولولہ انگیز نقوش ہندوستان کی تاریخ پر اب تک قائم چلے آئے ہیں۔

لعل شب چراغ ۷۳ سالہ شاہ آفاق احمد احمدی سجادہ نشیں حضرت شیخ العالم ردولوی تصوف اور خانقاہی اسرار کے محرم ہونے کے علاوہ شعروادب کا بھی اتنا نکھرا ہوا اور ستھرا مذاق رکھتے تھے کہ شاید ہی ان کا کوئی ہم مسلک بزرگ اس فن میں ان کی ہمسری کا دعویٰ کرسکے۔ ان کی وفات سے درحقیقت تصوف کا باقی ماندہ باغ اُجڑ گیا ہے اور ایک ایسا خلا پیدا ہوا ہے جس کی تلافی اب کبھی نہ ہوسکے گی۔

شاہ آفاق احمد نے اپنے پوتے نیر میاں کو اپنی زندگی ہی میں جانشین مقرر کردیا تھا اور گزشتہ عرس میں انہیں خرقہ پہنا کر جانشینی کی تقریب بھی ادا کردی تھی۔

(۲) اخبار قومی آواز لکھنؤ، یوم اشاعت ۶۲؍جولائی ۱۹۸۰ء ایڈیٹر عشرت علی صدیقی۔

سلسلہ چشتیہ صابریہ کی سب سے اہم درگاہ حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولویؒ کے سجادہ نشین شاہ آفاق احمد احمدی کا آج یہاں میڈیکل کالج لکھنؤ میں ۱۰؍بجے انتقال ہوگیا۔ وہ اپنے والد شاہ حیات احمد احمدی صاحب مرحوم کی وفات کے بعد تقریباً ۱۸؍برس مسند سجادگی پر رہے اور ابھی اسی سال انہوں نے اپنے پوتے نیر میاں کی دستار بندی کردی تھی۔

شاہ آفاق احمد احمدی صاحب مرحوم کی تمام تعلیم فرنگی محل میں ہوئی۔ ان کے استاذوں میں مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی مرحوم اور مولانا عنایت اللہ فرنگی محلی صاحب مرحوم شامل تھے۔ مخدوم احمد عبدالحق ردولوی کی درگاہ سلسلہ چشتیہ صابریہ کی سب سے اہم درگاہ تصور کی جاتی ہے اور اس سلسلے کے تقریباً تمام بڑے صوفی بزرگوں کا سلسلہ مخدوم احمد عبدالحق ردولوی سے ہوکر حضرت مخدوم علاء الدین احمد صابر تک پہنچتا ہے۔

شاہ آفاق احمد احمدی مرحوم ایک وسیع المطالعہ، وسیع المشرب، اور مرنجان مرنج بزرگ تھے اور اَودھ کے ایک اہم خانوادے کے بزرگ خاندان ہونے اور تصوف کے ایک بڑے سلسلے کے مسند نشین ہونے کی وجہ سے ان کے معتقدین، احباب اور عزیز، ہندوستان، پاکستان، اور بنگلہ دیش میں پھیلے ہوئے ہیں۔..........ان کے جانشین اور نئے سجادہ نشین ان کے پوتے ہیں۔

(۳) ماہانہ معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۸۰ء از سید صباح الدین عبدالرحمٰن

''ایسی اچھی گفتگو کرنے والا شاید ہی اس صوبے میں ہو، تصوف وسلوک پر گفتگو کرتے تو اس کو فارسی اور اردو کے اشعار سے اس طرح مزین کردیتے کہ جو گتھیاں تصوف کے نکات سے حل ہوتی نظر نہ آتیں وہ ان کے برجستہ اشعار کے پڑھ دینے سے حل ہوجاتیں''

سچ تو یہ ہے کہ وہ اس وقت اپنی خانقاہ کی آبرو بنے ہوئے تھے بلکہ ردولی کو ان کی ذات

مبارک کی وجہ سے افتخار ووقار حاصل تھا۔ ردولی کا شاید ہی کوئی ایسا آدمی ہو جس کو ان کی زبان سے کوئی تکلیف پہونچی ہو۔ سجادہ نشین کے فرائض ادا کرنے کے ساتھ ہر شخص کے کچھ نہ کچھ کام آتے۔ دلجوئی اور دلنوازی تو ان کے خمیر میں داخل تھی۔

ردولی کے در و دیوار ان کو کبھی نہ بھولیں گے اور ردولی ہی کے لوگ نہیں بلکہ ان کے ملنے والوں کا جو وسیع حلقہ تھا ان میں سے ہر ایک ان کو یاد کر کے بے اختیار کہے گا۔

ع جب نام تیرا لیجئے تب اشک بھر آوئے (معارف ص ۲۱۵/۲۱۹)

(۴) مکتوب از حضرت شاہ قریش احمد قدوسی سجادہ نشین حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی بنام شاہ مبین احمد فاروقی۔

محترم الکرام واجب الاحترام جناب صاحبزادے صاحب سلمہٗ

آپ کے چچا شاہ آفاق احمد صاحب احمدی سجادہ نشین درگاہ مخدوم صاحب کے انتقال کا علم دوسرے حضرات سے ہو رہا ہے بعض حضرات اس راقم سے حضرت والا کے رشتہ اور تعلق کی وجہ سے فاتحہ چہلم کو دریافت کرتے ہیں۔

(۵) مکتوب از سید عون احمد قادری پٹنہ بہار بنام حضرت نیر میاں صاحب قبلہ

عزیزی گرامی منزلت نیر میاں

۔۔۔۱۳/۱۴/ جون ۱۹۸۰ء کو بندہ بنارس میں حضرت والا سے ملا تھا طبیعت خراب تھی مگر مجھے بیٹھا لیا۔۔۔

ایسی بافیض اور صاحب خلق عظیم شخصیت اب نہ ملے گی۔ فقیر پر ان کا بیحد کرم رہا کرتا تھا۔

سید عون احمد قادری

۲۱/ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

(۶) مکتوب از پروفیسر شبیہ الحسن لکھنؤ یونیورسٹی بنام شاہ حسین احمد صاحب

شاہ آفاق احمد صاحب کا سانحہ ارتحال صاحبان سلوک و معرفت کے لئے ایک ایسا المیہ ہے

جو مدتوں بے قراری اور اشک باری کا موجب رہے گا۔ ایک فرد نہیں ایک ادارے کا خاتمہ ہو گیا۔ اور خود اپنی ذات سے انہوں نے ردولی کو وادی ایمن بنا دیا تھا۔ شبیہ الحسن۔ ۱۸/ اگست ۱۹۸۰ء

(۷) مکتوب از ڈاکٹر نثار احمد فاروقی پروفیسر دہلی یونیورسٹی بنام شاہ حسین احمد صاحب

برادر عزیز..................

وہ خانقاہی دنیا کے آبرو تھے آج عالم تصوف میں سناٹا ہے خانقاہیں بے چراغ ہیں۔ حال تو کیا ہو قال بھی مفقود ہے۔۔۔۔۔۔ ایسے پر آشوب زمانے میں آفاق میاں کی شخصیت ایک منارہ نور تھی۔

نثار احمد فاروقی/ ۲۳/۸/۸۰

(ماخوذ از شہر حق ص ۱۵۰ تا ۱۵۴)

شیخ طریقت نیر ملت زینت مشیخیت حضرت الحاج شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں صاحب قبلہ موجودہ سجادہ نشین حضور شیخ العالم قدس سرہٗ

زینت مسند شریعت رونق بزم طریقت شمع محفل رشد وہدایت بقیۃ السلف حجۃ الخلف نیر ملت حضرت الحاج شاہ عمار احمد احمدی چشتی صابری معروف بہ نیر میاں صاحب قبلہ اپنے دادا شیخ الآفاق حضرت شاہ آفاق احمد احمدی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے تقریباً ۳؍ماہ قبل سجادہ نشین حضور شیخ العالم منتخب ہوئے اوران کی وفات کے بعد مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے۔

آپ کی ولادت ۱۹۶۱ء میں ردولی شریف ہی میں شاہ تمیم احمد بن شاہ آفاق احمد سجادہ نشین کے ہاں ہوئی دادا جان نے اصل نام شاہ عمار احمد اور عرف نیر میاں تجویز کیا۔ چار سال کی عمر میں دادا جان نے خود اپنی نگرانی میں رسم تسمیہ خوانی کرائی۔ مقتدر علماء ومشائخ کی دعوت کی اوران سے آپ کے لئے دعا خیر حاصل کیا۔

تعلیم وتربیت:

آپ کی مکمل تعلیم ودینی تربیت الہ آباد میں اپنے حقیقی نانا حضرت مولانا شاہ احمد الفاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں رہ کر ہوئی۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی کنیزہ زہرا جو کہ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ اور عابدہ زاہدہ خاتون تھیں اپنی آغوش ہی سے آپ کی علمی تربیت شروع فرمادی تھی پھر جب کچھ بڑے ہوئے تو نانا جان نے آپ کو اپنے شاگرد ومرید خاص حافظ غلام احمد صابری کے سپرد فرمایا جہاں آپ نے تھوڑے ہی دنوں میں قرآن مجید ناظرہ اور دیگر بنیادی دینیات کی تکمیل فرمائی۔

عصری تقاضوں کے پیش نظر نانا جان نے آپ کو اسکول بھیجنا شروع کیا اور ساتھ ہی ساتھ دینی تربیت کا سلسلہ بھی جاری رکھا چنانچہ جہاں آپ ایک طرف عصری علوم میں نمایاں کامیابی حاصل کرتے چلے گئے وہیں دوسری طرف نانا کے زیر سایہ عربی' فارسی' مسائل دینیہ اور فقہ وتصوف پر بھی خاطر خواہ گرفت بنالی۔

آپ کی ذہانت وفطانت کو دیکھ کر آپ کے اساتذہ وخاندان کے دوسرے افراد نے آپ کی عصری تعلیم جاری رکھنے پر مصر رہے چنانچہ ۱۶؍سال کی عمر میں ہائی اسکول اور ۱۸؍سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے آپ نے گریجویشن مکمل کرلیا پھر الہ آباد یونیورسٹی سے ممتاز پوزیشن کے ساتھ ایم کام کا کورس پورا کیا۔

یہاں یہ واقعہ بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا جس کا چشم دید راوی میں خود ہوں وہ یہ کہ ۲۰۱۱ء کے کسی مہینے میں میں آپ کے ساتھ رائے گڑھ صوبہ چھتیس گڑھ کے سفر کے ارادے سے نکلا۔ شام ۶؍بجے الہ آباد اسٹیشن سے ٹرین پکڑنی تھی اس لئے ردولی سے بذریعہ کار الہ آباد کیلئے نکلے اور دن کے تقریباً ۳؍بجے الہ آباد پہنچ گئے۔ شہر میں داخل ہوتے ہی آپ اس سے اپنی پرانی وابستگی کا اظہار فرمانے لگے یہاں تک کہ آپ نے مجھے پوری الہ آباد یونیورسٹی دکھائی اور وہ مقامات بھی دیکھا دیئے جہاں دوران طالب علمی آپ رہا کرتے تھے پھر آپ نے اپنے بہت سے ہم درس ساتھی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ فلاں ساتھی آج فلاح عہدہ پر فائز ہے فلاں ساتھی فلاں ملک میں حکومت ہند کی جانب سے مامور ہے۔ میں نے عرض کیا کہ لیکن آپ جس عہدے پر فائز ہیں یہ لوگ اس کے گرد راہ تک بھی رسائی حاصل نہیں کرسکتے کیوں کہ حضور شیخ العالم کی سجادہ نشینی دنیا وآخرت کے اعلیٰ ترین عہدوں میں سے ایک اعلیٰ عہدہ ہے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ بے شک مفتی صاحب! یہ مجھ پر میرے رب کا سب سے بڑا افضل ہے، میرے رسول کریم ﷺ کی خصوصی عنایتیں ہیں اور میرے بزرگوں کا خاص فیضان ہے یہ فرماتے رہے یہاں تک کہ جذباتی ہوگئے۔ میں نے حضرت کے بہت سے اہم واقعات دیکھے ہیں مگر فی الحال ذکر کرنا مناسب نہ ہوگا۔

آپ نے باضابطہ کسی دینی درسگاہ میں رہ کر رسم تعلیمی تو نہیں نبھائی مگر آپ کے دادا شاہ

آفاق احمد احمدی جو جنید عصر تھے اور آپ کے نانا شاہ احمد میاں فاروقی جو شبلی دھر تھے ان کی نگاہ کیمیا اثر نے آپ کے اندر دین وسنیت اور علم وعمل کا ایسا عرفان پیدا کر دیا جو درسگاہوں کی برسوں خاک چھاننے کے باوجود میسر نہیں ہوتا۔

بحمدہٖ تعالیٰ آپ کی شخصیت شریعت مطہرہ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہے اور کوئی قدم شریعت مطہرہ سے باہر نہیں۔ نماز باجماعت کے سخت پابند تو ہیں ہی دیگر نوافل مثلاً چاشت، اشراق، اوابین وغیرہ سمیت تلاوت قرآن واوراد ووظائف سلسلہ کے بھی بیحد دلدادہ ہیں اس حقیر نے ایک سال کے اندر دسیوں بار آپ کی معیت میں دور ودراز علاقے کا سفر کیا مگر بخدا آپ کی کوئی نماز کبھی قضا ہوتے نہیں دیکھا حتی کہ دوران سفر بھی۔ بلکہ انصاف کی بات یہ ہے کہ تقویٰ وطہارت، عبادت وبندگی خوف خدا وعشق رسول، حب اولیاء وخدمت دین آپ کی شخصیت کے امتیازی اوصاف ہیں۔

طبعاً ذہین وخلیق اور بارعب پروقار، حلیم وشریف، دور اندیش ومعاملہ فہم اور سیادت و قیادت میں وسیع الظرف مگر مزاج شریف میں فاروقی تیور کا عنصر نمایاں ہے۔ جس کی وجہ سے ہر کس وناکس کو آپ کے روبرو بات کرنے کی جرأت نہیں ہوتی۔

حادثہ جانکاہ: حادثات ہر فرد کی زندگی میں رونما ہو سکتے ہیں مگر آپ کے لئے سب سے بڑا حادثہ والد گرامی کی اچانک وفات ہے کہ ابھی آپ کی عمر تقریباً ۱۸؍سال تھی اور الہ آباد میں زیر تعلیم تھے اس درمیان ۱۹۷۹ء آپ کے دادا کی حیات ہی میں والد گرامی شاہ تمیم احمد احمدی جو اوصاف وفضائل میں اپنے بزرگوں کی سچی تصویر تھے اچانک وصال فرما گئے۔ پھر ان کے بعد دادا، نانا، اور والدہ بھی داغ مفارقت دے گئے۔

حضرت نیر ملت بحیثیت سجادہ نشین حضور شیخ العالم قدس سرہٗ

سابقہ سطور میں گزر چکا کہ آپ کے والد (وفات ۱۹۷۹ء) کے بعد آپ کے دادا حضرت مخدوم شاہ آفاق احمد احمدی نے ۱۴؍جمادی الثانی ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء میں عرس شیخ العالم کے مبارک موقع پر ہزاروں علماء ومشائخ کی موجودگی میں آپ کو حضور شیخ العالم کا سجادہ نشین مقرر کیا اور اپنے دست مبارک سے دستار باندھی پھر ۱۵؍جمادی الثانی میں آپ کو خرقہ حضرت شیخ العالم پہنایا اور تمام تبرکات منتقل کئے نیز جمیع سلاسل کی اجازت وخلافت سے بھی نوازا۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً ۱۹؍سال تھی۔

پھر ۴؍ستمبر ۱۹۸۴ء بروز جمعرات حضرت شاہ آفاق احمد احمدی علیہ الرحمہ کے عرس چہلم کے موقع پر ہندوستان کے گوشے گوشے سے تشریف لانے والے ہزاروں عقیدتمند اور درگاہوں کے سجادہ نشین حضرات نے دوران محفل آپ کو حضور شیخ العالم کے سجادہ نشین کی حیثیت سے اپنا مخدوم تسلیم کیا اور دستار پیش کی۔

شاہ مبین احمد فاروقی کے مطابق آپ کو مندرجہ ذیل درگاہوں کی جانب سے دستار اور نذر پیش کی گئی۔

۱- درگاہ خواجہ غریب نواز اجمیر شریف۔
۲- درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء دہلی۔
۳- درگاہ حضرت صابر کلیری کلیر شریف۔
۴- درگاہ حضرت عبد القدوس گنگوہی گنگوہ شریف۔
۵- خانقاہ صابریہ دہلی۔

٦- درگاہ صابریہ مین پوری۔

٧- درگاہ حضرت قطب علی شاہ صاحب بنارس۔

علاوہ ازیں اور بھی بیسوں خانقاہ کی جانب سے مختلف انداز میں آپ کے حضور خراج عقیدت پیش کیا گیا۔جس کا سلسلہ بعد تک جاری رہا اور اب تک جاری ہے۔

آپ اپنے نانا حضرت مولانا شاہ احمد میاں فاروقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۹۸۴ء کے بھی جمیع سلاسل میں خلیفۂ مجاز ہیں جب کہ دعائے حزب البحر اور دلائل الخیرات کی اجازت اپنے نانا کے مرید وخلیفہ حکیم محی الدین عثمانی صاحب سے حاصل ہے۔اس اعتبار سے گویا آپ سلسلہ چشتیہ صابریہ احمدیہ اور سلسلہ چشتیہ صابریہ قدوسیہ وجمیع سلاسل کے حسین سنگم ہیں۔

سجادہ نشین بننے کے دس سال بعد تک الہ آباد ہی میں حصول تعلیم میں مشغول رہے اس درمیان عیدین وعرس اور خاص مواقع پر ردولی تشریف لاتے تھے مگر ۱۹۹۱ء میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد باضابطہ ردولی ہی میں رہنے لگے اور فرائض منصبی کی انجام دہی میں مصروف ہو گئے۔

ردولی شریف میں آپ کے مستقل قیام سے خانقاہ اور اہل سلسلہ میں ایک انقلابی لہر دوڑ گئی اور خانقاہ میں ایک جدید تعمیری دور کا آغاز ہوا۔ چنانچہ اپنے بزرگوں کے مشن میں آپ نے جدت پیدا کرتے ہوئے پہلے مقامی بچوں کی تعلیم کے لئے اسکول پھر مدرسہ اور اس کے بعد جامعہ چشتیہ جیسی عظیم الشان دینی درسگاہ کی بنیاد رکھی۔جس میں اب ملک کے مختلف صوبوں سے طلبہ آکر زیور تعلیم سے آراستہ ہوتے ہیں جس بنیاد پر ادارہ اپنی ایک انفرادی شناخت بھی قائم کر چکا ہے۔
علاوہ ازیں آپ نے حدود خانقاہ میں بے شمار تعمیری کام بھی کرایا۔ بلکہ یہاں کوئی بھی بلڈنگ ایسی نہیں ہے جس کو بنا سنوار کر آپ نے دلہن نہ بنا دیا ہو۔

سیر وسفر:

۲۰۰۶ء میں آپ نے بغرض حج حرمین شریفین کا سفر کیا اور حج وعمرہ اور زیارت بارگاہ نبوی

ﷺ کی دولت لازوال سے شادکام ہوئے پھر اس دیار کے جملہ مقامات متبرکہ کی زیارت سے شرف یاب ہوئے اور دیرینہ آرزوؤں کی تکمیل فرمائی۔

پاکستان کا سفر تین بار فرمایا پہلی بار ۲۰۰۱ء میں دوسری بار ۲۰۰۳ء میں ان اسفار میں آپ نے وہاں کے جید علماء ومشائخ اور صوفیاء وسجادگان سے ملاقاتیں کیں اور تبادلہ خیال کیا۔ پھر پاکپٹن شریف میں شیخ الشیوخ سلطان الاولیا حضرت فرید الدین گنج شکر قدس اللہ سرہٗ کے آستانہ پر حاضری دی اور لاہور وفیصل آباد کے مختلف سلاسل کی خانقاہوں میں گئے اور بے شمار لوگوں کو بھی داخل سلسلہ فرمایا ۲۰۰۸ء میں گولف ممالک جیسے ابوظہبی، دبئی، وغیرہ کا دورہ فرمایا اور فیضان سلسلہ کو عام کیا۔

۲۰۰۹ء میں بنگلہ دیش کا سفر کیا وہاں احباب ومتعلقین سے ملاقات کی اور بزرگوں کے آستانوں سے فیض لیکر واپس ہوئے۔

اپنے ملک کے اکثر صوبوں میں آپ کا آنا جانا لگا رہتا ہے، اجمیر شریف وکلیر شریف کی حاضری بلا ناغہ ہر سال عرس کے مواقع پر ہوتی ہے جب کہ گنگوہ، دہلی، حیدرآباد، پانی پت وغیرہ جگہوں پر اکثر وبیشتر جاتے رہتے ہیں۔

مرید کرنے سے عموماً گریز کرتے ہیں اس کے باوجود بیعت وارادت کا سلسلہ دراز ہوتا جارہا ہے ملک کے اکثر صوبوں میں آپ کے مریدین ومعتقدین موجود ہیں اس لئے سال بھر میں ان صوبوں کا دورہ ایک بار ضرور کرنا پڑتا ہے۔

ہندو پاک کی معروف وقدیم ترین خانقاہوں سے آپ کے گہرے روابط ہیں اور دن بدن تعلقات میں استحکام آتا جارہا ہے۔

کچھ تعمیری واصلاحی کارنامے:

آج خانقاہ شریف میں جو کچھ چمک ودمک اور شان وشوکت نظر آرہی ہے وہ آپ ہی کی

محنت وجانفشانی کا ثمرہ ہے۔آپ کی تعمیری خدمات اس طرح ہیں۔

مسجد درگاہ شریف کی تعمیر نو اور تزئین کاری، خانقاہ کی بوسیدہ عمارت کی تعمیر نو، قدیم مہمان خانہ کی تجدید کاری، جب کہ نظامیہ لائبریری، دفتری عمارتیں، جدید مہمان خانے اور طلبہ کی تعلیم و رہائش کیلئے تین منزلہ عمارت وغیرہ کی تعمیر آپ ہی کی رہین منت ہے۔

فروغ دین وسنیت اور اصلاح فکر واعتقاد کے لئے آپ نے تمام ذرائع اپنا رکھا ہے۔ بزرگوں کی حیات وخدمات سے نئی نسل کو روشناس کرانے کے لئے ان پر کتابیں شائع کرنا اور بزرگوں کی غیر مطبوعہ تصانیف کو منظر عام پر لانا آپ کا محبوب ترین مشغلہ ہے۔خدا کرے یہ سلسلہ دراز سے دراز تر ہو۔آمین!

بزرگوں کی روایت کو جاری رکھتے ہوئے ہر جمعرات کو بعد نماز مغرب خانقاہ حضرت شیخ العالم کے صحن میں ختم خواجگان چشت اور حلقہ ذکر کی محفل آراستہ کرتے ہیں جس میں جامعہ کے اساتذہ وطلبہ سمیت بہت سے دوسرے حضرات بھی حاضر ہوکر اپنے قلب وروح کی غذا حاصل کرتے ہیں جب کہ پچھلے ایک سال سے ہر جمعہ کو بعد نماز مغرب عوام الناس کو تعلیمات قرآن سے آگاہ کرنے کے لئے مسجد درگاہ شریف میں آپ نے اپنی نگرانی میں محفل تفسیر قرآن کا آغاز کر رکھا ہے جو بفضلہٖ تعالیٰ کامیابی کے ساتھ جاری ہے۔

بحمدہٖ تعالیٰ حضرت نیر میاں صاحب قبلہ ابھی بقید حیات ہیں۔خدا انہیں عمر خضر عطا کرے ان کے فضل وکمال کا سورج کبھی غروب نہ ہو اور ان کے اقبال کا نیر ہمیشہ نصف النہار پر رہے کیونکہ آپ ردولی کی شان، سلسلے کی جان، مسند احمدی کی زینت اور سلسلہ صابریہ کی آبرو ہیں۔

ع خدا تیری حیات کا سلسلہ دراز کرے

خدا کا شکر ہے کہ حضور شیخ العالم کے جملہ سجادگان کے حالات پر قلت فرصت اور خاطر خواہ مواد کی عدم دستیابی کے باوجود میں یہ سطور لکھنے پر کامیاب ہوا۔اگر وجہ عجلت آڑے نہ آتی تو شاید اس میں اور بھی اضافہ ہوسکتا تھا۔لیکن پھر بھی جتنا کچھ میں نے لکھ دیا ہے وہ جملہ عقیدتمندوں کی تسکین قلب کے لئے کافی ہوگا انشاء اللہ۔

آخر میں حضور شیخ العالم قدس سرہٗ سے کرم کی بھیک مانگتے ہوئے ان کے پسندیدہ بیٹوں کا پسندیدہ تذکرہ ان کی پسندیدہ بارگاہ میں نذر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

یکے از سگ بارگاہ شیخ العالم

احقر العباد محمد احمد رضا اشرفی مصباحی حنفی دیناجپوری

۱۶/صفر المظفر ۱۴۳۳ھ مطابق ۱۰/جنوری ۲۰۱۲ء

بروز منگل بوقت شام ۷:۳۰ بجے

تعارف جامعہ چشتیہ ماضی اور حال کے تناظر میں

حضرت شیخ مخدوم احمد عبد الحق شیخ العالم علیہ الرحمۃ والرضوان سے منسوب و متعلق سلسلۂ چشتیہ صابریہ کی قدیم مرکزی خانقاہ ہے جو برسہا برس سے تشنگان علوم شریعت ومعرفت کو آسودۂ جان کر رہی ہے۔

جس کے پاکیزہ دامن میں مدرسہ چشتیہ صابریہ فیض القرآن ایک تعلیمی ادارہ قائم ہوا جو اول تا پنجم درجات پرائمری پر مشتمل تھا۔

۹۹-۶-۲۸ سلسلۂ چشتیہ صابریہ کے بہت سارے ارباب دانش اور باشعور افراد کی گزارش پر حضرت شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں مدظلہٗ العالی وارکین ادارۂ ہذا نے اس میں مزید توسیع کر کے ادارہ کو دارالعلوم کی حیثیت سے بڑھایا اور تقریباً سو سے زائد بیرونی طلباء کا قیام عمل میں آیا اور اساتذہ کی ایک بڑی جماعت کا تقرر ہوا۔ چنانچہ ادارہ بحیثیت دارالعلوم نہایت ہی منظم تعلیم کے ساتھ اپنی ترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔

(۱) درجات پرائمری اول تا پنجم- مضامین- ہندی، انگریزی اردو، دینیات، اسلامی، سائنس، جغرافیہ وغیرہ۔

(۲) چشتیہ ہائر سکنڈری اسکول گورنمنٹ کے منظور شدہ کورس کے ساتھ دینیات و اسلامی تاریخ۔

(۳) شعبہ حفظ القرآن بہ رعایت تجوید وحدر۔

(۴) شعبہ قرأت بہ روایت حضرت امام حفص رحمۃ اللہ علیہ۔

(۵) درس نظامیہ از اعدادیہ تا رابعہ مدارس اسلامی کا انتخاب شدہ عالم کا کورس۔

(۶) شعبہ تصنیف وتالیف، اسلامی معلومات عامہ اور طلبہ کی معلومات عامہ کے لئے نظامی

دار المطالعہ (لائبریری)۔

(۷) ایسے طلباء جن کے قیام وطعام علاج ومعالجہ تعلیم وتربیت کا جامعہ کفالت کرتا ہے اور درسیات کی کتابیں مفت فراہم کی جاتی ہیں۔ ۱۵۰ رکی تعداد پر مشتمل ہے۔

(۸) درجات پرائمری اول تا پنجم و چشتیہ ہائر سکنڈری اسکول کے طلباء و طالبات کی تعداد ۱۲۵۰ ہے جو شہر ردولی شریف وقرب وجوار سے متعلق ہیں۔

(۹) شعبہ حفظ وقرأت ودرس نظامیہ کے اساتذہ جن کی تعداد ۱۰ ر ہے شعبۂ پرائمری و چشتیہ ہائر سکنڈری اسکول کے اساتذہ ومعلمات جن کی تعداد ۲۲ ر ہے سفراء جن کی تعداد ۶ ہے۔

کل تدریسی وغیر تدریسی ملازمین کی تعداد ۳۸ ر ہے

(۱۰) جامعہ کے سالانہ مصارف جس میں اخراجات مطبخ ومشاہرہ اساتذہ بھی شامل ہیں۔ اٹھارہ لاکھ روپئے کا تخمینہ ہے۔

(۱۱) جامعہ نے چشتیہ گرلس انٹر کالج کے لئے محلّہ پورے میاں میں ایک وسیع زمین خرید کر ۲۰۱۰ء میں کالج کی بنیاد ڈال دی ہے۔ اور اس کا تعمیری کام جاری ہے جس کی لاگت تخمیناً ڈیڑھ کروڑ روپئے ہے۔

ترسیل زر و خط و کتابت کا پتہ

شاہ عمار احمد احمدی عرف نیر میاں

ناظم اعلیٰ جامعہ چشتیہ خانقاہ حضرت شیخ العالم علیہ الرحمہ پوسٹ ردولی شریف،
ضلع فیض آباد، یوپی (انڈیا) پن کوڈ 225411

چیک ڈرافٹ برائے مدرسہ MADARSA JAMIA CHISHTIA
چیک ڈرافٹ برائے تعمیر CHISHTIA EDUCATIONAL SOCIETY
Web:-HAZRATSHAIKULALAM.COM
WWW.MUJADID-E-SILSILAY-SABIRYA.COM